Globethics Repository

Khasais al-Mustafa SAW 1 (Part 1)

This page was generated automatically upon download from the Globethics Repository. More information on Globethics see https://www.globethics.net. Data and content policy of Globethics Repository see https://repository.globethics.net/pages/policy.

Item Type	Book
Authors	Al-Qodiri, Muhammad Thohir
Publisher	Manshurat Minhaj al-Quran
Rights	With permission of the license/copyright holder
Download date	2026-09-04 18:57:20
Link to Item	http://hdl.handle.net/20.500.12424/185308

خصائصِ مصطفیٰ ﷺ

(حضور ﷺ کی خصوصیاتِ مقدّسہ کا ذِکرِ مبارک)

ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365- ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 3-5169111

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، فون: 7237695

http://www.minhaj.org, e-mail: tehreek@minhaj.org

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاج القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	خصائصِ مصطفیٰ ﷺ
تصنیف	:	ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تحقیق و تدوین	:	محمد علی قادری، محمد فاروق رانا (منہاجینز)
نظرِ ثانی	:	ضیاء نیر
معاونینِ تخریج	:	خدا بخش سیالوی، حافظ محمد عمر
کمپوزنگ	:	عبدالخالق بلتستانی، محمد حامد سمیع
زیرِ اہتمام	:	فریدِ ملت ؒ ریسرچ اِنسٹیٹیوٹ
نگرانِ طباعت	:	شوکت علی قادری
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز
اِشاعت اَوّل	:	نومبر 2002ء (1,100)
قیمت	:	-/260 روپے

نوٹ: ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے ریکارڈ شدہ آڈیو / وِڈیو کیسٹس اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لئے تحریکِ منہاجُ القرآن کے لئے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلیکیشنز)

www.MinhajBooks.com

research@minhajbooks.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

فَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِہٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ
وَانْسُبْ اِلٰی قَدْرِہٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمِ

﴿صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ أَصْحَابِہٖ وَ بَارِکْ وَسَلَّمَ﴾

فہرست

عنوانات	صفحہ
پیش لفظ	۱۷
ابتدائیہ	۱۹
باب اَوّل: دنیوی خصائص	۲۱
۱۔ تخلیق میں اَوّلیت	۲۳
۲۔ نبوت میں اَوّلیت	۳۶
۳۔ عالمِ اَرواح میں تصدیقِ رِسالت کا اِعزاز	۴۲
۴۔ عمومیتِ رسالت	۴۵
۵۔ نسبی شرف وفضیلت	۴۸
۶۔ کثیر الاسماء ہونا	۵۷
❁ حضور ﷺ کے متعدّد اَسماء 'حمد' سے مشتق ہیں	۶۰
❁ حضور ﷺ کا نام اور کنیت جمع کرنے کی ممانعت	۶۱
۷۔ سابقہ کتبِ سماوِیہ میں ذکرِ خیر الوریٰ ﷺ	۶۵
۸۔ ختمِ نبوت	۹۲
۱۔ حضور ﷺ کا کسی مرد کا باپ نہ ہونا	۹۳
۲۔ میثاق انبیاء اور اعلانِ ختم نبوت	۹۵
۳۔ تکمیلِ دین اور اِتمام نعمت کی نوید	۹۶

عنوانات	صفحہ
۴۔ حضور ﷺ کا خاتم الوحی ہونا	۹۷
۵۔ قرآن کریم کی شان مصدقیت	۹۹
۶۔ قرآن حکیم کی اُلوہی حفاظت	۱۰۰
۷۔ نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی نشاندہی	۱۰۱
۸۔ حضور ﷺ قصرِ نبوت کی تکمیلی اینٹ ہیں	۱۰۱
۹۔ حضور ﷺ عاقب ہیں	۱۰۲
۱۰۔ ختمِ نبوت اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	۱۰۴
۱۱۔ ختمِ نبوت اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ	۱۰۵
۱۲۔ حضور ﷺ کے بعد نبوت نہیں خلافت ہے	۱۰۶
۱۳۔ اُمت مسلمہ آخری اُمت ہے	۱۰۷
۹۔ اعجازِ قرآن	۱۰۸
❁ اعجازِ قرآن کے دلائل	۱۱۰
۱۔ عدمِ مثلیت	۱۱۰
۲۔ حفاظت کا اُلوہی اہتمام	۱۱۲
۳۔ عدمِ اِختلاف و تناقض	۱۱۴
۴۔ ندرتِ اُسلوب و نظمِ کلام	۱۱۶
۵۔ فصاحت و بلاغت	۱۱۹
۶۔ صوتی حسن و ترنم	۱۲۱
۷۔ اَحوالِ غیب کا بیان	۱۲۳
الف) اُممِ سابقہ کے اَحوال و واقعات	۱۲۴

عنوانات	صفحہ
ب) مستقبل کی پیشین گوئیاں	۱۲۵
۱) غلبۂ روم کی پیشین گوئی	۱۲۵
۲) فتحِ مکہ کی پیشین گوئی	۱۲۶
۳) فتحِ خیبر کی پیشین گوئی	۱۲۷
۴) غلبۂ اسلام کی پیشین گوئی	۱۲۸
۸۔ نتیجہ خیزی کی ضمانت	۱۲۹
۹۔ اُمیّتِ صاحبِ قرآن	۱۳۲
۱۰۔ غیر معمولی رعب و دبدبہ	۱۳۴
❁ اچانک دیکھنے والوں کا مرعوب ہونا	۱۳۸
❁ میدانِ جنگ میں دشمن پر رعب طاری ہونا	۱۳۹
❁ ایک کافر کا مرعوب ہونا	۱۴۱
❁ سردارانِ قریش کا مرعوب ہونا	۱۴۲
❁ قیصرِ روم کا مرعوب ہونا	۱۴۳
❁ والئ یمن کے سفیر کے تاثرات	۱۴۴
۱۱۔ جوامعُ الکلم (کلام کی جامعیت و اختصار کا حُسن)	۱۴۵
❁ جوامعُ الکلم کی چیدہ چیدہ مثالیں	۱۴۶
۱۲۔ مالِ غنیمت کا حلال ہونا	۱۵۷
۱۳۔ تمام روئے زمین کا مسجد ہونا	۱۶۱
۱۴۔ حفاظت کا اُلوہی اِہتمام	۱۶۳
❁ حضور ﷺ کا خود حفاظتی تدابیر اِختیار فرمانا	۱۶۴

صفحہ	عنوانات
۱۶۷	✿ ذاتی حفاظت کا فریضہ انجام دینے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
۱۷۰	✿ حفاظتِ مصطفیٰ ﷺ کا اِعلانِ خداوندی
۱۷۲	✿ ذاتی حفاظت کی تدابیر خلافِ توکل نہیں
۱۷۲	✿ حفاظت کا قرآنی تصور
۱۷۴	✿ احادیثِ نبویہ میں حفاظت کا تصور
۱۷۷	۱۵۔ حضور ﷺ کے معترضین کو خود اللہ تعالیٰ کا جواب دینا
۱۹۵	۱۶۔ بے مثال فہم و فراست
۱۹۶	✿ فہم و فراست مصطفیٰ ﷺ کی چند تاریخی مثالیں
۱۹۶	ا۔ حجرِ اسود کی تنصیب
۱۹۷	۲۔ مواخاتِ مدینہ
۱۹۹	۳۔ میثاقِ مدینہ
۱۹۹	✿ میثاقِ مدینہ کے اثرات
۲۰۲	۴۔ دشمن کی تعداد معلوم کرنے کا حیرت انگیز طریقہ
۲۰۲	۵۔ غزوۂ اُحد میں حضور ﷺ کی دفاعی حکمتِ عملی
۲۰۳	۶۔ خندق کی تجویز قبول کرنا
۲۰۴	۷۔ صلح حدیبیہ
۲۰۵	۸۔ فتحِ مکہ
۲۰۶	۹۔ ایک شبہ کا اِزالہ

عنوانات	صفحہ
۱۷۔ خازن و قاسم ہونا	۲۰۷
❁ کوثر کا حقیقی مفہوم	۲۱۲
۱۸۔تشریعی اختیارات	۲۱۸
۱۔تشریعِ جنائی	۲۲۶
۲۔تشریعِ سبب	۲۲۸
۳۔تشریعِ کفارہ	۲۲۹
۴۔تشریعِ اَمر	۲۳۱
۵۔تشریعِ نہی	۲۳۳
۶۔تشریعِ شہادت	۲۳۴
۷۔تشریعِ اِستثناء	۲۳۴
۱۔ ریشمی کپڑا پہننے کا اِستثنائی حکم	۲۳۴
۲۔ سونا پہننے کا اِستثنائی حکم	۲۳۵
۱۹۔تکوینی اِختیارات	۲۳۸
۱۔ایک لڑکی کا قبر میں زندہ ہونا	۲۳۸
۲۔مردہ کا کلام کرنا	۲۳۹
۳۔ ذبح شدہ بکری کا زندہ ہونا	۲۴۱
۴۔لکڑی کی شاخ کا تلوار بننا	۲۴۲
۵۔ اُحد پہاڑ کا وجد میں آنا	۲۴۳
۶۔حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما پر آگ کا ٹھنڈا ہونا	۲۴۳

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

www.MinhajBooks.com

صفحہ	عنوانات
۲۴۴	۷۔ کھجور کے خشک تنے کا گریہ و زاری کرنا
۲۴۶	۸۔ ایک گستاخِ رسول کا چہرہ بگڑنا
۲۴۷	۲۰۔ ہوائے نفس سے حفاظت
۲۵۲	۲۱۔ شیطان سے حفاظت
۲۶۰	۲۲۔ ہمہ وقت مستجابُ الدعوات ہونا
۲۶۲	۱۔ عطائے علم و حکمت کی دعا
۲۶۳	۲۔ مال و اولاد میں کثرت و برکت کی دُعا
۲۶۶	۳۔ قحط سالی میں بارش کی دُعا
۲۶۸	۴۔ موسمی شدائد سے بچنے کی دُعا
۲۶۹	۵۔ مغفرت و رحمت اور غنائے قلب کی دُعا
۲۷۰	۶۔ درازئ عمر اور چہرے کی خوبصورتی کے لئے دُعا
۲۷۱	۷۔ تحفظِ عفت و عصمت کی دُعا
۲۷۲	۸۔ صحت و شفایابی کی دُعا
۲۷۳	۹۔ ہدایت یابی کے لئے دعا
۲۷۴	۱۰۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اِسلام کے لئے دعا
۲۷۶	۱۱۔ بچے کی ہدایت یابی کی دعا
۲۷۶	۱۲۔ سردارانِ مکہ کے حق میں بددعا اور اُس کا اثر
۲۷۷	۲۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی جسمانی قوت
۲۷۸	۱۔ خندق کا پتھر توڑنا
۲۷۸	۲۔ رکانہ پہلوان کو پچھاڑنا

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

www.MinhajBooks.com

صفحہ	عنوانات
۲۸۱	۳۔ ابوالا سود جمحی پہلوان کو پچھاڑنا
۲۸۲	۲۴۔ طہارتِ فضلات
۲۸۲	ا۔زمین کا فضلات نگل جانا اور وہاں سے خوشبو کا آنا
۲۸۵	۲۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فضلاتِ مبارکہ سے حصولِ برکت
۲۸۹	فضلات کی طہارت کا سائنسی وعقلی اِستدلال
۲۸۹	کیمیائی تبدیلیوں اور عملِ اِنہضام سے اِستدلال
۲۹۰	ا۔صیامِ وصال سے اِستدلال
۲۹۲	۳۔ پسینہ مبارک کی خوشبو سے اِستدلال
۲۹۴	عطر کا بدل نفیس ...... پسینہ مبارک
۲۹۶	۴۔ لعابِ دہن سے شفایابی سے اِستدلال
۲۹۷	۵۔جسم کی معجزانہ لطافت سے اِستدلال
۳۰۰	۶۔لمسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیدا ہونے والی خوشبو سے اِستدلال
۳۰۲	۷۔ بعداَز وِصال جسدِاَقدس کے سلامت رہنے سے اِستدلال
۳۰۳	۸۔ نباتات کی نشوونما سے اِستدلال
۳۰۴	۹۔ بدبودار کھاد اور پھولوں کی مہک سے اِستدلال
۳۰۴	۱۰۔ پاکیزہ فضاء کی صحبت سے اِستدلال
۳۰۴	۲۵۔ نیند میں بھی قلبِ اَطہر کا بیدار رہنا
۳۰۶	۲۶۔حالتِ نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل

عنوانات	صفحہ
۲۷۔ نزولِ اسرافیل علیہ السلام	۳۰۷
۲۸۔ چودہ نقباء یا وزراء کا عطا کیا جانا	۳۰۷
۲۹۔ کثرتِ معجزات	۳۰۸
۳۰۔ دجّال کے بارے میں تمام انبیاء سے زیادہ معلومات	۳۱۰
۳۱۔ اَفضلیتِ عہدِ نبوی ﷺ	۳۱۱
۳۲۔ ازواجِ مطہرات سے تاابد حرمتِ نکاح	۳۱۳
۳۳۔ صاحبزادی سے نسبی سلسلہ کا اِجراء	۳۱۴
باب دُوُم: برزخی خصائص	۳۱۵
❁ موت کے بعد حیات کیسے؟	۳۱۶
❁ اُصولِ شہادت پر اَولیاء کرام کی حیاتِ جاوداں کیسے؟	۳۲۰
❁ اُصولِ شہادت پر اَنبیاء کرام کی حیاتِ جاوداں کیسے؟	۳۲۲
❁ شہید کی موت تلوار سے حیات میں بدلتی ہے یا دیدار سے؟	۳۲۳
۱۔ قبر میں جسمِ اَطہر کا سلامت رہنا	۳۲۷
۲۔ قبرِ مبارک میں رِزق کی فراہمی	۳۳۳
۳۔ قبرِ اَنور میں نماز کی ادائیگی	۳۳۵
❁ علماء و محدثین کے اَقوال سے تائید	۳۴۰
❁ ایک اِشکال اور اُس کا جواب	۳۴۴
۴۔ روضۂ اقدس سے اَذان و اِقامت کی صدا	۳۴۶
۵۔ حیات و وِصال کا اُمت کیلئے موجبِ خیر ہونا	۳۵۰

صفحہ	عنوانات
۳۵۵	۶۔ سلامِ اُمت کی سماعت
۳۵۷	۷۔ اُمتیوں کے سلام کا جواب عطا فرمانا
۳۶۰	۸۔ ملائکہ کا بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں سلام پیش کرنا
۳۶۵	۹۔ اُمتیوں کے درود و سلام کا بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں خود پہنچنا
۳۶۸	❁ رِوایات میں تطبیق
۳۷۵	۱۰۔ اَحوالِ اُمت کا علم ہونا
۳۷۸	۱۱۔ درود بھیجنے والوں کے نام ونسب کا علم ہونا
۳۷۹	۱۲۔ روضۂ اقدس پر ستر ہزار ملائکہ کی حاضری
۳۸۱	۱۳۔ قبر میں ذریعۂ نجات ...... پہچانِ مصطفیٰ ﷺ
۳۸۳	❁ خلاصۂ کلام
۳۸۵	**باب سوم: اُخروی خصائص**
۳۸۷	**فصل اَوّل: قیامت میں ظاہر ہونے والے خصائص**
۳۹۰	۱۔ قبرِ انور سے اُٹھنے میں اَوّلیّت
۳۹۲	۲۔ ستر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں ظہورِ قدسی
۳۹۲	۳۔ براق پر سواری
۳۹۳	۴۔ تمام نوعِ انسانی کی قیادت
۳۹۳	۵۔ تمام اولاد آدم کی سرداری
۳۹۴	۶۔ لواءِ حمد کے علم بردار
۳۹۵	۷۔ جملہ اُمم حضور ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہوں گی
۳۹۶	۸۔ بارگاہِ ایزدی میں سجدہ کی سب سے پہلے اِجازت

عنوانات	صفحہ
۹۔انبیاء علیہم السلام کے اِمام اور خطیب	۳۹۷
۱۰۔ اہلِ محشر کے لیے نجات کی بشارت	۳۹۷
۱۱۔ پل صراط سے گزرنے میں اَوّلیت	۳۹۸
۱۲۔ پل صراط، میزان اور حوضِ کوثر پر غمگسارِ اُمت	۳۹۸
۱۳۔ مقامِ محمود کے منصب اعلیٰ پر فائز ہونا	۳۹۹
۱۴۔تمام اَوّلین و آخرین حضور ﷺ کی مدح سرائی کریں گے	۴۰۲
۱۵۔شفاعت میں اَوّلیت	۴۰۳
۱۶۔شفاعتِ کبریٰ کا شرفِ عظیم	۴۰۴
۱۷۔ روزِ قیامت تمام انبیاء و اُمم حضور ﷺ سے مدد طلب کریں گے	۴۱۱
۱۸۔حضور ﷺ کو خصوصی کلماتِ حمد کا عطا کیا جانا	۴۱۱
۱۹۔ اللہ تعالیٰ خود روزِ محشر حضور ﷺ کی رضا کو مقصود ٹھہرائے گا	۴۱۲
۲۰۔ روزِ قیامت خلعتِ فاخرہ کا عطا کیا جانا	۴۱۳
۲۱۔عرش پر کرسیٔ رحمان کے دائیں جانب حضور ﷺ کے مسند کا رکھا جانا	۴۱۴
۲۲۔ایک ہزار فرشتوں کا حضور ﷺ کا طواف کرنا	۴۱۶
۲۳۔ تمام اُمتوں اور پیغمبروں پر گواہی	۴۱۷
۲۴۔تمام اُمتوں پر اُمتِ محمدی ﷺ کی عددی کثرت	۴۱۷
فصل دُوُم: جنت میں ظاہر ہونے والے خصائص	۴۲۱
۱۔جنت کی کنجیاں دستِ مصطفیٰ ﷺ میں	۴۲۳
۲۔ جنت کا اِفتتاح دستِ مصطفیٰ ﷺ سے	۴۲۴
۳۔ جنت کے اعلیٰ ترین درجہ پر فائز ہونا	۴۲۶

عنوانات	صفحہ
۳۔ عطائے کوثر و تسنیم	۴۲۸
۴۔ رسولِ معظم ﷺ کے لئے جنت میں منبر کی تنصیب	۴۳۲
۵۔ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کو 'ابو محمد' کے لقب سے پکارا جائے گا	۴۳۴
۷۔ تمام اہلِ جنت کا وظیفہ مصحفِ محمدی ﷺ (قرآن مجید) ہو گا	۴۳۵
۸۔ تمام اہل جنت کی زبان، زبانِ محمدی ﷺ (عربی) ہو گی	۴۳۵
مآخذ و مراجع	۴۳۷

خصائصِ مصطفیٰ ﷺ

اِبتدائیہ

خصائص سے مراد وہ اوصاف و کمالات اور امور و معاملات ہیں جو کسی کی ذات کے ساتھ خاص ہوں اور کسی دوسرے میں نہ پائے جائیں۔ خالقِ کائنات نے انسانیت کی رشد و ہدایت کے لئے اپنے برگزیدہ بندوں کو پیغمبر بنا کر دنیا میں بھیجا تو انہیں دیگر انسانوں سے ممیّز کرنے کے لئے ان گنت اوصاف و کمالات سے متصف فرمایا۔ یہ اوصاف و کمالات ان کے خصائص کہلاتے ہیں اور اِنہی خصائص کی بنا پر انہیں عامة الناس کے مقابلے میں منفرد مقام حاصل ہے۔ جب نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مبعوث ہوئے تو مبدءِ فیض کی طرف سے آپ ﷺ کو ان تمام خصائص و امتیازات کا جامع بنایا گیا جو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام میں فرداً فرداً موجود تھے۔ اس پر مستزاد آپ ﷺ کو وہ بے پایاں اعزازات، القابات، تصرفات، معجزات، اور اختیارات عطا فرمائے گئے جو صرف آپ ﷺ کا طرۂ امتیاز اور خاصہ ہیں اور اس حوالے سے سابقہ انبیاء و رُسل میں سے کوئی آپ ﷺ کا ہمسر نہیں۔

جس کو جو کمال عطا ہوا وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے تصدق ہی سے عطا ہوا اور خوبی و کمال میں ہر کوئی آپ ﷺ ہی کا خوشہ چیں اور دست نگر ہے۔ صاحبِ قصیدہ بردہ نے آپ ﷺ کی شانِ رفیع کا ذکر کرتے ہوئے کیا خوب کہا:

وَ کُلُّهُم مِّن رَّسُولِ اللهِ مُلْتَمِسٌ
غرفاً مِّنَ الْبَحْرِ أَوْ رَشْفاً مِّنَ الدِّيَمِ

(تمام انبیاء حضور ﷺ کے بحرِ کرم و عطا سے چلو بھر رہے ہیں اور آپ ﷺ کے اَبرِ رحمت سے ہونٹ تر کر رہے ہیں۔)

یوں تو اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو دنیا و آخرت میں بے شمار خصائص و

امتیازات سے نوازا ہے جن کا احاطہ کرنا کسی انسان کے بس میں نہیں، تاہم آئندہ صفحات میں ان خصائص کا ذکر کیا جائے گا جن کا مطالعہ اہل محبت کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تعلق حبی و عشقی کو مزید مستحکم کرنے کا موجب بنے گا۔

خصائصِ مصطفیٰ ﷺ دو طرح کے ہیں:

ایک وہ جو آپ ﷺ کو دیگر انبیاء و رسل علیہم السلام کے مقابلے میں حاصل ہیں جیسے آپ ﷺ کا تخلیق میں اول ہونا، نبوت میں اول ہونا، خاتم النبیین ہونا، آپ ﷺ کو جوامع الکلم عطا کیا جانا، روزِ محشر آپ ﷺ کو مقام محمود پر فائز کیا جانا، شفاعت کبریٰ کا حق عطا کیا جانا، انبیاء علیہم السلام کی گواہی دینا کہ انہوں نے پیغامِ حق اپنی اپنی قوم کو پہنچا دیا تھا۔

دوسری قسم میں وہ خصائص آتے ہیں جو آپ ﷺ کو اپنی امت کے مقابلے میں عطا کئے گئے جیسے آپ ﷺ کے تشریعی اختیارات، نماز تہجد کی فرضیت، صومِ وصال وغیرہ۔

اہلِ سیرَ نے ان خصائص کی مزید تین قسمیں بیان کی ہیں:

۱۔ دُنیوی خصائص

۲۔ برزخی خصائص

۳۔ اُخروی خصائص

بابِ اَوّل

دُنیوی خصائص

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو دنیا میں جن خصائص سے سرفراز فرمایا ان کی تعداد بے شمار ہے۔ ان تمام خصائص کا احاطہ ممکن نہیں، تاہم ان میں سے بعض کا تذکرہ اِجمالی طور پر ذیل میں کیا جاتا ہے:

۱۔ تخلیق میں اَوّلیت

حضور نبی اکرم ﷺ ربِ کائنات کی تخلیق اول ہیں۔ عالمِ کون و مکاں کو ابھی وجود بھی نہیں ملا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عدم سے عالمِ وجود میں منتقل فرما دیا۔ قرآن و حدیث میں کئی مقامات پر ہمیں صراحتًا یا کنایۃً اس کا ذکر ملتا ہے۔

خلقتِ محمدی ﷺ کی اولیت پر مندرجہ ذیل آیتِ مبارکہ صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ○ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ بِذَالِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ○(۱)
>
> ’’فرما دیجئے کہ بیشک میری نماز اور میرا حج وقربانی (سمیت سب بندگی) اور میری زندگی اور میری موت اللہ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے○ اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں (جمیع مخلوقات میں) سب سے پہلا مسلمان ہوں○‘‘

آیتِ مبارکہ کے آخری کلمات ’وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ‘ قابلِ غور ہیں۔ یہاں اللہ جل مجدہٗ اپنے حبیب ﷺ کی زبانی یہ کہلوا رہے ہیں کہ جس خدا نے یہ کائنات پیدا کی

(۱) القرآن، الانعام، ۶: ۱۶۲، ۱۶۳

ہے اور جو اس کارخانۂ قدرت کا بلاشرکتِ غیرے مربی و کارساز ہے اسی نے مجھے یہ مقام بھی عطا فرمایا ہے کہ اس ساری کائنات میں سب سے پہلے اس کے حضور سر جھکانے والا بھی میں ہی ہوں۔ جس وقت میں نے بارگاہِ ایزدی میں سر جھکایا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا کائنات میں کوئی اور وجود نہ تھا جو سر جھکاتا یا اس کی ربوبیت کو تسلیم کرتا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کائنات میں کیا کیا چیز اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے؟ اس سلسلے میں قرآنِ مجید کی یہ آیۂ کریمہ قابلِ توجہ ہے جس میں فرمایا گیا:

وَ لَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ○ (۱)

”اور جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اس نے خوشی سے یا لاچاری سے (بہرحال) اسی کی فرمان برداری اختیار کی ہے اور سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے○“

یعنی کائنات سماوی و ارضی میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی عظمت کے سامنے اپنا سرِنیاز خم نہ کر رہی ہو۔ زمین و آسمان کی وسعتوں میں کوئی وجود ایسا نہیں جو خدا کی بندگی سے ناآشنا ہو۔ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اپنے معبودِ حقیقی کی بارگاہ میں سربسجود ہے اور اسی کی حمد و ثنا بیان کر رہا ہے۔

قرآنِ حکیم اس کی وضاحت یوں فرما رہا ہے:

اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا○ (۲)

”آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی (آباد) ہیں (خواہ فرشتے ہیں یا جن و انس) وہ اللہ کے حضور محض بندہ کے طور پر حاضر ہونے والے ہیں○“

---

(۱) القرآن، آلِ عمران، ۳:۸۳

(۲) القرآن، مریم، ۱۹:۹۳

حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی خدا کی بارگاہ میں سربسجود ہوئے، میکائیل علیہ السلام، عزرائیل علیہ السلام اور اسرافیل علیہ السلام بھی رب کائنات کے حضور سجدہ ریز ہوئے۔ لوح نے بھی سجدہ کیا، قلم نے بھی، فرشتے بھی سجدے کو جھکے اور جن و انس بھی، فرش نے بھی خدا کو سجدہ کیا اور عرش نے بھی، مکاں نے بھی اظہارِ بندگی کیا اور لامکاں نے بھی، غرضیکہ کائنات پست و بالا کی کوئی ذی روح اور غیر ذی روح چیز ایسی نہ ہوگی جس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اظہارِ بندگی کے طور پر سجدہ نہ کیا ہو۔ اب قرآنِ حکیم کا حضور ﷺ کے متعلق یہ کہنا کہ 'اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ' کہ جب اللہ رب العزت کی بارگاہ میں، میں نے سجدہ کیا میرے سجدے کا یہ عالم تھا کہ کائنات کی کوئی چیز اس وقت تک سجدہ کی اہل نہیں تھی، اس لئے کہ اس کا کوئی وجود ہی نہیں تھا کہ وہ سجدہ کرتی۔

جب حضور ﷺ کائنات میں سب سے پہلے ساجد، عابد، اللہ کے بندے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے ٹھہرے تو یہ ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ سے پہلے خدا کی کوئی مخلوق نہیں تھی، اگر کسی مخلوق کا وجود ہوتا تو وہی اللہ پر سب سے پہلے ایمان لاتی اور اقرارِ بندگی کرتی۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے اوّلُ الخلق ہونے پر درج ذیل آیہ کریمہ بھی دلالت کرتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ (۱)

''اور (اے رسولِ محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر ۝''

اس آیۂ کریمہ کی روشنی میں اگر غور کریں تو رحمت کے کئی درجے نظر آتے ہیں جو کائنات کی تخلیق اور اس کی نشوونما میں کارفرما ہیں۔

کسی بھی چیز کے لئے پہلی رحمت یہ ہے کہ وہ عدم سے وجود میں لائی جائے،

(۱) القرآن، الانبیاء، ۲۱:۱۰۷

جس طرح اس کا وجود میں آنا رحمت ہے اسی طرح اس وجود کا باقی رہنا اور بتدریج درجۂ کمال تک پہنچنا بھی رحمت ہے۔

جملہ رحمتیں جو کسی بھی وجود کی زندگی میں وارد ہوتی ہیں وہ سب اس کے ہونے پر منحصر ہیں۔ اگر کوئی چیز وجود ہی میں نہ آئے تو اس پر رحمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہٰذا سب سے پہلی رحمت تو کسی شے کو اس عالم میں وجود دینا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ۔(۱)

''وہی ہے جو (ماؤں کے) رحموں میں تمہاری صورتیں جس طرح چاہتا ہے بناتا ہے۔''

یہ اس ذات کا سب سے پہلا کرم ہے کہ وہ ہمیں جیسی چاہتا ہے شکل و صورت اور پیکرِ خاکی عطا کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ انسان کو وہ وقت یاد کرنا چاہئے کہ جب وہ کچھ بھی نہیں تھا اور اس کے رب نے اسے نیست سے ہست کر دیا:

هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا○(۲)

''بیشک انسان پر زمانے میں ایک ایسا بھی وقت گزرا ہے جب کوئی قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا (اس کا نام ونشان بھی نہ تھا، پھر ایک نطفے کی شکل اختیار کی اور تب کہیں بتدریج انسان بنا)○''

قرآن نے انسان کو بار بار وہ حالت یاد دلا کر...... جب وہ عالمِ وجود میں نہیں آیا تھا...... اللہ کا شکر بجا لانے کی ہدایت کی ہے۔

ارشاد فرمایا گیا:

---

(۱) القرآن، آلِ عمران، ۳:۶

(۲) القرآن، الدھر، ۷۶:۱

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِيْمِ ○ الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ ○ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ○(۱)

’’اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے ربِّ کریم کے بارے میں دھوکہ میں ڈال دیا○ جس نے تجھے (رحمِ مادر کے اندر ایک نطفہ میں سے) پیدا کیا، پھر اس نے تجھے (اعضاء سازی کیلئے ابتداءً) درست اور سیدھا کیا، پھر وہ تیری ساخت میں متناسب تبدیلی لایا○ جس صورت میں بھی چاہا اس نے تجھے ترکیب دے دیا○‘‘

مندرجہ بالا آیات سے یہ نکتہ واضح کرنا مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ کی کسی پر سب سے پہلی رحمت اس کو وجود عطا کرنا ہے۔

رحمت کا آغاز ہی اس وقت ہوتا ہے جب کسی شے کو وجود ملتا ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے متعلق فرمایا گیا کہ ’’آپ ﷺ کو ساری کائنات کے لئے مطلقاً رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔‘‘

معلوم ہوا کہ کائناتِ ہست و بود کی ہر شے کو وجود بھی حضور ﷺ کی رحمت کے تصدق سے ملا ہے، اس لئے اگر تخلیقِ وجود کے مرحلے میں آپ ﷺ کی رحمت شاملِ حال نہ مانی جائے تو پھر آپ ﷺ رحمۃً للعالمین نہیں رہتے اور اگر عالم کے آغاز پر رحمت نہ ہو تو آپ ﷺ کے رحمۃً للعالمین ہونے کا جواز باقی نہیں رہتا؟ اسی لئے حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے: محبوب! ہم نے تجھے کائنات کے آغاز سے انجام تک ہر مرحلہ کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ کائنات کی ہر چیز اپنے وجود، اپنی بقا اور حصولِ کمال کے ہر مرحلے اور درجے میں رحمتِ مصطفیٰ ﷺ کی محتاج ہے۔

جب یہ طے ہو گیا کہ کائنات اپنے وجود میں حضور ﷺ کی رحمت کی محتاج ہے تو

(۱) القرآن، الانفطار، ۸۲: ۶۔ ۸

یہ قانونِ فطرت اور اٹل حقیقت ہے کہ محتاج شے محتاج اِلیہ کے بعد آتی ہے، مثال کے طور پر:

۱۔ ہماری دنیوی زندگی اپنے وجود اور اس کی بقا کے لئے ہوا کی محتاج ہے اگر ہوا پہلے سے موجود نہ ہوتی تو ہم کبھی بھی وجود میں نہیں آ سکتے تھے۔ ہوا کے بغیر زندہ رہنے کا تصور بھی ممکن نہیں، لہٰذا اللہ تعالی نے ہوا کو پہلے پیدا فرمایا اور ہمیں زندگی بعد میں عطا کی۔

۲۔ اسی طرح زندگی پانی کی محتاج تھی، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پانی سے پیدا فرمایا ہے، اس لئے پانی کو پہلے پیدا کیا اور جو چیز پانی کی محتاج تھی اس کو پانی کے بعد تخلیق کیا۔

۳۔ اولاد اپنے وجود اور پیدائش و پرورش میں اپنے والدین کی محتاج ہے، والدین نہ ہوں تو اولاد کا ازخود وجود میں آنا ناممکنات میں سے ہے۔ اولاد اس وقت وجود میں آتی ہے جب والدین پہلے سے موجود ہوں۔

ان مثالوں سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ محتاج بعد میں آیا کرتا ہے اور محتاج الیہ یعنی جس کی احتیاج ہو اس کا پہلے موجود ہونا ضروری ہے۔

جب ساری کائنات حضور ﷺ کی رحمت کی محتاج ٹھہری تو لامحالہ قرآن کی اس آیتِ کریمہ کے مطابق ساری کائنات کو وجود بعد میں ملا اور حاملِ رحمت حضور ﷺ کی خلقت اور رحمت کا آغاز پہلے ہوا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے اصلِ کائنات ہونے کی شہادت خود قرآنِ حکیم کی درج ذیل آیۂ کریمہ فراہم کر رہی ہے:

وَ النَّجْمِ إِذَا هَوٰى ۝ (۱)

’’قسم ہے ستارے (یعنی نورِ مبین) کی جب وہ (معراج سے) اُترا ۝‘‘

(۱) القرآن، النجم، ۵۳:۱

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

آیتِ مذکورہ میں ''النجم'' کا ایک معنی اصل ہے اور اصل جڑ کو کہتے ہیں۔ وہ حدیث جس کی کوئی اصل نہ ہواس کے بارے میں محدثین کہتے ہیں:

هذا الحديث لا نجم له۔

''یہ وہ حدیث ہے جس کی کوئی اصل، بنیاد اور جڑ نہیں۔''

یہاں حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات کو اصل کہا گیا ہے کہ اے محبوب! تمہاری قسم، تم ہی کائنات کی اصل ہو۔ یاد رہے کہ کسی شے کی جڑ (اصل) وہ حصہ ہے جہاں سے اس شئے کا آغاز ہو رہا ہوتا ہے۔ چونکہ جڑ سے درخت کو شادابی اور نمو عطا ہوتی ہے، تنا نکلتا ہے، کونپلیں پھوٹتی، شاخیں بنتی، پتے اور پھول پھل لگتے ہیں۔ اس لئے سارے کا سارا درخت جڑ کا مرہون منت ہے۔

اس مقام پر ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب باری تعالی حضور ﷺ کو اصل کہہ رہا ہے تو یہاں اصل سے کیا مراد ہے؟ اس لئے کہ اصل کے لئے کوئی شے چاہئے، جیسے کسی پودے کی اصل یا کسی عمارت کی اصل وغیرہ وغیرہ۔

قرآن مجید کے اس مقام پر نظر دوڑائی جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں اس امر کا کوئی ذکر نہیں کہ حضور ﷺ کس کی اصل ہیں۔ کسی چیز کی طرف اضافت نہیں کہ آپ ﷺ فلاں شے کی اصل اور جڑ ہیں بلکہ مطلقاً اصل فرمایا گیا۔ عربی گرائمر کا قاعدہ یہ ہے کہ اضافت کی وجہ سے کسی شے کا ذکر خاص ہو جاتا ہے، جیسے کسی لگائے ہوئے پودے کی جڑ کہہ دی جائے تو وہ فقط اس کی اصل ہوگی اور وہ کسی اور شے کی اصل نہیں ہو سکتی۔ اگر وہ پودا چنبیلی ہے تو وہ اصل چنبیلی کی ہوگی کسی اور پودے کی نہیں۔

مگر یہاں فرمایا جارہا ہے: محبوب! تیرے اصل ہونے کی اضافت کس شئے کی طرف کی جائے کہ تُو تو ساری کائنات کی اصل ہے۔ تو ہی كَانَ وَ مَا يَكُوْنُ (جو کچھ کائنات میں ہوا، ہو رہا ہے یا ہوگا، اس کی) اصل ہے۔ بقول اقبالؒ:

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

لہٰذا وَ النَّجْمِ سے قسم کھانے کا مفہوم یہ ہوا کہ اے محبوب! تو کائنات اور موجوداتِ کائنات کے ہر فرد کی اصل ہے، اے محبوب! قسم ہے تیرے پوری کائنات کے اصل ہونے کی اور اس نقطۂ آغاز کی جس سے کائنات کی ہر شئے کو وجود ملا ہے۔

حضور ﷺ کا اصلِ کائنات ہونا درج ذیل آیہ کریمہ سے بھی ثابت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ○ (۱)

''(اُس کے یہاں تو بس ارادہ کی دیر ہے) اُس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے اس سے کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے ○''

اس کا مفہوم یہ ہوا کہ ہر شے کو اللہ تعالیٰ کے اَمرِ 'کُن' سے خلعتِ وجود دیا جاتا ہے اور اس کائنات میں پہلا امرِ 'کُن' جو ہوا وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وجود گرامی میں صورت پذیر ہوا۔ اسی لئے اصلِ کائنات یعنی حضور ﷺ کی قسم کھائی گئی۔

حضور ﷺ کے درج ذیل فرمودات بھی آپ ﷺ کی تخلیق میں اولیت پر دلالت کرتے ہیں:

۱۔ امام بخاریؒ کے دادا استاد امام عبدالرزاقؒ نے اپنی تالیف '**المُصَنَّف**' میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث نقل کی ہے جسے ائمہ و محدثین کی کثیر تعداد نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

قلت: یا رسول اللہ! بأبی أنت و أمی! أخبرنی عن أوّل شئ خلقه

---

(۱) القرآن، یٰسین، ۳۶:۸۲

الله تعالیٰ قبل الأشياء، قال: يا جابر! إن الله تعالى قد خلق قبل الأشياء نور نبيک من نوره، فجعل ذلک النور يدور بالقدرة حيث شاء الله تعالى، ولم يکن في ذلک الوقت لوح ولا قلم، ولا جنة ولا نار، ولا ملک، ولا سماء ولا أرض، ولا شمس ولا قمر، ولا جن ولا إنس، فلما أراد الله تعالى أن يخلق الخلق، قسم ذالک النور أربعة أجزاء: فخلق من الجزء الأوّل القلم، و من الثاني اللوح، ومن الثالث العرش، ثم قسم الجزء الرابع أربعة أجزاء، فخلق من الأوّل حملة العرش، و من الثاني الکرسي، و من الثالث باقي الملائکة، ثم قسم الجزء الرابع أربعة أجزاء، فخلق من الأوّل السموت، ومن الثاني الأرضين، و من الثالث الجنة والنار۔ ......(۱)

''میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے بتائیں کہ اللہ تعالی نے سب سے پہلے کیا چیز پیدا فرمائی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اے جابر! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا، پھر وہ نور مشیتِ ایزدی کے مطابق جہاں چاہتا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتہ تھا، نہ آسمان تھا، نہ زمین، نہ سورج تھا نہ چاند، نہ جن تھا اور نہ انسان۔ جب اللہ تعالی نے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرے تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا: پہلے حصے سے قلم

(۱) ۱۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۱:۷۱
۲۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۱:۸۹۔۹۱
۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱:۵۰
۴۔ عجلونی نے 'کشف الخفا (۱:۳۱۱، رقم: ۸۱۱)' میں مذکورہ حدیث کونقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام عبد الرزاق نے اسے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے 'المصنف' میں روایت کیا ہے۔

بنایا، دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔ پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے حصے سے عرش اٹھانے والے فرشتے بنائے اور دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے۔ پھر چوتھے کو مزید چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے سے آسمان بنائے، دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت اور دوزخ......‘‘

اِس حدیث کو آج تک اتنے کثیر ائمہ و محدثین نے ذکر کیا ہے کہ یہ قبولِ عام درجہ حاصل کر چکی ہے۔

نور محمدی ﷺ کے کائنات میں سب سے پہلے تخلیق کئے جانے اور آپ ﷺ کو تخلیقِ آدم سے بھی پہلے شرفِ نبوت سے بہرہ یاب کئے جانے کے تذکرے بہت سی احادیث میں آئے ہیں، جنہیں مختلف الفاظ میں امام بخاری نے ’التاریخ الکبیر‘ میں، امام مسلم نے ’الصحیح‘ میں، امام احمد بن حنبل نے ’المسند‘ میں، امام حاکم نے ’المستدرک‘ میں، امام ترمذی نے ’الجامع الصحیح‘ میں، امام بیہقی نے ’دلائل النبوۃ‘ میں، امام بغوی نے ’شرح السنۃ‘ میں، خطیب تبریزی نے ’مشکوۃ المصابیح‘ میں اور امام دیار بکری نے ’تاریخ الخمیس‘ وغیرہ میں روایت کیا ہے۔ اسی طرح ابونعیم، بزار، طبرانی، ابن حبان، ابن سعد، ابن عساکر، خرائطی، خطیب بغدادی، حافظ ابوبکر، زرکشی، عسقلانی، قسطلانی، زرقانی، سیوطی اور ابن جوزی وغیرہم نے بھی ایسی بہت سی احادیث کی تخریج کی ہے اور ان پر اعتماد کیا ہے۔ علاوہ ازیں محمد فاسی نے ’مطالع المسرات‘ میں، قاضی عیاض نے ’الشفاء‘ میں، ابن حجر مکی نے ’الفتاوی الحدیثیۃ‘ میں، ملا علی قاری نے ’مرقاۃ المفاتیح‘ اور ’شرح الشفاء‘ میں، عبدالغنی نابلسی نے ’الحدیقۃ الندیۃ‘ میں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ’مدارج النبوۃ‘ میں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ’تفہیماتِ الٰہیۃ‘ میں ان احادیث کو نقل کر کے ان سے استناد کیا ہے۔ امام شعرانی، امام آلوسی، امام نبہانی حتی کہ مولانا اشرف علی تھانوی اور بہت سے دیگر متاخرین نے بھی ان احادیث و روایات کو اپنی کتب میں نہ صرف نقل کر کے ان کی توثیق و تائید کی ہے بلکہ مستقل ابواب قائم کر کے انہیں ثابت بھی کیا ہے۔

گویا حضور نبی اکرم ﷺ کے نورِ مبارک کی کائناتِ ہست و بود میں اولین تخلیق اس کے عالمِ ارواح میں ملکوتی قیام اور عالمِ اجساد میں ناسوتی سفر کا ذکر، ائمہ حدیث، اہل سیر، اصحابِ فضائل اور محققین کے ہاں آج تک تواتر سے ہوتا چلا آ رہا ہے اور اعتقاداً اسی پر متقدمین و متاخرین کا اجماع رہا ہے۔

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كنت أوّل النبيين في الخلق و آخرهم في البعث۔(۱)

''میں تخلیق کے لحاظ سے تمام انبیاء سے اَوّل اور مبعوث ہونے کے اعتبار سے سب سے آخری (نبی) ہوں۔''

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: كنتُ نورا بين يدي ربي قبل خلق آدم عليه الصلٰوة و السلام بأربعة عشر ألف عام۔(۲)

''حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کی بارگاہ میں نور کی صورت میں موجود تھا۔''

---

(۱) ۱۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۳: ۲۸۲، رقم: ۴۸۵۰
۲۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۴: ۴۱۱، رقم: ۷۱۹۵
۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۴۷۰
۴۔ مناوی، فیض القدیر، ۵: ۵۳
۵۔ عجلونی، کشف الخفا، ۲: ۱۶۹، رقم: ۲۰۰۷

(۲) ۱۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۱: ۴۷
۲۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۱: ۹۵
۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۳۰
۴۔ عجلونی، کشف الخفا، ۱: ۳۱۲
۵۔ عجلونی، کشف الخفا، ۲: ۱۷۰

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

مولانا اشرف علی تھانوی ’نشر الطیب (ص:۱۷)‘ کے پہلے باب میں اس قسم کی تقریباً سب روایات کو اکٹھا کرتے ہوئے مذکورہ بالا حدیث سے استنباط و استشہاد کرتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے: ’’اس حدیث میں بیان کی گئی مدت چودہ ہزار سال سے مراد اس سے زیادہ تو ہوسکتی ہے اس سے کم نہیں اور رہی یہ بات کہ مدت کی تخصیص کیوں کی گئی تو عین ممکن ہے اس مجلس میں کوئی تذکرہ ہی ایسا ہو رہا ہو جس پر حضور ﷺ نے فرما دیا کہ تم چودہ ہزار سال کی بات کرتے ہیں تو اس وقت بھی اللہ تعالی کی بارگاہ عالیہ میں موجود تھا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی ابھی تخلیق بھی نہ ہوئی تھی۔

۴۔ کائنات میں تخلیقِ آدم سے پہلے حضور ﷺ کب سے موجود تھے اس کا تعین کوئی بھی نہیں کرسکتا۔ علامہ حلبی نے روایت نقل کی ہے:

عن أبی هريرة رضی الله عنه: أن رسول الله ﷺ سأل جبريل، فقال: يا جبرائيل! کم عمرت من السنين؟ فقال: يا رسول الله! لست أعلم غير أن فی الحجاب الرابع نجما يطلع فی کل سبعين ألف سنة مرة، رأيته اثنين و سبعين ألف مرة۔ فقال: يا جبرائيل! و عزة ربی جل جلالهٗ أنا ذلک الکوکب۔(۱)

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امین سے دریافت فرمایا: جبرئیل! ذرا یہ تو بتاؤ کہ تمہاری عمر کتنی ہے؟ حضرت جبرئیل نے عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی عمر کا تو مجھے صحیح اندازہ نہیں لیکن اتنا یاد ہے کہ (ساری کائنات کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حجاباتِ عظمت میں سے) چوتھے پردہ عظمت میں ایک (نورانی) ستارہ چمکا کرتا تھا اور وہ ستارہ ستر (۷۰) ہزار سال کے بعد ایک مرتبہ چمکتا تھا اور میں نے اپنی زندگی میں وہ نورانی ستارہ بہتّر (۷۲) ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ حضور ﷺ فرمانے لگے: جبرئیل! مجھے اپنے ربِ ذوالجلال کی عزت کی قسم! وہ (چمکنے والا)

(۱) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱:۳۰

ستارہ میں ہی ہوں۔‘‘

۵۔ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس ہی وَجہِ تکوینِ کائنات ہے لیکن اس حقیقت ازلی کا ادراک انسانی عقل نہیں کر سکتی، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

یا أبابکر! و الذی بعثنی بالحق! لم یعلمنی حقیقه غیر ربی۔(۱)

’’اے ابوبکر! مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میری حقیقت میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔‘‘

قرآن و حدیث میں جو حقیقت بیان ہوئی ہے اس کی تصدیق موجودہ سائنس کر رہی ہے۔ اس مضمون پر سائنسدانوں کی تحقیقات جو اُنہوں نے مادی کائنات، اجرامِ فلکی، ارضی و سماوی طبقات اور زیریں و بالا کائنات کے حوالے سے کیں وہ حتمی و قطعی نہیں ہو سکتیں کہ قطعی و حتمی علم فقط اللہ اور اس کے رسولِ مقبول ﷺ ہی کا ہے، لیکن یہ بات طے ہے کہ سائنسی تحقیقات اگرچہ ظنی ہیں مگر وہ راستہ دکھاتی اور موجود معلومات (findings) کی تطبیق کے لئے علمی بنیادیں فراہم کرتی ہیں۔

جدید سائنسی تحقیقات کی رو سے کائنات ایک خلقی وحدت سے وجود میں آئی، جس کا آغاز ایک بڑے حادثے سے ہوا، جسے سائنس نے عظیم دھماکے کے نظریے (Big Bang Theory) کے تحت پیش کیا ہے۔ یہ دھماکہ اچانک ہوا۔ لیکن یہ سوال کہ وہ چیز جو ایک وحدت تھی کیا تھی، اس کا جواب سائنس حتمی طور پر دینے سے قاصر ہے۔ تاہم مسلسل تجربات و مشاہدات کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ وہ چیز جس نے کائناتِ زیریں و بالا کے وجود کو ایک وحدانی قوت (Unified Force) کے ذریعے باہم ملا رکھا تھا۔ ایک انرجی اور ایک نور تھا، اس نور کی تقسیم سے ارضی و سماوی کائنات وجود میں آئی اب ظاہر ہے وہ توانائی (energy) جس سے کائنات معرض وجود میں آئی خدا کی ذات نہیں ہو سکتی کیونکہ خدا کی ذات تقسیم ہونے سے پاک ہے۔ وہ نورِ محمدی ﷺ تھا جس کی

(۱) فاسی، مطالع المسرات: ۱۲۹

تائید مذکورہ بالا احادیث سے ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہے کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کو تخلیق میں اَوّل ہونے کا شرف حاصل ہے۔

۲۔ نبوت میں اوّلیت

جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کو خلقت میں شرف اوّلیت حاصل ہے اسی طرح آپ ﷺ کو منصبِ نبوت و رسالت پر فائز کئے جانے کے باب میں بھی اوّلیت حاصل ہے۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قالوا: یا رسول اللہ! متی وجبت لک النبوۃ؟ قال: و آدم بین الروح و الجسد۔(۱)

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ ارشاد فرمائیے کہ آپ کو شرف نبوت سے کب نوازا گیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: (میں اس وقت بھی نبی تھا) جب کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق ابھی روح اور جسم کے مرحلے میں تھی۔''

ملا علی قاری **بین الروح و الجسد** کا مطلب بیان کرتے ہیں:

و انہ مطروح علی الأرض صورۃ بلا روح، والمعنی قبل تعلق روحہ بجسدہ۔ (۲)

''یعنی حضرت آدم علیہ السلام جب بغیر روح کے اپنے پیکر خاکی کے ساتھ زمین پر

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۸۵، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۰۹
۲۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۲: ۱۳۰
۳۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۲: ۱۷۰

(۲) ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، ۱۱: ۵۸

موجود تھے مراد یہ کہ جب ان کی روح اور ان کے جسد عنصری کا آپس میں کوئی تعلق قائم نہ ہوا تھا۔‘‘

حدیث مذکورہ کا مطلب یہ نہ لیا جائے کہ تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے نبوت محمدی کا ثبوت محض علمِ الٰہی میں تھا، عالمِ خارج میں نہ تھا کیونکہ حدیث کی اس طرح تفہیم سے تو حضور ﷺ کی کوئی امتیازی فضیلت باقی نہیں رہتی۔ اس لئے کہ علمِ الٰہی میں تو تمام انبیاء کی نبوتیں تھیں، لیکن یہاں تو حضور ﷺ کی نبوت کی امتیازی خصوصیت بیان ہو رہی ہے۔ مزید یہ کہ ’علم الٰہی‘ میں حضور ﷺ کا نبی ہونا کب سے تھا؟ یہ سوال تو سائلین کے ذہن میں بھی نہ تھا کیونکہ اس امر کے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی، کائنات کی ہر چیز تخلیق کائنات سے پہلے علمِ الٰہی میں تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سوال تو یہ تھا کہ حضور ﷺ کے لئے نبوت کس وقت ثابت اور واجب ہوئی۔ ثبوت وجود کو مستلزم ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ خلقت محمدی ﷺ تو ساری کائنات سے پہلے ہو چکی تھی لیکن شرفِ نبوت سے حضور ﷺ کو کس وقت ہمکنار کیا گیا؟ جس کا جواب حضور ﷺ یہ دے رہے ہیں کہ میں اس وقت سے نبی ہوں جب آدم علیہ السلام کی تخلیق بھی عمل میں نہ آئی تھی۔

ہمارے نقطۂ نظر کی مزید وضاحت علامہ انور شاہ کشمیری کی بیان کردہ اس حدیث کی شرح سے ہو جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

أی کان النبی ﷺ نبیاً، و جرت علیه أحکام النبوة من ذالک الحین بخلاف الأنبیاء السابقین، فإن الأحکام جرت علیهم بعد البعثة۔ (۱)

’’یعنی نبی ﷺ اس وقت بھی نبی تھے اور آپ پر احکام نبوت جاری ہو چکے تھے بخلاف انبیاء سابقین کے کہ ان پر احکام نبوت کا اجراء بعثت کے بعد ہوتا ہے لیکن حضور ﷺ کی نبوت مع احکام تخلیق آدم سے سے بھی پہلے واقع ہوئی۔‘‘

علامہ کشمیری نے اس سلسلے میں حضرت جامی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

---

(۱) انور شاہ کاشمیری، العرف الشذی بر حاشیہ جامع الترمذی، ۲:۲۰۲

انه ﷺ کان نبیا قبل النشأۃ العنصریۃ۔(۱)

’’حضور ﷺ وجودِ عنصری پانے سے بھی پہلے نبی تھے۔‘‘

طیبی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال کہ آپ کو نبوت کب حاصل ہوئی کے جواب میں تھا، لہٰذا حضور ﷺ کے جواب کا معنی بھی یہی ہو گا کہ مجھے نبوت اس وقت سے حاصل ہے جب کہ آدم علیہ السلام ابھی وجود اور عدمِ وجود کی درمیانی حالت میں تھے۔(۲)

امام قسطلانی فرماتے ہیں:

فتحمل ھذہ الروایۃ علی وجوب نبوتہ و ثبوتھا و ظھورھا فی الخارج۔(۳)

’’یہ حدیث تخلیقِ آدم علیہ السلام سے قبل نبوت محمدی ﷺ کے وجوب، ثبوت اور ظہور کی دلیل ہے۔‘‘

۲۔ اس امر کی مزید وضاحت خود ایک حدیثِ صحیح سے بھی ہو جاتی ہے جس میں آپ ﷺ نے اپنے ’وصفِ ختم نبوت‘ کے بارے میں بیان فرمایا کہ وہ تخلیق آدم سے پہلے عنداللہ لکھا جا چکا تھا۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

انه قال ﷺ: إنی عند اللہ مکتوب خاتم النبین و إن آدم لمنجدل فی طینتہ، و سأخبرکم بأوّل ذلک دعوۃ إبراھیم، و بشارۃ عیسیٰ، و رؤیا أمی التی رأت حین وضعتنی، أنه خرج منھا نور

---

(۱) انور شاہ کاشمیری، العرف الشذی برحاشیہ جامع الترمذی، ۲:۲۰۲

(۲) ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، ۱۱:۵۸، باب فضائل سید المرسلین ﷺ

(۳) قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۱:۶۰

أضاءت لها منه قصور الشام۔(۱)

’’حضور ﷺ نے فرمایا: میں اللہ تعالی کے ہاں اس وقت سے خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی خمیر سے پہلے مٹی میں تھے اور میں تمہیں بتاؤں کہ میری نبوت کے بارے میں پہلی خبر ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت تھی اور اس کے علاوہ میری والدہ کا وہ خواب تھا جو انہوں نے میری ولادت سے پہلے دیکھا تھا اور انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا جس کے سبب شام کے محلات روشن ہو گئے۔‘‘

صاف ظاہر ہے کہ مطلق شرفِ نبوت اور وصفِ ختم نبوت میں فرق ہے۔ وصفِ ختمِ نبوت کے ثبوت کے لئے تمام انبیاء و مرسلین کے بعد مبعوث ہونا شرط تھا۔ اس لئے اس وصف کے ذکر میں ’إنی عنداللہ مکتوب خاتم النبیین (میں اللہ کے ہاں خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا)‘ کے الفاظ بیان فرمائے، لیکن مطلقاً شرف نبوت کے لئے بعدیت اور آخریت یعنی سب کے بعد اور آخر میں آنے کی شرط نہ تھی۔ اس لئے اس شرف کا فی الواقع ثابت ہونا بیان فرمایا گیا۔ اگر یہ فرق نہ ہوتا تو پہلی حدیث میں بھی صحابہ کے سوال کے جواب میں یہ کہا جا سکتا تھا کہ میں خدا کے ہاں نبی لکھا جا چکا تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔

(۴) ۱۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱:۵۱۲، رقم: ۲۰۹۳
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۱۲۷، ۱۲۸
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۳۱۳، رقم: ۶۴۰۴
۴۔ حاکم نے ’المستدرک (۲:۶۵۶، رقم: ۴۱۷۵)‘ میں اسے صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔
۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۸:۲۵۲، ۲۵۳، رقم: ۶۲۹، ۶۳۰: ۲۵۳، رقم: ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱
۶۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۳۴، رقم: ۱۳۸۵
۷۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۶:۶۸، رقم: ۱۷۳۶
۸۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱:۶۷، رقم: ۲۳۰
۹۔ بخاری، التاریخ الصغیر، ۱:۱۳، رقم: ۳۳
۱۰۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۱۴۹

ثبوتِ نبوت کے لئے فرمایا کہ میرے لئے نبوت واجب اور ثابت ہو چکی تھی اور ختمِ نبوت کے لئے فرمایا کہ میں خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا۔ ان دونوں ارشادات میں اندازِ بیان اور اسلوب کا فرق اس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح عیاں کر رہا ہے کہ نبوتِ محمدی ﷺ کو وجود کے اعتبار سے اولیت حاصل ہے اور محدثین کرام کی تصریحات بھی اسی مفہوم کی مؤید ہیں۔

۳۔ مذکورہ بالا مفہوم حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث صحیح سے بھی ثابت ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں:

قلت: یا رسول اللہ! متی کتبتَ نبیا؟ قال ﷺ: و آدم بین الروح والجسد۔(۱)

''میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کب سے نبی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس وقت سے نبی ہوں جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے مرحلہ میں تھے۔''

۴۔ یہی حدیث ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

قلت لرسول اللہ ﷺ: متی کنت نبیا؟ قال: و آدم بین الروح و

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۵۹

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷:۳۲۹، رقم: ۳۶۵۵۳

۳۔ ابن ابی عاصم نے 'السنہ (۱:۱۷۹، رقم: ۴۱۰)' میں کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے تمام رجال صحیح حدیث والے اور ثقہ ہیں۔

۴۔ طبرانی نے 'المعجم الکبیر (۱۲:۹۲، رقم: ۱۲۵۷۱)' اور 'المعجم الاوسط (۴:۲۷۲، رقم: ۴۱۷۵)' میں یہ حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

۵۔ مقدسی نے 'الاحادیث المختارہ (۹:۱۴۲، ۱۴۳، رقم: ۱۲۳، ۱۲۴)' میں ابن الجد عا سے روایت کی ہے۔

۶۔ ہیثمی نے '(مجمع الزوائد، ۸:۲۲۳)' میں کہا ہے کہ یہ حدیث احمد اور طبرانی نے روایت کی ہے اور اس کے رواۃ ثقہ ہیں۔

۷۔ اصبہانی، حلیۃ الاولیاء، ۷:۱۲۲

الجسد۔(۱)

۵۔ عامر شعبی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قال رجل: يا رسول اللہ! متی استنبئت؟ قال: و آدم بين الروح و الجسد، حين أخذ مِنّی الميثاق۔(۲)

''ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو کب نبی بنایا گیا تھا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: آدم علیہ السلام اس وقت روح اور جسم کے درمیان تھے جبکہ مجھ سے نبوت کا میثاق لیا گیا۔''

۶۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قلت: يا رسول اللہ! متی أخذ ميثاقک؟ قال: و آدم بين الروح والجسد۔(۳)

''یا رسول اللہ! آپ سے (نبوت کا) میثاق کب لیا گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ ابن ابی شیبہ، ۷: ۳۲۹، رقم: ۳۶۵۴۸

۲۔ حاکم نے 'المستدرک (۲: ۶۶۵، رقم: ۴۲۰۹)' میں کہا ہے یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

۳۔ احمد بن حنبل نے 'المسند (۴: ۶۶)' میں کنت کی بجائے جعلت کا لفظ ذکر کیا ہے۔

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰: ۳۵۳، رقم: ۸۳۳

۵۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۷: ۳۷۴، رقم: ۱۶۰۶

۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۱۴۸

۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷: ۵۹، ۶۰

۸۔ اصبہانی، حلیۃ الاولیاء، ۹: ۵۳

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۱۴۸

۲۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۲: ۱۷۰، رقم: ۲۰۰۷

(۳) طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۱۱۹، رقم: ۱۲۶۴۶

(اس وقت) جب آدم علیہ السلام کی تخلیق روح اور جسم کے درمیانی مرحلے میں تھی۔''

اس حدیث کے بعد تامل کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کیونکہ حدیث کی شرح خود حدیث نے کر دی ہے۔ اس میں سوال کے الفاظ بھی بڑے واضح ہیں کہ آپ کو منصبِ نبوت پر کب فائز کیا گیا اور جواب بھی بڑا واضح ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ میثاقِ نبوت اس میثاقِ انبیاء سے بالکل مختلف تھا جس کا ذکر ہو چکا ہے۔

ابن سعد نے یہی الفاظ حضرت ابن ابی الجدعاء رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کئے ہیں۔

احادیث مذکورہ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولیتِ نبوت بتمام وکمال ثابت ہو رہی ہے۔

۳۔ عالمِ ارواح میں تصدیقِ رِسالت کا اعزاز

عالم ارواح میں جب تمام انبیاء کرام کو خلعتِ نبوت سے مشرف فرمایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان ذواتِ مقدسہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت و تائید کا پختہ عہد لیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتَابٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ط قَالُوْا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○(۱)

''اور (اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر دوں پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو

(۱) القرآن، آل عمران، ۳:۸۱

تمہارے ساتھ ہوں گی تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کروگے، فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا اور اس (شرط) پر میرا بھاری عہد مضبوطی سے تھام لیا؟ سب نے عرض کیا: ہم نے اقرار کرلیا۔ فرمایا کہ تم گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے جب تمام پیغمبروں سے ان کی نبوتوں اور رسالتوں کے مناصب کا حلف لیا تو اس وقت بڑے اہتمام سے اس حلف کے ساتھ ساتھ ان انبیاء کو بطور خاص یہ باور کرایا گیا کہ تمہیں نبوت و رسالت کی عظیم نعمت اور جلیل القدر منصب تو دے رہا ہوں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ تم میں سے ہر ایک کی نبوت و رسالت میرے محبوب خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے چراغِ نبوت و رسالت سے مستنیر ہو گی۔ تمہاری نبوت، نبوتِ محمدی ﷺ کے فیضان سے فیض یاب ہو گی۔ لہٰذا تمہیں یہ نبوت و رسالت کا حلف اس طرح دینا ہو گا: ’’باری تعالیٰ! ہم نہ صرف اپنی نبوت و رسالت کا اقرار کرتے ہیں اور اس کی ذمہ داریاں قبول کرتے ہیں بلکہ نبوت و رسالتِ مصطفیٰ ﷺ پر بھی ایمان لاتے ہیں۔‘‘

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ تمام نبی پہلے حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت پر ایمان لائے، اور اس ایمان لانے کے صدقے اور اس اقرار کے صلے میں انہیں نبوت کے منصب پر فائز کیا گیا۔

امام قسطلانی نے روایت نقل کی ہے:

إن الله تعالى لما خلق نور نبينا محمد ﷺ، أمره أن ينظر إلى أنوار الأنبياء عليهم السلام، فغشيهم من نوره ما أنطقهم الله به، فقالوا: يا ربنا! من غشينا نوره؟ فقال الله تعالى: هذا نور محمد بن عبدالله، إن امنتم به جعلتكم أنبياء، قالوا: آمنا به و بنبوته۔ فقال الله تعالى: أشهد عليكم؟ قالوا: نعم، فذالک قوله تعالى: وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ ......(١)

(١) قسطلانی، المواهب اللدنیہ، ١: ٦٦، ٦٧

’’بیشک جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محمد ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا تو اس کو حکم دیا کہ انبیاء کی ارواح کی طرف متوجہ ہو۔ پس اس نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے ان سب کو اپنے نور سے ڈھانپ لیا۔ ان سب نے عرض کیا: اے ہمارے رب کس کے نور نے ہمیں ڈھانپ لیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ محمد بن عبداللہ کا نور ہے، اگر تم اُن پر ایمان لاؤ تو میں تم سب کو منصب نبوت پر فائز کر دوں گا۔ انہوں نے کہا: ہم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تم پر (اس حوالے سے) گواہ ہوں۔ انہوں نے کہا: جی ہمارے رب۔ قرآنِ حکیم میں اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: اور (اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب ......۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت کی تصدیق کر کے انبیاء کرام علیہم السلام نے جب اپنی اپنی نبوت کے مناصب حاصل کئے تو یہ انہیں عمومی حیثیت سے نہیں عطا کئے گئے تھے بلکہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کی رسالت کی تصدیق کرنے کے لئے آپ ﷺ کے شایانِ شان تمام انبیاء کرام کی مجلس منعقد فرمائی اور سب سے ایسا وعدہ لیا کہ نہ صرف انہیں ایک دوسرے کا شاہد بنایا بلکہ خود اپنے محبوب ﷺ کی نبوت کے گواہوں میں شامل ہونے کا اعلان فرما دیا۔

زیرِ نظر آیتِ مبارکہ میں کلمہ ’اِذْ‘ قابلِ توجہ ہے۔ قرآنِ حکیم میں جہاں کہیں بھی لفظ ’اِذْ‘ سے کسی بات کا آغاز ہوتا ہے اس سے ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ کرنا اور توجہ دلانا مقصود ہوتی ہے جب وہ فی الحقیقت رونما ہوا۔

کلمہ ’اِذْ‘ کا معنی اُردو میں ’جب‘ ہے۔ ایسی آیات مبارکہ کے ترجمے میں اکثر ’یاد کر‘ آتا ہے، مثلاً وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ (اور (وہ وقت بھی یاد کریں) جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا)، وَاِذْ قِيْلَ لَهُمْ (اور (وہ وقت یاد کریں) جب ان سے کہا گیا) وغیرہ۔

یہ معنی اس لئے کیا جاتا ہے کہ کلمہ ’اِذْ‘ میں دراصل ’اُذْکُرْ‘ کا معنی محذوف ہوتا ہے۔ یہ عربی لغت کا قاعدہ ہے جس سے کسی کو انکار نہیں۔ گویا یہاں حضور ﷺ سے فرمایا

جا رہا ہے: ’محبوب! وہ وقت یاد کر جب ہم نے تیری خاطر سب نبیوں کو اکٹھا کیا تھا اور ایک شاندار محفل کا اہتمام کیا تھا تاکہ ان سے تیری نبوت پر ایمان لانے کا وعدہ لیا جائے، یاد کرو! وہ منظر جب ہم نے تیرے ذکر کے چرچے عالمِ ارواح میں کئے۔‘‘

یہ پیار بھری گفتگو ایسے انداز میں کی جا رہی ہے جیسے دو گہرے دوستوں کے درمیان بات ہو رہی ہو اور ایک دوست دوسرے سے کہہ رہا ہو کہ فلاں وقت یاد کرو جب ہمارے درمیان فلاں واقعہ پیش آیا تھا یا یوں کہا جائے کہ وہ وقت یاد کرو جب ہم نے مل کر وہ خاص منظر دیکھا تھا۔ اور مذکورہ منظر بڑا پُرکشش اور ناقابل فراموش ہو تو اس انداز میں آدمی کسی سے اس وقت بات کرتا ہے جب مخاطب کے مشاہدے سے وہ واقعہ گزرا ہو ورنہ اس طرح گزشتہ زمانہ میں گزرے ہوئے واقعات کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ جب وہ کام ایک مرتبہ واقع ہو چکا ہو اور دوبارہ اس کے سامنے دہرایا جائے جو متکلم کے ساتھ اس وقت موجود تھا تب ’اِذْ‘ کے معنی کا مدعا پورا ہوتا ہے، وہ بات متکلم اور مخاطب دونوں کے علم میں ہوتی ہے۔ مقصود صرف مخاطب کو حوالہ دے کر اس کے ذہن میں اس گزرے ہوئے واقعے کی یاد تازہ کرانا ہوتا ہے۔

۴۔ عمومیتِ رسالت

حضور نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل جتنے انبیاء و رسل ہدایتِ آسمانی لے کر مبعوث ہوتے رہے وہ کسی خاص علاقے، خاص زمانے یا خاص قوم کے لئے آتے رہے، ان کا دائرہ کار محدود ہوتا تھا لیکن جب سلسلہ انبیاء کے اختتام پر تاجدارِ کائنات ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا تو انہیں تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا، آپ ﷺ کا دائرۂ نبوت پوری کائنات پر محیط کر دیا گیا۔

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا۔(۱)

(۱) القرآن، سبا، ۳۴:۲۸

’’اور اے محبوب! ہم نے آپ کو تمام بنی نوع انسان کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔‘‘

ایک اور مقام پر اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًاo(۱)

’’(وہ اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے (حق و باطل میں فرق اور) فیصلہ کرنے والا (قرآن) اپنے (محبوب و مقرب) بندہ پر نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کیلئے ڈر سنانے والا ہوجائےo‘‘

۱۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

کان النبی یبعث الی قومه خاصة و بعثت الی الناس عامة۔(۲)

’’ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا جبکہ مجھے عامۃً الناس کی طرف مبعوث کیا گیا۔‘‘

۲۔ مذکورہ بالا حدیث درج ذیل الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

و کان النبی یبعث إلی قومه خاصة، وبعثت إلی الناس کافة۔ (۳)

’’ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا

---

(۱) القرآن، الفرقان، ۲۵:۱

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۱۲۸، کتاب التیمم، رقم: ۳۲۸

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۰۴، رقم: ۱۴۳۰۳

۳۔ دارمی، السنن، ۱: ۳۷۴، رقم: ۱۳۸۹

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۰۸، رقم: ۶۳۹۸

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱: ۲۱۲، رقم: ۹۵۸

۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۰۳، رقم: ۳۱۶۴۲

۷۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۳۴۹، رقم: ۱۱۵۴

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۱۶۸، کتاب المساجد، رقم: ۴۲۷

۲۔ نسائی، السنن، ۱: ۲۱۱، کتاب الغسل والتیمم، رقم: ۴۳۱

گیا ہے۔‘‘

۳۔ آپ ﷺ نے اپنی رسالتِ عامہ کو ایک اور حدیث میں یوں بیان فرمایا ہے:

كان كل نبي يبعث إلى قومه خاصةً، و بُعثت إلى كل أحمر و أسود۔ (۱)

’’ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ مجھے سرخ و سیاہ تمام انسانیت کی طرف مبعوث کیا گیا۔‘‘

۴۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أرسلت إلى الخلق كافة۔ (۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۷۰، کتاب المساجد، رقم: ۵۲۱
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۵۰، رقم: ۲۲۵۶
۳۔ بزار، المسند، ۹: ۴۶۱، رقم: ۴۰۷۷
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶: ۲۹۱، رقم: ۱۲۴۸۹
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۵۹
۶۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۷۱
۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۷۷
۸۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۴: ۲۳۴
۹۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۲: ۱۲، رقم: ۲۰۹۷
۱۰۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱: ۴۳۹
۱۱۔ نووی، شرح صحیح مسلم، ۵: ۵

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۷۱، کتاب المساجد، رقم: ۵۲۳
۲۔ ترمذی، السنن، کتاب السیر، ۴: ۱۲۳، رقم: ۱۵۵۳
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۱۱، رقم: ۹۳۲۶
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۸۷، رقم: ۲۳۱۳
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۱۱، ۳۱۲، رقم: ۶۴۰۱، ۶۴۰۳

←

’’مجھے (ازل سے ابد تک کی) تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔‘‘

اب حضور ﷺ کے دائرۂ نبوت سے نہ کوئی انسان خارج رہا نہ جن، کوئی فرشتہ خارج رہا نہ کوئی اور طبقہ بلکہ آپ ﷺ کی نبوت نے ہر چیز کو اپنے احاطے میں لے رکھا ہے۔

۵۔ نسبی شرف و فضیلت

حضور ﷺ کا خاندان بنو ہاشم قبیلہ قریش کا افضل ترین خاندان تھا اور قبیلہ قریش جزیرۂ عرب میں اپنے شرف اور عزت و احترام کے حوالے سے منفرد مقام کا حامل شمار کیا جاتا تھا۔ حضور ﷺ کو نسبی فضیلت کا یہ مقام اپنے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا دونوں کی طرف سے حاصل تھا۔

قرآن کریم میں آپ ﷺ کی اعلیٰ نسبی کے حسین اِشارات ملتے ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ۔(۱)

’’بیشک تمہارے پاس تم میں سے ایک (باعظمت) رسول تشریف لائے۔‘‘

اَنْفُس، نَفْسٌ کی جمع ہے لیکن اگر اسے اَنْفَس پڑھا جائے تو پھر یہ اسم تفضیل کا صیغہ بن جاتا ہے جس کا معنی ہے: سب سے زیادہ نفیس، چنانچہ ایک قراءت میں اَنْفَسِکُمْ بھی آیا ہے، جس کا ذکر مندرجہ ذیل حدیث میں موجود ہے:

.... ۶۔ ابو یعلی، المسند، ۱۱: ۳۷۷، رقم: ۲۴۹۱

۷۔ ابو عوانہ، المسند، ۱: ۳۳۰، ۳۹۵

۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۴۳۳

۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۵

۱۰۔ ابو نعیم، المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم، ۲: ۱۲۶، رقم: ۱۱۵۳

(۱) التوبہ، ۹: ۱۲۸

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قرأ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِکُمْ، بفتح الفاء، و قال: أنا اَنْفَسُکُمْ نسبًا و صهراً و حسبًا، لیس فی آبائی من لدن آدم سفاح کلنا نکاح۔(۱)

”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ ...... **لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِکُمْ** ...... تلاوت فرمائی اور حرف ’فا‘ کو زبر کے ساتھ (**مِنْ اَنْفَسِکُمْ**) پڑھا اور فرمایا: میں حسب و نسب اور خاندانی قرابت کے حوالے سے تم سب سے افضل ہوں، میرے آباؤ اجداد میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کوئی بھی بے راہ رو یعنی بدکردار نہیں نکلا، سب نکاح کرتے رہے ہیں۔“

قاضی عیاض نے بھی الشفاء،(۱:۸)‘ میں امام سمر قندی کے حوالے سے **اَنْفَسِکُمْ** میں ’فا‘ کو مفتوح پڑھنے کا قول نقل کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اعلیٰ نسبی کو متعدد احادیث میں بیان فرمایا ہے۔ چند احادیث درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

خرجت من نکاح و لم أخرج من سفاح من لدن آدم إلی ان ولدنی أبی و أمی۔(۲)

---

(۱) ۱۔ قسطلانی، المواهب اللدنیہ، ۱:۸۷
۲۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱:۶۸
۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۶۶
۴۔ زرقانی، شرح المواهب اللدنیہ، ۱:۱۲۸

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۵: ۸۰، رقم: ۴۷۲۸
۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۰۳، رقم: ۳۱۶۴۱
۳۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۲: ۱۹۰، رقم: ۲۹۴۹

←

www.MinhajBooks.com منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

''میں نکاح کے طریقے پر پیدا ہوا ہوں اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک کبھی کسی کے اندر سفاحت یعنی غلط کاری کا شائبہ تک نہیں پایا گیا۔''

۲۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ما ولدنی من سفاح أهل الجاهلية شئ، ما ولدنی إلا نكاح كنكاح الإسلام۔(۱)

''میری پیدائش میں دورِ جاہلیت کی غلط کاری کا شائبہ تک نہیں، میری پیدائش اِسلام کے نکاح کی طرح نکاح کے طریقہ پر ہوئی۔''

۳۔ ایک دوسری روایت اِسی ضمن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں مروی ہے:

أن رسول الله ﷺ قال: لم يلتق أبوای قط علی سفاح، لم يزل الله ينقلنی من الأصلاب الطيبة إلی الأرحام الطاهرة مصفی مهذباً، ولا تتشعب شعبتان إلا كنت فی خيرهما۔(۲)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے والدین نے کبھی بھی غلط کاری کا ارتکاب نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ مجھے (میرے نور کو) ہمیشہ ہمیشہ پاک اصلاب (پشتوں) سے

------ ۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۱۴

۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۶۱

۶۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۴۵۲، رقم: ۱۲۰۶

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۳۲۹، رقم: ۱۰۸۱۲

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۱۹۰، رقم: ۱۳۸۵۴

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۱۴

(۲) ۱۔ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، ۵: ۹۸

۲۔ ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ، ۵۷، رقم: ۴۷

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل فرماتا رہا جبکہ اس نے مجھے ہر قسم کی نجاست و غلاظتِ جاہلیت سے پاک وصاف رکھا، اور جب بھی نسل انسانی دو طبقوں میں تقسیم ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے سب سے بہتر طبقہ میں ظاہر فرمایا۔‘‘

۴۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

لم يصبه شئ مِن ولادة الجاهلية۔(۱)

’’آپ ﷺ کے نسبِ پاک (کے دامن) پر جاہلی طرز زندگی کا کوئی دھبہ نہیں پڑا۔‘‘

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ما افترق الناس فرقتين إلا جعلني الله في خيرهما، فاخرجت من بين أبوين، فلم يصبني شئ من عُهر الجاهلية، و خرجت من نكاح، ولم أخرج من سفاح، من لدن آدم، حتى انتهيت إلى أبي و أمي، فأنا خيركم نفسا و خيركم أبا۔(۲)

’’جب بھی نسلِ انسانی کو دو طبقات میں تقسیم کیا گیا تو مجھے (یعنی میرے نور کو) ان میں سے بہتر طبقہ میں رکھا گیا، پس میرے نسب کو ہر جگہ ایسے والدین (کی صلبوں اور رحموں) میں سے نکالا گیا کہ جن کے باعث میرے نسب کو دورِ

(۱) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۱۹۰، رقم: ۱۳۸۵۵
۲۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۱۱: ۷۶
۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۴۰۴
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۲: ۲۵۵، ۲۰۶

(۲) ۱۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۱۷۴، ۱۷۵
۲۔ البدایہ والنہایہ، ۲: ۲۵۵
۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۶۵
۴۔ مناوی، فیض القدیر، ۳: ۳۷

www.MinhajBooks.com منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

جاہلیت کی کسی برائی نے چھوا تک نہیں۔ میرے سلسلۂ نسب میں ہمیشہ نکاح قائم رہا کبھی بھی میرے تولد (یعنی نور کی منتقلی) میں غلط کاری کا دخل نہیں ہوا۔ یہ پاکیزگی اور طہارت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرے (حقیقی) والدین (حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما) تک برقرار رہی ہے حتی کہ (اسی طہارت نسبی کے ساتھ) میری ولادت ہوئی۔ پس میں اپنے ذاتی شرف اور نسبی شرف دونوں میں تم سب سے بہتر ہوں۔‘‘

۶۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إن اللہ اصطفی من ولد إبراهيم إسماعيل، و اصطفی من ولد إسماعيل بني كنانة، و اصطفی من بني كنانة قريشا، و اصطفی من قريش بني هاشم، و اصطفاني من بني هاشم۔(۱)

’’بیشک ربِ کائنات نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتخب فرمایا، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو، اور اولادِ کنانہ میں سے قریش کو، اور قریش میں سے بنی ہاشم کو، اور بنی ہاشم میں سے مجھے شرفِ انتخاب سے نوازا اور پسند فرمایا۔‘‘

۷۔ ایک اور حدیث میں جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۷۸۲، کتاب الفضائل، رقم: ۲۲۷۶
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۸۳، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۰۵
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۰۷
۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۱۷، رقم: ۳۱۷۳۱
۵۔ ابویعلی، المسند، ۱۳: ۴۶۹، رقم: ۷۴۸۵، ۴۷۲، رقم: ۷۴۸۷
۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۶۶، رقم: ۱۶۱
۷۔ بیہقی، السنن الکبری، ۶: ۳۶۵، رقم: ۱۲۸۵۲
۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۳۹، رقم: ۱۳۹۱
۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۲۰

نے فرمایا:

بعثت من خير قرون بنی آدم، قرنا فقرنا، حتی کنتُ من القرن الذی کنتُ فيه۔(۱)

”بنی آدم کے طبقات اور زمانے گذرتے رہے یہاں تک کہ مجھے اس طبقے سے بھیجا گیا جو سب سے بہترین تھا۔“

۸۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قلت: يا رسول الله! إن قريشا جلسوا فتذاكروا أحسابهم بينهم فجعلوا مثلک مثل نخلة فی کبوة من الأرض، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: إن الله خلق الخلق فجعلنی من خير فرقهم و خيّر الفريقين، ثم خير القبائل فجعلنی من خير القبيلة، ثم خير البيوت فجعلنی من خير بيوتهم فأنا خيرهم نفسا و خيرهم بيتاً۔(۲)

”میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قریش نے ایک مجلس میں اپنے حسب و نسب کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی مثال کھجور کے اُس درخت سے دی جو کسی ٹیلہ پر ہو۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کی

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۵، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۶۴
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۷۳، رقم: ۸۸۴۴
۳۔ ابو یعلی، المسند، ۱۱: ۴۳۱، رقم: ۶۵۵۳
۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۳۹، رقم: ۱۳۹۲
۵۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۲: ۱۲، رقم: ۲۰۹۵
۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۲۴
۷۔ عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۵۷۴، ۶۳۶
۸۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۳۴۰، رقم: ۹۱۷
(۲) ترمذی، ۵: ۵۸۴، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۰۸

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

بہترین جماعت میں رکھا اور دونوں فریقوں کو بہتر بنایا، پھر تمام قبائل کو پسندیدہ بنایا اور مجھے بہترین قبیلے میں رکھا، پھر اُس نے گھرانے منتخب فرمائے تو مجھے اُن میں سے بہتر گھرانے میں رکھا، پس میں اُن میں سے بہترین فرد اور بہترین خاندان والا ہوں۔‘‘

۹۔ حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، گویا اُنہوں نے کوئی (ناخوشگوار) بات سنی ہے، آقا علیہ السلام منبر پر جلوہ افروز ہوئے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: میں کون ہوں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: آپ اللہ کے نبی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

أنا محمد بن عبد الله بن عبدالمطلب، إن الله خلق الخلق فجعلني في خيرهم فرقة، ثم جعلهم فرقتين فجعلني في خيرهم فرقة، ثم جعلهم قبائل فجعلني في خيرهم قبيلة، ثم جعلهم بيوتا فجعلني في خيرهم بيتا و خيرهم نسبًا۔(۱)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۸۴،۵۴۳، ابواب المناقب، رقم: ۳۵۳۲، ۳۶۰۸

۲۔ حاکم نے ’المستدرک (۳: ۲۷۵، رقم: ۵۰۷۷)‘ میں یہ حدیث أنا خیرکم قبیلا و خیرکم بیتًا کے الفاظ کے ساتھ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

۳۔ احمد بن حنبل نے ’المسند (۱: ۲۱۰، رقم: ۱۷۸۸)‘ میں فأنا خیرکم بیتاً و خیرکم نفساً (میں ذاتی شرف اور حسب و نسب کے حوالے سے تم سب سے افضل ہوں۔) کے الفاظ نقل کئے ہیں۔

۴۔ احمد بن حنبل نے ’المسند (۴: ۱۶۵)‘ میں یہی حدیث عبد المطلب بن ربیعہ سے روایت کی ہے۔

۵۔ ابن ابی شیبہ نے ’المصنف (۶: ۳۰۳، رقم: ۳۱۶۳۹)‘ میں عبدالمطلب بن ربیعہ سے روایت کی ہے۔

۶۔ طبرانی نے بھی ’المعجم الکبیر (۲۰: ۲۸۶، رقم: ۶۷۵)‘ میں عبدالمطلب بن ربیعہ کی بیان کردہ روایت ذکر کی ہے۔

۷۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۱۵، ۲۱۶

''میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، پس مجھے بہترین انسانوں میں پیدا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا تو مجھے ان میں سے بہترین طبقے میں شامل فرمایا۔ پھر اس طبقے کو مختلف قبائل میں تقسیم فرمایا تو مجھے ان میں سے بہترین قبیلے (قبیلۂ قریش) میں شامل فرمایا، پھر (قریش کے) گھرانے بنائے تو مجھے اُن میں سے بہترین گھرانے میں شامل کیا اور سب سے اچھے نسب کا حامل بنایا۔''

۱۰۔ 'مسند البزار' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اس موقع پر لوگوں کو اپنا نسب مبارک بیان کرنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا: اُن لوگوں کا کیا حشر ہوگا جو میرے نسب اور اصل میں طعن کرتے ہیں۔ اِرشاد فرمایا:

فو اللہ! إني لأفضلهم أصلاً و خيرهم موضعاً۔(۱)

''پس خدا کی قسم! میں ان سب سے اپنی اصل و نسب اور اپنے مقام و منصب ہر دو اعتبار سے افضل ہوں۔''

۱۱۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إن اللہ خلق الخلق فاختار من الخلق بني آدم ...... و اختارني من بني هاشم، فأنا من خيار إلى خيار۔(۲)

''بیشک اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو بنی آدم کو ساری مخلوق سے افضل منتخب کیا

---

(۱) سیوطی، الحاوی للفتاویٰ، ۲: ۳۷۰

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۸۳، رقم: ۶۹۵۳

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۴۵۵، رقم: ۱۳۶۵۰

۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۶: ۲۰۰، رقم: ۶۱۸۲

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۳۹، رقم: ۱۶۰۶: ۲۲۹، رقم: ۱۳۹۳

۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۱۵

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

...... (اور اسی طرح انتخاب کرتے کرتے) مجھے بنی ہاشم میں سب سے افضل منتخب کیا۔ پس میں سب سے برگزیدہ لوگوں میں سے سب سے برگزیدہ لوگوں کی طرف، پھر سب سے برگزیدہ لوگوں میں سے سب سے برگزیدہ لوگوں کی طرف (نسل در نسل) منتقل ہوتا ہوا آیا ہوں۔‘‘

۱۲۔ خوش نصیب بنو ہاشم کے چنیدہ اور برگزیدہ ہونے کا ذکر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں اِس طرح ملتا ہے:

قال رسول الله ﷺ: قال لی جبریل: قلبت الأرض مشارقها و مغاربها فلم أجد رجلًا أفضل من محمد و قلبت الأرض مشارقها و مغاربها فلم أجد بنی اب أفضل من بنی هاشم۔(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جبریل (امین علیہ السلام) نے مجھے کہا: میں نے مشرق و مغرب چھان مارے ہیں لیکن (اللہ کے حبیب حضرت) محمد (مصطفیٰ ﷺ) سے اعلیٰ و افضل کسی کو نہیں پایا۔ اسی طرح زمین کا چپہ چپہ کھنگال ڈالا ہے لیکن کسی خاندان کو بنی ہاشم سے افضل نہیں پایا۔‘‘

سیوطی نے ’الحاوی للفتاویٰ (۲:۳۷)‘ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو طبرانی نے ’المعجم الاوسط‘ میں اور بیہقی نے ’دلائل النبوۃ‘ میں بیان کیا ہے۔

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۶:۲۳۸، رقم: ۶۲۸۵
۲۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۳:۱۸۷، رقم: ۴۵۱۶
۳۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، ۲: ۶۲۸، رقم: ۱۰۷۳
۴۔ ابن ابی عاصم، السنہ، ۲: ۶۳۲، رقم: ۱۴۹۴
۵۔ دولابی، الذریۃ الطاہرہ، ۱: ۱۲۲، رقم: ۲۳۸
۶۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۱۷۴
۷۔ مناوی، فیض القدیر، ۴: ۴۹۹

۶۔ کثیر الاسماء ہونا

حضور نبی اکرم ﷺ کے خصائص میں یہ بھی ہے کہ جس طرح اللہ ﷻ کے اَن گنت اَسمائے حسنیٰ منقول ہیں اُسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کے اَسمائے مبارکہ بھی کثیر ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے ذاتی نام دو ہیں: 'محمد(ﷺ)' اور 'احمد(ﷺ)'۔ آپ ﷺ کا اِرشاد گرامی ہے کہ زمین پر میرا نام 'محمد' اور آسمان پر 'احمد' ہے(۱)۔ آپ ﷺ کے اسمائے صفاتی کی تعداد کے حوالے سے علماء کے متعدد اقوال ہیں: امام قسطلانی نے 'المواہب اللدنیہ (۲:۱۱۔۲۱)' میں تین سو سینتیس (۳۳۷) نام اور ۴ کنیتیں (ابوالقاسم، ابوابراہیم، ابوالارامل اور ابوالمؤمنین) ذکر کی ہیں۔ امام سیوطی نے 'الریاض الانیقہ فی شرح اسماء خیر الخلیقہ' میں تین سو چالیس (۳۴۰) سے زیادہ اسماء مبارکہ اور چار کنیتیں ذکر کی ہیں۔ امام صالحی نے حضور ﷺ کے سات سو چوّن (۷۵۴) نام اور ۴ کنیتیں (ابوالقاسم، ابوابراہیم، ابوالارامل اور ابوالمؤمنین) بیان کی ہیں (۲)۔ ابن فارس کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ کے اسماء مبارکہ بارہ سو (۱۲۰۰) ہیں (۳)۔ قاضی ابوبکر بن عربی نے 'جامع الترمذی' کی 'شرح' میں بعض صوفیاء سے نقل کیا ہے: ''اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار (۱۰۰۰) نام ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ کے بھی ایک ہزار (۱۰۰۰) نام ہیں (۴)۔'' ابن دحیہ نے 'المستوفی فی اسماء المصطفیٰ ﷺ' میں تین سو (۳۰۰) اسماء مبارکہ بیان کئے ہیں (۵)۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ نے 'مدارج

(۱) ۱۔ سیوطی، الریاض الانیقہ فی شرح اسماء خیر الخلیقہ :۲۵۹
۲۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۱:۷۰

(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱:۴۰۷۔۵۳۷

(۳) خفاجی، نسیم الریاض، ۳:۲۴۱

(۴) ۱۔ مقریزی، امتاع الاسماع، ۲:۱۳۸
۲۔ قسطلانی، اِرشاد الساری لشرح صحیح البخاری، ۶:۲۱
۳۔ سیوطی، الریاض الانیقہ فی شرح اسماء خیر الخلیقہ :۱۴
۴۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع :۳۷

(۵) ۱۔ مقریزی، اِمتاع الاسماع، ۲:۱۳۸

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

النبوہ (۱:۳۰۶)‘ میں قریباً چار سو (۴۰۰) اَسمائے مصطفیٰ ﷺ کا ذکر کیا ہے۔ مجموعی طور اَسمائے مصطفیٰ چودہ سو (۱۴۰۰) سے زائد بن جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمارے لئے اپنے کئی اسمائے گرامی بیان فرمائے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أنا محمد و أحمد و المقفی و الحاشر و نبی التوبة و نبی الرحمة۔(۱)

’’میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور مقفّی اور حاشر ہوں، اور نبیٔ توبہ اور نبیٔ رحمت ہوں۔‘‘

...... ۲۔قسطلانی، المواہب اللدنیہ،۲:۱۴

۳۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ،۴:۱۶۹

(۱) ۱۔مسلم، الصحیح،۴: ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۵۵

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ:۲۶، باب ما جاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ

۳۔ احمد بن حنبل، المسند،۴: ۳۹۵، ۴۰۴، ۴۰۷

۴۔ابن ابی شیبہ، المصنف،۶:۳۱۱، رقم:۳۱۶۹۲، ۳۱۶۹۳

۵۔طحاوی، مشکل الآثار،۲:۵۱

۶۔بیہقی، شعب الایمان،۲:۱۴۲، رقم:۱۴۰۰

۷۔ابن سعد، الطبقات الکبریٰ،۱:۱۰۴، ۱۰۵

۸۔ابن سعد نے ’الطبقات الکبریٰ (۱:۱۰۴)‘ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت لی ہے۔

۹۔بیہقی، دلائل النبوہ،۱: ۱۵۶، ۱۵۷

۱۰۔قاضی عیاض، الشفا،۱: ۳۱۷

۱۱۔مقریزی، امتاع الاسماع،۲:۱۴۳، ۱۴۴

۱۲۔سیوطی، الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر:۱۶۱، رقم:۲۷۰۱

۱۳۔سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور،۶:۲۱۴

۲۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لی خمسة أسماء: أنا محمد، و أحمد، و أنا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر، و أنا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی، و أنا العاقب۔(۱)

''میرے پانچ نام ہیں: میں محمد ہوں، احمد ہوں، ماحی (مٹانے والا) ہوں کہ ربِ کریم میرے توسط سے کفر (و شرک) کے ہر نشان کو مٹا دے گا اور میں 'حاشر' ہوں کہ سب لوگ (قیامت کے روز اپنی قبروں سے اُٹھا کر) میرے قدموں میں جمع کئے جائیں گے اور میں عاقب (سب نبیوں سے آخر میں آنے والا) ہوں۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۲۹۹، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۳۹
۲۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۸۵۸، کتاب التفسیر، رقم: ۴۶۱۴
۳۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۲۸، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۵۴
۴۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۵۲۴، ابواب الادب، رقم: ۲۸۴۰
۵۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ: ۲۶، باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ
۶۔ مالک، الموطا، ۲: ۱۰۰۴، کتاب اسماء النبی ﷺ
۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۸۰، ۸۴
۸۔ دارمی، السنن، ۲: ۲۲۵، رقم: ۲۷۷۸
۹۔ عبدالرزاق، المصنف، ۱۰: ۴۴۶، رقم: ۱۹۶۵۷
۱۰۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۱۹، رقم: ۶۳۱۳
۱۱۔ حمیدی، المسند، ۱: ۲۵۳، ۲۵۴، رقم: ۵۵۵
۱۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۱۱، رقم: ۳۱۶۹۱
۱۳۔ طحاوی، مشکل الآثار، ۲: ۵۰
۱۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۱۲۰۔۱۲۲، رقم: ۱۵۲۰۔۱۵۳۰
۱۵۔ بغوی، شرح السنہ، ۱۳: ۲۱۱۔۲۱۳، رقم: ۳۶۲۹۔۳۶۳۱

←

امام مسلم کی روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں:

و العاقب: الذی لیس بعده نبی۔

’’اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔‘‘

قاضی عیاض اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ’’پانچ نام ہونے سے مراد یہ ہے کہ یہ نام سابقہ کتبِ سماویہ میں مذکور تھے اور گزشتہ اقوام یہ نام جانتی تھیں۔‘‘(۱)

خفاجی کہتے ہیں: ’’پانچ نام ہونے سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے یہ پانچ نام رکھے جبکہ باقی آپ ﷺ کے اَوصاف (صفاتی نام) ہیں۔‘‘(۲)

حضور ﷺ کے متعدّد اسماء ’حمد‘ سے مشتق ہیں

حضور نبی اکرم ﷺ کے اسماء مبارکہ میں مادہ ’حمد‘ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ اس مادے سے حضور ﷺ کے کم از کم چار نام مشتق ہیں: محمد، احمد، حامد اور محمود ﷺ۔ ان میں سے تین اسمائے مبارکہ (محمد، احمد اور محمود ﷺ) ’تعریف کئے گئے‘ کا مفہوم رکھتے ہیں۔ محمد اسم مفعول اور احمد اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور دونوں میں حمد کی معنوی وسعت اور کثرت کی طرف اشارہ ہے۔ حضور ﷺ کے یہ تینوں اسمائے مبارکہ آپ ﷺ کی کثرتِ تعریف و توصیف کے مظہر ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی تعریف صرف مخلوق یعنی کائنات جن و انس اور ملائکہ ہی نہیں کرتے بلکہ خود اللہ ربّ العزت بھی ہمہ وقت آپ ﷺ کی ثناء

...... ۱۶۔ آجری، الشریعہ:۴۶۲

۱۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۱۰۴،۱۰۵

۱۸۔ ابونعیم، دلائل النبوہ: ۲۶

۱۹۔ بیہقی، دلائل النبوہ،۱:۱۵۲۔۱۵۶

۲۰۔ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور،۶:۲۱۴

(۱) قاضی عیاض، الشفا،۱:۳۱۵

(۲) خفاجی، نسیم الریاض،۳:۲۴۱

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

میں مصروف ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا:

إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِکَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○(۱)

''بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود اور خوب سلام بھیجا کرو○''

حضور ﷺ کا نام اور کنیت جمع کرنے کی ممانعت

پروردگارِ عالم نے اپنے برگزیدہ اور مقرب انبیاء و رسل میں نبی آخر الزماں ﷺ کو اَن گنت خصائص عطا کر کے آپ ﷺ کی اِنفرادیت کو برقرار رکھا، چنانچہ حضور ﷺ کے نام اور کنیت اکٹھا رکھنے کی ممانعت کر دی گئی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنا نام اور کنیت جمع کرنے سے منع فرمایا ہے(۲)۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لا تجمعوا بين إسمي و كنيتي، فإني أنا أبو القاسم، الله يعطي و أنا أقسم۔(۳)

''میرا نام اور میری کنیت مت اکٹھی کرو؛ میں ابو قاسم ہوں (شانِ قاسمیت میں کوئی میرا ثانی نہیں)، اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور میں ہی تقسیم کرتا ہوں۔''

---

(۱) القرآن، الاحزاب، ۳۳: ۵۶

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۵۲۵، ابواب الادب، رقم: ۲۸۴۱
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۳: ۱۳۳، رقم: ۵۸۱۵

(۳) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۳۳
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۵۰
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۳: ۱۳۲، ۱۳۴، رقم: ۵۸۱۴، ۵۸۱۷
۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۴۶، رقم: ۱۴۰۸

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میرا نام اپنا لو تو میری کنیت مت اپناؤ(۱)۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ ایک انصاری نے اپنے بیٹے کا نام قاسم رکھا۔ اس کے احباب نے اُسے بچے کا نام قاسم رکھنے سے منع کیا کہ حضور ﷺ نے اپنی کنیت پر کنیت رکھنے کی اجازت نہیں دی، اگر تم رکھنا چاہتے ہو تو آپ ﷺ سے اِس کی اجازت حاصل کرو۔ انصار کے ذریعہ یہ بات حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''انصار کا موقف درست اور اچھا ہے۔'' اِس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم میرے نام پر اپنے بچوں کے نام رکھ لیا کرو لیکن میری کنیت پر نہیں، تم اپنے ناموں کے ساتھ میری کنیت مت اپناؤ اس لئے کہ قاسم (یعنی اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے اس کے بندوں کا دامنِ مراد بھرنے والا) میں ہی ہوں، میرے سوا کوئی اور نہیں۔''(۲)

حضور نبی اکرم ﷺ کے مشہور اَسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ **مُحَمَّدٌ** ﷺ
۲۔ **أَحْمَدُ** ﷺ
۳۔ **حَامِدٌ** ﷺ
۴۔ **مَحْمُوْدٌ** ﷺ
۵۔ **قَاسِمٌ** ﷺ
٦۔ **عَاقِبٌ** ﷺ
۷۔ **فَاتِحٌ** ﷺ
۸۔ **شَاهِدٌ** ﷺ

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۵۲٦، ابواب الادب، رقم حدیث: ۲۸۴۲
۲۔ ابو داؤد، السنن، ۴:۳۱۹، کتاب الادب، رقم حدیث: ۴۹٦٦
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۳۱۳
۴۔ طیالسی، المسند: ۲۴۱، رقم: ۱۷۵۰
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۳:۱۳۳، رقم: ۵۸۱٦
٦۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۴٦، رقم: ۱۴۰۹
(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۱۳۴، کتاب الخمیس، رقم: ۲۹۴۷
۲۔ طیالسی، المسند: ۲۳۹، رقم: ۱۷۳۰

۹۔ حَاشِرٌ ﷺ

۱۰۔ رَشِيدٌ ﷺ

۱۱۔ مَشْهُودٌ ﷺ

۱۲۔ بَشِيرٌ ﷺ

۱۳۔ نَذِيرٌ ﷺ

۱۴۔ دَاعٍ ﷺ

۱۵۔ شَافٍ ﷺ

۱۶۔ هَادٍ ﷺ

۱۷۔ مَهْدٍ ﷺ

۱۸۔ مَاحٍ ﷺ

۱۹۔ مُنْجٍ ﷺ

۲۰۔ نَاهٍ ﷺ

۲۱۔ رَسُولٌ ﷺ

۲۲۔ نَبِيٌّ ﷺ

۲۳۔ أُمِّيٌّ ﷺ

۲۴۔ تِهَامِيٌّ ﷺ

۲۵۔ هَاشِمِيٌّ ﷺ

۲۶۔ أَبْطَحِيٌّ ﷺ

۲۷۔ عَزِيزٌ ﷺ

۲۸۔ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ ﷺ

۲۹۔ رَءُوفٌ ﷺ

۳۰۔ رَحِيمٌ ﷺ

۳۱۔ طٰهٰ ﷺ

۳۲۔ مُجْتَبٰى ﷺ

۳۳۔ طٰسٓ ﷺ

۳۴۔ مُرْتَضٰى ﷺ

۳۵۔ حٰمٓ ﷺ

۳۶۔ مُصْطَفٰى ﷺ

۳۷۔ يٰسٓ ﷺ

۳۸۔ أَوْلٰى ﷺ

۳۹۔ مُزَّمِّلٌ ﷺ

۴۰۔ وَلِيٌّ ﷺ

۴۱۔ مُدَّثِّرٌ ﷺ

۴۲۔ مَتِينٌ ﷺ

۴۳۔ مُصَدِّقٌ ﷺ

۴۴۔ طَيِّبٌ ﷺ

۴۵۔ نَاصِرٌ ﷺ

۴۶۔ مَنْصُورٌ ﷺ

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

۴۷۔ مِصْبَاحٌ ﷺ

۴۸۔ اٰمِرٌ ﷺ

۴۹۔ حِجَازِیٌّ ﷺ

۵۰۔ تَرَازِیٌّ ﷺ

۵۱۔ قُرَشِیٌّ ﷺ

۵۲۔ مُضَرِیٌّ ﷺ

۵۳۔ نَبِیُّ التَّوْبَةِ ﷺ

۵۴۔ حَافِظٌ ﷺ

۵۵۔ کَامِلٌ ﷺ

۵۶۔ صَادِقٌ ﷺ

۵۷۔ أَمِیْنٌ ﷺ

۵۸۔ عَبْدُ اللهِ ﷺ

۵۹۔ کَلِیْمُ اللهِ ﷺ

۶۰۔ حَبِیْبُ اللهِ ﷺ

۶۱۔ نَجِیُّ اللهِ ﷺ

۶۲۔ صَفِیُّ اللهِ ﷺ

۶۳۔ خَاتِمُ الْاَنْبِیَآءِ ﷺ

۶۴۔ حَسِیْبٌ ﷺ

۶۵۔ مُجِیْبٌ ﷺ

۶۶۔ شَکُوْرٌ ﷺ

۶۷۔ مُقْتَصِدٌ ﷺ

۶۸۔ رَسُوْلُ الرَّحْمَةِ ﷺ

۶۹۔ قَوِیٌّ ﷺ

۷۰۔ حَفِیٌّ ﷺ

۷۱۔ مَامُوْنٌ ﷺ

۷۲۔ مَعْلُوْمٌ ﷺ

۷۳۔ حَقٌّ ﷺ

۷۴۔ مُبِیْنٌ ﷺ

۷۵۔ مُطِیْعٌ ﷺ

۷۶۔ رَسُوْلُ الرَّاحَةِ ﷺ

۷۷۔ أَوَّلُ ﷺ

۷۸۔ اٰخِرٌ ﷺ

۷۹۔ ظَاهِرٌ ﷺ

۸۰۔ بَاطِنٌ ﷺ

۸۱۔ نَبِیُّ الرَّحْمَةِ ﷺ

۸۲۔ یَتِیْمٌ ﷺ

۸۳۔ کَرِیْمٌ ﷺ

۸۴۔ حَکِیْمٌ ﷺ

۸۵۔	خَاتِمُ الرُّسُلِ ﷺ	۹۴۔	قَرِيبٌ ﷺ
۸۶۔	سَيِّدٌ ﷺ	۹۵۔	خَلِيلٌ ﷺ
۸۷۔	سِرَاجٌ ﷺ	۹۶۔	مَدْعُوٌّ ﷺ
۸۸۔	مُنِيرٌ ﷺ	۹۷۔	جَوَّادٌ ﷺ
۸۹۔	مَحْرِمٌ ﷺ	۹۸۔	خَاتِمٌ ﷺ
۹۰۔	مُكَرَّمٌ ﷺ	۹۹۔	عَادِلٌ ﷺ
۹۱۔	مُبَشِّرٌ ﷺ	۱۰۰۔	شَهِيرٌ ﷺ
۹۲۔	مُذَكِّرٌ ﷺ	۱۰۱۔	شَهِيدٌ ﷺ
۹۳۔	مُطَهَّرٌ ﷺ	۱۰۲۔	رَسُولُ الْمَلَاحِمِ ﷺ (۱)

۷۔ سابقہ کتبِ سماویہ میں ذکرِ خیر الوریٰ ﷺ

تمام الہامی کتب و صحائف میں حضور نبی اکرم ﷺ کی جہانِ آب و گل میں تشریف آوری کے تذکرے اور بشارتیں بڑی کثرت اور تواتر سے بیان ہوتی رہی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام جب خانہ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اُنہوں نے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○ (۲)

''اے ہمارے رب! اُن میں اُنہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول

(۱) حضور نبی اکرم ﷺ کے اَسمائے گرامی کی مکمل تفصیل جاننے کے لئے راقم کی کتاب 'اَسمائے مصطفیٰ ﷺ' کا مطالعہ کیجئے۔

(۲) القرآن، البقرة، ۲: ۱۲۹

مبعوث فرما جو اُن پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور اُنہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے (کر دانائے راز بنا دے) اور اُن (کے نفوس و قلوب) کو خوب پاک صاف کر دے، بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہےo''

حضور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو بشارت دی، اس کا ذکر قرآن مجید میں یوں کیا گیا ہے:

وَ اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَ مُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔ (۱)

''اور (وہ واقعہ یاد کرو) جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں اللہ کا رسول ہوں (جو) تمہاری طرف (بھیجا گیا ہوں)، تصدیق کرنے والا تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہے اور خوشخبری سنانے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئیں گے، ان کا نام احمد ہے۔''

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أنا دعوة أبي إبراهيم وبشارة عيسىٰ۔ (۲)

''میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔''

---

(۱) القرآن، الأعراف، ۷:۱۵۷

۸۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۱:۴۵۸
۷۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۶:۹۰
۶۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۱:۳۰۲
۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۱۴۹۔۱۵۰
۴۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۶:۶۸، رقم: ۱۷۳۶
۳۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱:۴۶، رقم: ۱۱۳

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۲:۴۵۳، رقم: ۳۵۶۶
۲۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۲:۳۴۰، رقم: ۱۴۵۵

حضور ﷺ کی بعثت سے قبل علمائے یہود و نصاریٰ اپنی اپنی آسمانی کتابوں میں درج بشارتوں کے حوالے سے بخوبی جانتے تھے کہ نبی آخر الزماں ﷺ کے ظہور کا زمانہ قریب آ چکا ہے، انہیں حضور ﷺ کے دار الہجرت تک کا علم تھا یعنی یہ کہ حضور ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے یثرب میں تشریف لائیں گے۔ چنانچہ وہ کھجوروں کے جُھنڈ والے اس شہر خنک میں ایک طویل عرصے سے آپ ﷺ کے لئے دیدہ و دل فرشِ راہ کئے استقبال کی تیاریوں میں مصروف تھے۔

الہامی صحیفوں میں درج بشارات کے حوالے سے قرآنِ حکیم میں ارشادِ خداوندی ہے:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِیْلِ۔(۱)

’’(یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو امی (لقب) نبی ہیں (یعنی دُنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر من جانبِ اللہ لوگوں کو اخبارِ غیب اور معاش و معاد کے علوم و معارف بتاتے ہیں)، جن (کے اوصاف و کمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔‘‘

سابقہ کتب سماویہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے شمائل و خصائل کا ذکر بھی کثرت و تواتر کے ساتھ موجود ہے اور اُممِ سابقہ کے اہلِ علم اِس بارے میں مکمل طور پر آگاہ تھے۔ اس کا حوالہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر دیا گیا ہے۔

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ۔(۲)

’’اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا فرمائی ہے وہ اس رسول (آخرالزماں

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۱۴۶؛ ۳۴۵

حضرت محمد ﷺ کی شان وعظمت) کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسا (کہ بلاشبہ) اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔''

اس باب میں حضرت عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ میری حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے کہا کہ آپ مجھے حضور ﷺ کے ان محاسن ومحامد کے بارے میں بتائیے جن کا ذکر تورات میں کیا گیا ہے۔ وہ کتب سماویہ کے عالم ہونے کی حیثیت سے کہنے لگے کہ تورات میں بھی حضور ﷺ کے ان اوصاف وکمالات کا ذکر ہے جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں۔ انہوں نے اِس سلسلہ میں تورات کی مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت بھی کی:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا(۱)﴾ و حرزا للأميين، أنت عبدی و رسولی، سميتک المتوکل، ليس بفظ و لا غليظ و لا سخاب فی الأسواق، و لا يدفع بالسيئة السيئة و لکن يعفو و يصفح، و لن يقبضه الله حتی يقيم به الملة العوجاء بأن يقولوا: لا إله إلا الله، فيفتح به أعينا عميا و آذانا صماً و قلوباً غلفاً۔ (۲)

''اے نبی! ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر، خوشخبری دینے والا۔ بروقت

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲:۷۴۷، کتاب البیوع، رقم: ۲۰۱۸
۲۔ بخاری، الصحیح، ۴:۱۸۳۱، کتاب تفسیر القرآن، رقم: ۴۵۵۸
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۱۷۴، رقم: ۶۶۲۲
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۴۵، رقم: ۱۳۰۷۹
۵۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۴۷، رقم: ۱۴۱۰
۶۔ بخاری، الادب المفرد، ۱:۹۵، رقم: ۲۴۶
۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۳۶۰، ۳۶۲
۸۔ ابن جوزی، الوفا: ۳۰، ۳۱

ڈرانے والا، اُمیّوں (عوام) کے لئے جائے پناہ، تو میرا بندہ ہے اور میرا رسول ہے میں نے تیرا نام 'المتوکل' رکھا ہے، نہ تو درشت خو ہے نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور مچانے والا ہے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتا بلکہ معاف کر دیتا اور درگذر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی طرف نہیں بلائے گا یہاں تک ایک ٹیڑھی ملت کو آپ کے ذریعہ درست کر دے اور وہ سب کہنے لگیں: نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ سے اندھی آنکھوں کو بینائی، بہرے کانوں کو سماعت اور غلافوں میں لپٹے ہوئے دلوں کو نورِ ہدایت سے منور کر دے گا۔''

اسی مفہوم کی روایت حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔(۱)

کتب سابقہ میں حضور ﷺ کی عظمت و شان اس حد تک بیان کی گئی تھی کہ آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے یہود اپنے حریف مشرکینِ عرب پر فتح پانے کیلئے آپ ﷺ کے وسیلہ سے بارگاہِ ربّ العزت میں دعا کرتے جس کے نتیجے میں فتح سے ہمکنار ہوتے۔ اس بات پر نص قرآنی شاہد عادل ہے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْاۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ (۲)

''اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) آئی جو اس کتاب (توراۃ) کی (اصلاً) تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس موجود تھی، حالانکہ اس سے پہلے وہ خود (نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے)

---

(۱) ۱۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۹: ۴۶۰

۲۔ ابونعیم، دلائل النبوۃ، ۱: ۹۸، ۱۵۱

۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۳۱

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۸۹

کافروں پر فتح یابی (کی دعا) مانگتے تھے، سو جب ان کے پاس وہی نبی (حضرت محمد ﷺ) تشریف لے آیا جسے وہ (پہلے ہی سے) پہچانتے تھے تو اس کے منکر ہو گئے، پس انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے o‘‘

آیت کریمہ میں یہی بیان ہو رہا ہے کہ وہ رسول جن کے وسیلۂ جلیلہ سے یہود و مشرکینِ عرب پر فتح پانے کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگا کرتے تھے جب وہ بزم آرائے ہستی ہوئے تو وہ محض حسد اور اپنے تعصّب وعناد کی بنا پر آنے والے رسول کا انکار کر بیٹھے اور وادئ کفر میں سرگرداں ہو گئے، باوجود اس کے کہ وہ انہیں ان کی علامات سے بخوبی جانتے اور پہنچانتے تھے۔

قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک مفسرین کی اکثریت نے اس آیت کریمہ کا جو معنی بیان کیا ہے وہ اصلاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (۱)

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا اہلِ کتاب، حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے، کفار و مشرکینِ عرب سے جنگوں کے دوران اللہ تعالیٰ سے اپنے کامیابی و کامرانی کی دعا، حضور ﷺ کے وسیلے سے مانگا کرتے تھے۔ ان کی دعا کے کلمات یہ ہوتے تھے:

اللهم! انصرنا بالنبی المبعوث فی آخر الزمان الذی نَجِدُ نعتَه و صفتَه فی التوراة۔(۲)

’’اے اللہ! زمانہ آخر میں بھیجے جانے والے نبی (ﷺ) کہ جن کی تعریف اور صفات ہم تورات میں پاتے ہیں، کے وسیلے سے ہماری مدد فرما۔‘‘

بعض روایات میں حضور ﷺ کے اسمِ گرامی کے ساتھ قرآن مجید کا ذکر بھی آیا ہے۔ یہاں یہود کی مذمت اسی بناء پر کی گئی ہے کہ جب تک حضور ﷺ کی بعثت نہ ہوئی تھی تو کامیابی کی دعائیں بھی انہی کے وسیلے سے مانگتے تھے مگر جب آپ ﷺ تشریف لے

(۱) فیروز آبادی، تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس: ۱۳

(۲) زمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ۱: ۱۲۳

آئے تو ان کے منکر ہو گئے۔ مفسرین کرام نے اس حوالے سے جو روایات نقل کی ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ امام قرطبیؒ نقل کرتے ہیں

قال ابن عباس: كانت يهود خيبر تقاتل غَطَفان، فلما التقوا هزمت يهود، فعادت يهود بهذا الدعاء و قالوا: إنا نسألک بحق النبی الأمّیّ الذی وعدتنا أن تخرجه لنا فی آخر الزمان ألا تنصرنا عليهم۔ قال: فكانوا إذا التقوا دعوا بهذا الدعاء فهزموا غَطَفان، فلما بُعِث النبی ﷺ، كفروا، فأنزل الله تعالىٰ: ﴿وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ أی بک يا محمد۔(۱)

''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ خیبر کے یہودی غطفان قبیلے سے برسر پیکار رہا کرتے تھے۔ پس جب دونوں کا آمنا سامنا ہوا تو یہودی شکست کھا گئے۔ پھر انہوں نے یہ دعا پڑھتے ہوئے دوبارہ حملہ کیا: ''(الٰہی!) ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اس نبی اُمی (ﷺ) کے وسیلہ سے جنہیں تونے آخری زمانہ میں ہمارے لیے بھیجنے کا ہم سے وعدہ کیا ہے، ان کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب بھی وہ دشمن کے سامنے آئے تو انہوں نے یہی دعا پڑھی اور اس کی برکت سے (قبیلہ) غطفان کو شکست ہو گئی۔ لیکن جب نبی اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو انہوں نے (آپ ﷺ کا) انکار کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''حالانکہ اس سے پہلے وہ خود (نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ اور ان پر اترنے والی کتاب قرآن کے وسیلے سے) کافروں پر فتحیابی (کی دعا) مانگتے تھے۔'' یعنی اے محمد! آپ کے وسیلہ سے (فتح کی دعا مانگا کرتے تھے)۔''

(۱) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۲:۲۷

۲۔ علامہ آلوسیؒ آیتِ مذکورہ کے تحت لکھتے ہیں:

نزلت فی بنی قُرَیظَة و النَّضِیر کانوا یستفتحون علی الأوُس و الخَزُرَج برسول اللهﷺ قبل مبعثه۔ قاله ابن عباس و قتادة، و المعنی یطلبون من الله تعالیٰ أن ینصرهم به علی المشرکین، کما روی السُّدِّیّ أنهم کانوا إذا اشتد الحرب بینهم و بین المشرکین، أخرجوا التوراة و وضعوا أیدیهم علی موضع ذکر النبیﷺ، و قالوا: اللهم! إنا نسألک بحق نبیک الذی وعدتنا أن تبعثه فی آخر الزمان أن تنصرنا الیوم علی عدونا۔ فیُنصَرون۔(۱)

''یہ آیت بنی قریظہ اور بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی جو حضورﷺ کی بعثت سے قبل آپ ﷺ کے وسیلے سے (قبیلہ) اوس اور (قبیلہ) خزرج کے مقابلے میں فتح یابی کی دعا مانگتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت قتادہؓ نے اسی بات کو بیان کیا ہے۔ نیز اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے کہ اس نبی ﷺ کے وسیلے سے مشرکین کے خلاف ان کی نصرت فرمائے جیسا کہ السدی نے بیان کیا ہے کہ جب ان کے اور مشرکین کے درمیان لڑائی زوروں پر آجاتی تو وہ تورات شریف کھول کر اس مقام پر جہاں حضور نبی اکرم ﷺ کا ذکر ہوتا ہاتھ رکھ دیتے اور دعا کرتے: اے اللہ! ہم تجھ سے تیرے اس نبی کے صدقے دعا کرتے ہیں جنہیں تو نے آخری زمانے میں مبعوث فرمانے کا ہم سے وعدہ کیا ہے، آج ہمارے دشمنوں کے خلاف ہماری نصرت فرما۔ پس (اس دعا کی برکت سے) ان کی مدد کی جاتی۔''

۳۔ امام رازی رقمطراز ہیں:

أن الیهود من قبل مبعث محمدﷺ و نزول القرآن کانوا

(۱) آلوسی، تفسیر روح المعانی، ۱: ۳۲۰

يستفتحون أى يسألون الفتح والنصرة، و كانوا يقولون: اللهم! افتح علينا و انصرنا بالنبى الأمى۔(۱)

''حضرت محمد ﷺ کی بعثت اور نزول قرآن سے قبل یہود (ان کے وسیلے سے) فتح کی دعا مانگا کرتے تھے یعنی فتح اور مدد طلب کرتے تھے، اور یہ الفاظ کہا کرتے تھے: اے اللہ! ہمیں اُمّی نبی ﷺ کے صدقے فتح و نصرت عطا فرما۔''

۴۔ امام جلال الدین محلیؒ و امام جلال الدین سیوطیؒ نے مذکورہ دعا بایں الفاظ نقل کی ہے:

اللهم! انصرنا عليهم بالنبى المبعوث فى آخر الزمان۔(۲)

''اے اللہ! آخری زمانے میں مبعوث ہونے والے نبی ﷺ کے وسیلے سے ہمیں ان پر غلبہ عطا فرما۔''

۵۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی آیت مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

يستنصرون، أى على مشركى العرب، ويقولون: اللهم! انصرنا عليهم بالنبى المبعوث فى آخر الزمان الذى نجد صفته فى التوراة۔(۳)

''وہ مشرکین عرب پر فتح مانگتے تھے اور کہتے: اے اللہ! آخری زمانے میں بھیجے جانے والے جس نبی کی صفت ہم (اپنی کتاب) تورات میں پاتے ہیں، ان کے وسیلہ سے ہمیں اِن (مشرکین) پر غلبہ عطا فرما۔''

۶۔ امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

كانت اليهود تستنصر بمحمد ﷺ على مشركى العرب۔(۴)

---

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۳:۱۸۰

(۲) سیوطی و محلی، تفسیر جلالین: ۱۴

(۳) قاضی ثناء اللہ، التفسیر المظہری، ۱:۹۴

(۴) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱:۱۲۴

''یہود مشرکینِ عرب پر حضور ﷺ کے وسیلہ سے غلبہ کی دعا مانگتے تھے۔''

۷۔ امام جلال الدین سیوطیؒ روایت درج کرتے ہیں:

عن ابن عباس، قال: كانت يهود بنى قريظة و النضير من قبل أن يبعث محمد ﷺ يستفتحون الله، يدعون على الذين كفروا، و يقولون: اللهم! إنا نستنصرك بحق النبى الأمى ألا نصرتنا عليهم۔ فيُنصَرون۔(۱)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنی قریظہ اور بنی نضیر کے یہود حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے قبل کفار پر غلبہ کی دعا مانگا کرتے تھے اور کہتے: اے اللہ! ہم اُمّی نبی (ﷺ) کے وسیلے سے تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں کہ ہمیں ان پر غلبہ عطا فرما۔ پس ان کی مدد کی جاتی۔''

۸۔ امام سیوطی نے ایک اور روایت بھی بیان کی ہے:

عن ابن عباس، قال: كان يهود أهل المدينة قبل قدوم النبى ﷺ إذا قاتلوا من يليهم من مشركى العرب من أسد و غطفان و جُهَينة وعُذرَة، يستفتحون عليهم و يستنصرون، يدعون عليهم باسم نبى الله، فيقولون: اللهم، ربنا! انصرنا عليهم باسم نبيك و بكتابك الذى تنزل عليه الذى وعدتنا أنك باعثه فى آخر الزمان۔(۲)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہودِ مدینہ حضور نبی اکرم ﷺ کی (اس دنیا میں) تشریف آوری سے قبل جب وہ مشرکینِ عرب میں سے اسد، غطفان، جہینہ اور عذرہ (قبائل) سے جنگ کرتے تو حضور نبی اکرم ﷺ کے اسم گرامی

(۱) سیوطی، الدر المنثور، ۱:۸۸
(۲) سیوطی، الدر المنثور، ۱:۸۸

کے صدقے اُن پر فتح ونصرت حاصل کرنے کی دعا کرتے، اور کہتے: اے اللہ، ہمارے رب! اپنے اس نبی کے اسم گرامی اور ان پر نازل ہونے والی کتاب کے صدقے ہمیں نصرت عطا فرما، جن کی آخری زمانے میں بعثت کا تو نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے۔''

ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی بعثت سے قبل بھی اہل کتاب آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کے وسیلہ سے اللہ کی بارگاہ میں دعائیں مانگا کرتے تھے۔

یہود کا معمول تھا کہ وہ آسمانی کتابوں میں درج حضور نبی اکرم ﷺ کے احوال پڑھتے اور اپنی اولاد کو بھی سناتے، وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ ہجرت کرکے مدینہ کو اپنا مسکن بنائیں گے لیکن جب انہیں اس بات کا علم ہوا کہ حضور ﷺ کی بعثت بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسماعیل میں ہوئی ہے تو حسد کی آگ میں جل گئے اور ایمان لانے سے انکاری ہو گئے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ ہجرتِ مدینہ سے تقریباً ایک ہزار سال قبل یمن کا تبع نامی حکمران اپنے لشکر اور سینکڑوں علماء کرام کے ساتھ بیت اللہ شریف کی زیارت کی غرض سے اس خطے میں آیا۔ خانہ کعبہ کی زیارت کرنے اور اسے غلاف پہنانے کے بعد وہ واپسی پر اپنے لشکر سمیت یثرب کی سرزمین سے گزرا۔ اس وقت یثرب ایک چشمے کا نام تھا جہاں آبادی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ یمن کے بادشاہ کے ساتھ ۴۰۰ سے زائد آسمانی کتابوں کا علم رکھنے والے صاحب کمال علماء تھے۔ اُنہوں نے جب سرزمین یثرب کے محل وقوع اور آثار کا جائزہ لیا تو سابقہ الہامی صحیفوں میں مذکور بشارات اور نشانیوں کی روشنی میں وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہی وہ تاریخی مقام اور مقدس خطہ زمین ہے جو نبی آخرالزماں ﷺ کا مقام ہجرت بنے گا۔ ان کے علم، شوق، وجدان اور عشق نے انہیں واپس جانے سے روک لیا، اُنہوں نے متفقہ طور پر اس مقامِ مقدسہ پر رہنے کا ارادہ کر لیا اور بادشاہ کو اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیا۔ روایات میں ہے کہ جب تبع اول نے ان علماء سے اس خطے میں ٹھہرنے کی حکمت دریافت کی تو انہوں نے کہا:

إنا نجد فی کتبنا أن نبیا اسمه محمد هذه هجرة فنحن نقیم لعلنا نلقاه۔(۱)

''ہماری کتابوں میں موجود ہے کہ نبی جس کا نام محمد(ﷺ) ہے یہ شہر اس کا دارالہجرت ہے، پس ہم یہاں اس نبی کے شوقِ لقاء میں مقیم رہیں گے۔''

جب یمن کے حکمران کے علم میں یہ بات آئی کہ اس خطہ دلنواز کے مقدر میں رسول آخر ﷺ کا دارالہجرت ہونا لکھا جا چکا ہے تو اس نے بھی علماء کے ساتھ یہیں ٹھہرنے کا فیصلہ کر لیا۔حضور ﷺ کے شوقِ دیدار میں نہ اپنی سلطنت کا خیال رہا اور نہ ہی کسی اور چیز کا، محبتِ رسول اس کی رگ و پے میں سرایت کر گئی اور روح ذکرِ محمدی سے سرشار ہو گئی، لیکن اسے نہیں معلوم تھا کہ مطلعِ فاراں پر ستارۂ محمد ﷺ کب طلوع ہو گا اور حضور ﷺ کب ہجرت کر کے اس شہر بے مثال کو اپنی قدم بوسی کا شرف عطا کریں گے، تبع بادشاہ نے اپنے ہر عالم کے لئے گھر بنوایا، پھر چار سو لونڈیاں خرید کر ان کا نکاح ایک ایک عالم سے کر دیا۔ اس نادیدہ عاشقِ رسول نے ایک گھر نبی آخرالزماں ﷺ کے لئے بھی تعمیر کرایا کہ جب ہجرت کر کے آقائے دوجہاں ﷺ یہاں تشریف لائیں تو اپنے ہی گھر میں قیام کریں۔ وہ گھر جو نسل در نسل منتقل ہوتا رہا مرورِ ایام سے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی تحویل میں آ گیا۔ وہ انہی علماء کی اولاد میں سے تھے جنھوں نے ایک ہزار سال قبل حضور ﷺ کے دارالہجرت میں قیام کی سعادت حاصل کی تھی اور جن کی ہر نسل حضور ﷺ کی راہ دیکھتے دیکھتے اپنی طبعی عمر کو پہنچ کر ملکِ عدم کو سدھار جاتی اور پھر نئی نسل آپ ﷺ کی آمد کے لمحے کا انتظار کرنے لگتی۔

و بنی للنبی دارا ینزلها إذا قدم المدینه فتداول الدار الملاک الی ان صارت لأبی أیوب و هو من ولد ذالک العالم۔(۲)

''اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے یہ تعمیر کیا تھا تاکہ جب آپ ﷺ ہجرت کر

(۱) صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، ۳: ۲۷۴

(۲) صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، ۳: ۲۷۴

کے مدینہ آئیں تو اس میں قیام فرمائیں۔ یہ مکان کئی بادشاہوں کی تحویل میں باری باری آتا رہا یہاں تک کہ یہ حضرت ابو ایوب (رضی اللہ عنہ) کی ملکیت میں آیا اور وہ اس عالم کی اولاد میں سے تھے۔''

شاہِ یمن عشق اور ایمان کے جس مقام پر کھڑا تھا وہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا ہے، نبی آخرالزماں ﷺ کے ظہور سے ایک ہزار سال قبل اس نے والی کون و مکاں ﷺ کے نام اپنے مکتوب میں لکھا:

أما بعد، يا محمد! فإني آمنت بک و بربک و رب کل شئ و بکل ما جاءک من ربک من شرائع الإسلام و الإيمان وإني قلت ذلک فإن أدرکتک فيها و نعمت و إن لم أدرکک فاشفع لي يوم القيامة ولا تنسني فإني من أصل الأولين و بيعتک قبل مجيئک و قبل ان يرسلک الله وأنا علی ملتک و ملة ابراهيم۔(۱)

''یا محمد! میں آپ پر اور آپ کے رب پر اور کائنات کی ہر شے کے رب پر اور آپ کے رب کی طرف سے آپ پر دین اسلام اور ایمان کے باب میں جو احکام نازل ہوئے ان پر ایمان لایا اور اگر میں نے آپ کا زمانہ پالیا اور آپ کی زیارت کی نعمت سے بہرہ یاب ہوا تو یہ میری خوش بختی ہوگی اور اگر مجھے آپ کا زمانہ نصیب نہ ہوسکے تو روز قیامت میری شفاعت فرمائیے گا اور مجھے فراموش نہ کیجئے گا کہ میں پہلوں کی نسل سے ہوں اور آپ کی آمد اور اللہ کے بھیجنے سے پہلے ہی آپ کی بیعت کرتا ہوں، میں آپ کے اور ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہوں۔''

اس نے وہ خط سونے سے سربمہر کیا اور ان علماء میں سے سب سے بڑے عالم کے حوالے کر دیا۔ وہ خط نسل در نسل منتقل ہوتا رہا۔ دس صدیاں گزر گئیں، حضور ﷺ جب

---

(۱) حلبی، السیرۃ الحلبیۃ، ۲: ۲۷۹

ہجرت کر کے تشریف لائے اور اونٹنی ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی اور ہادیِ برحق ﷺ نے دارِ ابو ایوب میں قیام کیا تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے وہ خط جو ایک ہزار سال قبل، شاہِ یمن نے والی کون و مکاں ﷺ کے نام تحریر کیا تھا پیش کر دیا۔(۱)

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اس وقت عالمِ عیسائیت میں چار اناجیل ایسی ہیں جن کو ان کے نزدیک اسناد کا درجہ حاصل ہے۔ یہ اناجیل 'متی'، 'مرقس'، 'لوقا' اور 'یوحنا' سے منسوب ہیں۔ اس ضمن میں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ان کے کسی نسخے کی تدوین ۷۰ عیسوی سے پہلے نہیں ہوئی۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں اناجیل اربعہ کے بارے میں یہ تبصرہ قابلِ غور ہے:

Its exact date and exact place of origin are uncertain, but it appears to date from the later years of the 1st century.

''اس کی ٹھیک تاریخ اور اس کے معرضِ وجود میں آنے کا صحیح مقام غیر یقینی ہے لیکن بادی النظر میں اس کا تعلق پہلی صدی کے آخری سالوں سے ہے۔''

اس کے بارے میں مزید کہا گیا ہے:

We have no certain knowledge as to how or where the fourfold Gospel canon came to be formed

''ہمارے پاس یہ جاننے کے لئے کوئی حتمی علم نہیں ہے کہ یہ چار مستند انجیلیں کیسے اور کہاں معرض وجود میں آئیں۔''(۲)

یہاں ان اناجیل کو مرتب کرنے والوں کی حیثیت بھی محلِ نظر ہے۔ وہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تھے اور نہ انہوں نے دینِ عیسوی کو قبول کیا تھا۔ ان مرتبین نے ان لوگوں کا کوئی حوالہ بھی نہیں دیا جن کی وساطت سے یہ انجیلیں ان کے ہاتھ لگیں۔

---

(۱) یوسف صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۳:۴:۲۷

(۲) انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا، ۳:۵۱۳

یہ ایک ایسا معمہ ہے جو ابھی تک حل نہیں ہوا۔ یہ سوال آج تک جواب طلب ہے کہ وہ کتاب جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد ستر سال تک مرتب ہی نہیں ہوئی اور نہ کسی نے یہ بتانے کی زحمت کی کہ وہ کہاں اور کیسے دستیاب ہوئی، اس کے مستند ہونے پر کیونکر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ اس پر مستزاد یہ کہ سریانی زبان میں لکھے جانے والے نسخوں کے اصل ناپید ہیں اوران کے یونانی زبان میں تراجم کا اصل سے کیسے موازانہ کیا جائے جب کہ ان کا کوئی اصلی نسخہ کہیں بھی دستیاب نہیں اور پھر جو سب سے قدیم یونانی ترجمہ ملتا ہے وہ چوتھی صدی کا لکھا ہوا ہے۔ ان یونانی تراجم پر کوئی کیسے انحصار کرے جبکہ ان اناجیل کا ترجمہ بعد میں لاطینی زبان میں ہوا جو رومن ایمپائر کی سرکاری زبان تھی اور دورانِ ترجمہ بہت سی من گھڑت باتوں کے شامل ہو جانے کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اس ترجمہ در ترجمہ کے عمل سے جو انجیل وجود میں آئی اس میں لفظی ومعنوی تحریف اور ردو بدل کا واقع ہونا ایک ایسی ناقابلِ تردید حقیقت ہے جو محتاجِ وضاحت نہیں۔

اندریں حالات ان اناجیل کی صحت کی تاریخی حیثیت کا جائزہ لینا کوئی مشکل کام نہیں۔ اِمتدادِ زمانہ کے ساتھ ان میں کیا کیا تحریفات اور تاویلات ہوئی ہوں گی ان کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں۔ چنانچہ اس صورتِ حال کے پیش نظر اگر مذکورہ انجیلوں میں ان بشارتوں کا حوالہ نہ ملے تو قرآن پر اعتراض کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی جواز موجود ہے، لیکن تحریف کے باوجود حضور ﷺ کی آمد کے بارے میں خوشخبریاں ان مسخ شدہ کتابوں میں بھی راہ پاگئیں جس کا واضح ثبوت وہ عبارتیں ہیں جن میں یہ پیش گوئیاں کسی نہ کسی صورت میں ہیں۔ ذیل میں نمونہ کے طور پر انجیل میں سے چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔

اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو نبی آخر الزماں ﷺ کی تشریف آوری کی خوشخبری ان الفاظ میں دی:

1. He shone forth from Mount Paran.(1)

''وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔''(۲)

---

(1) Deuteronomy, 33:2

(۲) استثناء، ۳۳:۲

حبقوق نبی نے فرمایا:

2. God came from Teman, and the Holy One from Mount Paran. His glory covered the heavens, and the earth was full of his praise.(1)

''خدا تیمان سے آیا اور قدوس کوہِ فاران سے ملا۔ اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوگئی۔ اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی۔''(۲)

اللہ کے جلیل القدر نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

3. Nevertheless I tell you the truth. It is to your advantage that I go away, the counsellor will not come to you; but if I go, I will send him to you. And when he comes, he will convince the world concerning sin, and righteousness and judgement.(3)

''لیکن میں تم سے سچ بیان کرتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو مددگار (فارقلیط، تسلی دینے والا) تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدل کے بارے میں بتائے گا۔''(۴)

4. And he preached, saying, "After me comes he who is mightier than I, the thong of whose sandals I am not worthy to stoop down and untie.(5)

---

(1) Habakkuk, 3:3

(۲) حبقوق، باب۳، ۳:

(3) John, 16:7,8

(۴) یوحنا، باب، ۱۶:۸،۹

(5) Saint Mark, 1:7

’’اور یہ منادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے زورآور ہے۔ میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں۔‘‘ (۱)

5. If you love me, you will keep my commandments. and I will pray the Father, and he will give you another councellor to be with you forever.(2)

’’اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کروگے۔ اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہارے لئے دوسرا مددگار بھیجے گا جو کہ ابدتک تمہارے ساتھ رہے گا۔‘‘ (۳)

6. But the counsellor,the Holy spirit, whom the Father will send in my name, he shall teach you all things, and bring to your remembrance all that I have said to you.(4)

’’لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔‘‘ (۵)

7- Hereafter I will not talk much with you for the prince(6) of this world cometh, and hath nothing in me.(7)

’’اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کے سردار نے آنا

---

(۱) مرقس، باب ۱:۷

(2) John,14:15-16

(۳) یوحنا، باب ۱۴: ۱۵، ۱۶

(4) John, 14:26

(۵) یوحنا، باب ۱۴: ۲۶

(۶) ایک ترجمہ میں 'ruler' کا لفظ بھی آیا ہے۔

(7) John, 14:30

ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔"(۱)

8- But when the counsellor comes, whom I shall send to you from the Father, even the Spirit of truth,who proceeds from the Father,he will bear witness to me.(2)

"لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روحِ حق جس نے باپ سے صادر ہونا ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔"(۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزندِ ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کعبہ کی دیواریں اٹھاتے وقت جو دعا مانگی وہ بلاشبہ نسلِ اسماعیل علیہ السلام سے ایک ایسا پیغمبر مبعوث کرنے سے متعلق تھی جس کا مقامِ بعثت مکہ ہو۔ چنانچہ موجودہ تورات کی 'کتاب پیدائش (Genesis)' میں اس کے واضح اشارات ملتے ہیں:

9. And as for Ish'mael, have heard you; behold, I will bless him and make him fruitful and will multiply him exceedingly; he shall be the father of twelve princes, and I will make him a great nation.(4)

"اور اسمٰعیل (علیہ السلام) کے حق میں، میں نے تیری بات سنی، دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے بارآور کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔"(۵)

10. The angel of the Lord said to her, "I will so greatly

---

(۱) یوحنا، باب ۱۴: ۳۱

(2) John, 15:26

(۳) یوحنا، باب: ۱۵: ۲۶

(4) Genesis, 17:20

(۵) پیدائش، باب، ۱۷: ۲۰

multiply your descendants that cannot be numbered for multitude." And the angel of the Lord said unto her, "Behold, you are with child, and shall bear a son; you shall call his name Ish'mael; because the Lord has given heed to your affliction."(1)

''اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا یہاں تک کہ کثرت کے سبب سے اس کا شمار نہ ہو سکے گا۔ اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہو گا اس کا نام اسمٰعیل رکھنا اس لئے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا۔'' (۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیل علیہما السلام کو فاران (مکہ) کے بیابان میں رخصت کیا اور مشکیزہ کا پانی ختم ہو گیا تو حضرت ہاجرہ علیہاالسلام نے گریہ و زاری شروع کی۔ 'کتاب پیدائش' میں اس کا ذکر یوں مذکور ہے:

11- And God heard the voice of the lad; and the angel of God called to Hagra from heaven, and said to her, "what troubles you, Hagra? Fear not; for God has heard the voice of the lad where he is. Arise, lift up the lad, and hold him fast with your hand; for I will make him a great nation. Then God opened her eyes, and she saw a well of water; and she went, and filled the skin with water, and gave the lad drink. And God was with the lad, and he grew up; he lived in the wilderness, and became an expert with the bow. He lived in the wilderness of Paran; and his mother took for him a wife from the land of Egypt.(3)

''تب خدا نے اس لڑکے (اسمٰعیل) کی آواز سنی اور خدا کے فرشتہ نے آسمان

(1) Genesis, 16:10,11

(۲) پیدائش، باب، ۱۶: ۱۰، ۱۱

(3) Genesis, 21:17-21

سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا کہ اے ہاجرہ! تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر کیونکہ خدا نے اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے سن لی ہے۔ اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے ہاتھ سے سنبھال کہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں (بئرِ زمزم) دیکھا، اور جا کر مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلایا۔ اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑا ہوا اور بیابان (عرب) میں رہنے لگا اور تیر انداز بنا۔ اور وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا اور اس کی ماں نے ملک مصر سے اس کے لئے بیوی لی۔''(۱)

تورات کے اس نسخے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت اور ان کی نسل کے پھولنے پھلنے اور اس سے بارہ سرداروں کے پیدا ہونے کے جو تذکرے موجود ہیں وہ صریحاً قرآن مجید میں مذکور دعائے ابراہیمی اور وعدۂ ایزدی کی تائید کرتے ہیں۔

اصل انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کی بشارت 'فارقلیط' کے لفظ سے دی تھی۔ عبرانی زبان کا یہ لفظ 'احمدؐ' یا 'محمدؐ' کے معنوں کے مترادف ہے۔ یونان کے قدیم تراجم میں اس کا ترجمہ 'پریکلیوطاس' بیان کیا گیا ہے جو 'فارقلیط' کا ہم معنی ہے۔ یونانی مترجمین نے یہ دیکھتے ہوئے کہ اس سے اسلام کی حقانیت ثابت ہوتی ہے 'پریکلیوطاس' کو بدل کر 'پریکلیطاس' کر دیا جس کا انگریزی ترجمہ 'counsellor' یا 'comforter' کیا گیا جس کا اردو ترجمہ 'مددگار' اور 'تسلی دہندہ' کیا جاتا ہے۔ مسلمان سکالرز نے خود مسیحی اہل علم کی تحریروں سے ثابت کیا ہے کہ اصل لفظ 'پریکلیوطاس' ہی ہے جو فارقیط کا صحیح ترجمہ ہے۔ اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی اور انہوں نے فارقلیط ہی کہا ہوگا جو قرآنی بشارت اور دعویٰ سے عین مطابقت رکھتا ہے۔

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تورات اور انجیل کی زبان نہیں جانتے تھے لیکن یہ بات حیران کن ہے کہ جب مسلمانوں نے فتوحات کے بعد اپنے قدم فلسطین، عراق اور شام کے علاقوں میں جما لئے تو مسلمان علماء کے رابطے مسیحی اور یہودی علماء سے ہوئے،

(۱) پیدائش، باب ۲۱: ۱۷-۲۱

اسطرح انجیلوں کے بارے میں انہیں جومعلومات حاصل ہوئیں وہ اصل سے زیادہ قریب ہیں۔ اس وقت انجیل کے نسخے سریانی زبان میں تھے جنھیں مسلمان علماء نے عربی میں منتقل کیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ابن ہشام (م۲۱۳ھ) نے 'السیرۃ النبویہ (۲:۶۴)' میں محمد بن اسحاق (م۱۵۱ھ) سے جو روایت نقل کی ہے اس میں یوحنا کے باب ۱۵ کے فقرہ نمبر۲ کا عربی متن یوں ہے:

فلو قد جاء المنحمنا هذا الذى يرسله الله إليكم من عند الرب و روح القدس، هذا الذى من عند الرب خرج فهو شهيد على وأنتم أيضا، لأنكم قديما، كنتم معى فى هذا قلت لكم لكيما ما لاتشكو۔

''اور جب منحمنا آئے گا جسے اللہ تعالیٰ رسول بنا کر بھیجے گا اور وہ اللہ تعالی کے پاس سے آئے گا تو وہ میری سچائی کا گواہ ہوگا اور تم بھی میری سچائی کے گواہ ہو کیونکہ تم عرصہ دراز سے میرے ساتھ ہو، میں نے تم سے یہ باتیں اس لئے کہی ہیں تاکہ تم شک میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔''

و المنحمنا بالسريانية محمد و هو بالرومية البرقليطس ﷺ۔

''اور سریانی زبان میں منحمنا کا معنی 'محمدؐ' ہے اور رومی (زبان) میں اُنہیں ﷺ فارقلیط کہتے ہیں۔''

انجیل کے ان جملوں میں آنے والے پیغمبر کی درج ذیل صفات گنوائی گئی ہیں:

۱۔ آنے والا پیغمبر لوگوں کو مسیحی تعلیمات کی وہ باتیں یاد دلائے گا جو وہ بھول چکے ہوں گے۔

۲۔ وہ نامکمل کو مکمل کرے گا اور سچی باتوں کی خبر دے گا۔

۳۔ اس کی زبان سے جو باتیں نکلیں گی وہ اس کی اپنی نہ ہوں گی بلکہ وہی کہے گا اور سنائے گا جو خدا کی طرف سے ہوگا۔

۴۔ وہ مسیح کی تعلیم کو زندہ کرے گا اور اس کی گواہی دے گا اور اس پر ایمان نہ لانے والے کو گناہگار ٹھہرائے گا۔

اس سچائی سے کس کو انکار ہوسکتا ہے کہ لوگ اصل مسیحی تعلیم کو بھلا چکے تھے اور توحید کی بجائے تثلیث کے قائل تھے۔ پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھولی بسری باتوں کو پھر سے زندہ کر دیا اور قرآن حکیم کی تعلیمات سے نصاریٰ کے غلط عقائد کی اصلاح کی اور تثلیث کی بجائے توحید کا علم بلند کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کی اُلوہیت کا ردّ کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق کرتے ہوئے ان کے مسئلہ حیات و موت پر عقائدِ فاسدہ کی جمی ہوئی گرد کو صاف کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنے والے پیغمبر کی بشارت دیتے ہوئے ان کی جو نشانیاں بتائیں وہ سب حضور ﷺ کی ذات اقدس کے سوا کسی اور پر پوری نہیں اترتیں۔ اب اس امر سے انکار ممکن نہیں کہ آپ ﷺ نے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مسخ شدہ شخصیت کو بحال کیا اور جن غلط باتوں سے انہیں متہم کیا گیا تھا ان کا نہ صرف پردہ چاک کیا بلکہ ان پر باندھے گئے ان بہتانوں کی قلعی کھول دی جو یہودیوں نے مسیح دشمنی اور نصاریٰ نے محبت کے غلو میں قائم کئے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا بلکہ وہی کہے گا جو خدا اس سے کہلائے گا اس کی تصدیق خود قرآن نے کر دی:

وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی ○ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ○ (۱)

''اور وہ اپنی (یعنی نفس کی) خواہش سے بات ہی نہیں کرتے ○ وہ تو وہی فرماتے ہیں جو (اللہ کی طرف سے) ان پر وحی ہوتی ہے ○''

دنیائے عیسائیت کی پیش کردہ چار انجیلوں کے علاوہ صدیوں تک گوشۂ گمنامی میں رہنے والی ایک ایسی انجیل منصۂ شہود پر ظاہر ہوئی جسے 'انجیل برنا باس' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے بہت سے لاینحل عقدے حل ہوجاتے ہیں اور اصل مسیحی عقائد پر

---

(۱) القرآن، النجم، ۵۳: ۳، ۴

شکوک و شبہات کی جو دبیز تہہ چڑھ گئی تھی اس کی پردہ دری ہو جاتی ہے۔ اس انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ایسے روشن ارشادات موجود ہیں جن میں واضح طور پر پیغمبر آخرالزماں ﷺ کا نام لے کر ان کی آمد کی بشارتیں دی گئی ہیں اور اپنے پیروکاروں کو تلقین کی گئی ہے کہ جب وہ پیغمبر آئے تو اس کا دامن مضبوطی سے تھام لیں۔

برنباس قبرص کا رہنے والا اور مذہب یہودیت کا پیروکار تھا۔ لیکن جب اس نے دین عیسوی اختیار کیا تو اس کی اشاعت اور فروغ کے لئے ہمہ تن کوش ہو گیا۔ وہ بہت کامیاب مبلغ ثابت ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے انتہائی قریبی تعلق ہونے کی بنا پر وہ بہت جلد حواریوں کی آنکھ کا تارا بن گیا جس کی وجہ سے مسیحیت میں اسے قابلِ قدر مقام حاصل ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات آپ کے پہلے ماننے والوں کے نزدیک نزاعی (controversial) نہیں تھیں۔ وہ سب آپ کو ایک راست باز انسان اور اللہ کا برگزیدہ پیغمبر سمجھتے اور جانتے تھے اور وہ صحیح معنوں میں موحد تھے۔ ساری خرابی سینٹ پال کے عیسائی مذہب قبول کرنے کے بعد پیدا ہوئی۔ اس نے مسیحیت کے پرچار میں اس کی اصل تعلیمات کو مسخ کر کے حق اور سچ کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا اور عیسوی عقائدونظریات پر ضرب کاری لگائی۔ سچی بات یہ ہے کہ اس نے جس دین عیسائیت کو رائج کیا اس کا منبع انجیل یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات نہ تھیں بلکہ یہ اس کی ذاتی اختراع اور سوچ کا نتیجہ تھا۔

بتایا جاتا ہے کہ کچھ عرصہ تک برنباس اور سینٹ پال اکٹھے کام کرتے رہے لیکن پھر بوجوہ ان میں اختلافات پیدا ہوگئے جو وقت کے ساتھ شدت اختیار کر گئے اور پھر وہ مرحلہ آیا جس میں وہ دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگئے۔ ہوا یہ کہ سینٹ پال نے حلال و حرام کے بارے میں دین موسوی کے احکامات پس پشت ڈال دیئے۔ ایسا کرنے سے اسے حکومت اور کچھ سرکردہ لوگوں کی تائید اور حمایت حاصل ہوگئی اور اس کے پھیلائے ہوئے جال میں عوام الناس گرفتار ہوگئے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برنباس اور اس کے ساتھی اثر

و رسوخ کھو بیٹھے اور دین عیسوی میں انہیں کوئی مقام حاصل نہ رہا۔ اس کے باوجود چوتھی صدی عیسوی تک برنباس کا ایک مضبوط حلقہ موجود تھا اور وہ لوگ تثلیث کی بجائے خدائے واحد کے پرستار تھے۔ برنباس کی انجیل پہلی دو صدیوں میں مستند انجیل مانی جاتی رہی اور دین کے معاملوں میں اس کو بطور حجت تسلیم کیا جاتا رہا۔ لیکن ۳۲۵ء میں جو کانفرنس منعقد ہوئی اس میں یہ فیصلہ ہوا کہ عبرانی زبان میں جتنی انجلیں موجود ہیں ان سب کو تلف کر دیا جائے۔

انجیل برنباس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو اسی طرح بیان کیا گیا ہے جس طرح پیغمبر برحق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو عطا کی تھیں۔ وہ ان بے شمار بشارتوں کی حامل ہیں جن میں حضور ﷺ کی آمد اور آپ ﷺ کی صفات کا ذکر کثرت اور تواتر کے ساتھ کیا گیا ہے۔

انجیل برنباس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں:

1. But after me shall come the splendour of all the Prophets and holy ones, and shall shed light upon the darkness of all that the Prophets have said because he is the messenger of God.(1)

"لیکن میرے بعد وہ ہستی تشریف لانے والی ہے جو اپنی شان میں تمام انبیاء اور ذواتِ مقدسہ سے افضل ہوگی، تمام نبیوں نے جو کہا ہے وہ ان پر روشنی ڈالے گی، اس لئے کہ وہ ہستی اللہ کی پیغمبر ہے۔"

2. For I am not worthy to enloose the ties of the hosen or the latchets of the shoes of the messenger of the God whom ye call "Messiah" who was made before me, and shall come after me, and shall bring the words of truth, so that his faith shall have no end.(2)

---

(1) Chapter : 17

(2) Chapter : 42

''میں تو اپنے آپ کو اس قابل بھی نہیں سمجھتا کہ اس عظیم ہستی کے جوتوں کے تسمے بھی کھول سکوں، وہ جسے تم مسیحا کہتے ہو، اس کی خلقت مجھ سے پیشتر ہوئی لیکن اس کی تشریف آوری میرے بعد ہوگی۔ وہ سچے لفظوں کے ساتھ مبعوث ہوگا اور اس کا دین کبھی ختم نہ ہوگا۔''

جب گمراہ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کیا تو اس بات سے انہیں بے حد تکلیف ہوئی۔ اس پر بعض اہلِ حکومت نے انہیں یقین دلایا کہ آپ مطمئن رہیں، ہم شہنشاہِ روم سے ایسا فرمان جاری کرائیں گے جس میں لوگوں کو ان باتوں سے روک دیا جائے گا۔ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے:

3- But my consolation is in the coming of Messenger, who shall destroy every false opinion of me, and his faith shall spread and shall take hold of the whole world, for so hath God promised to Abraham, our father.(1)

''بلکہ میرے لئے موجبِ تسکین تو اس رسول کی آمد ہوگی جو میرے بعد آکر میرے بارے میں تمام باطل اور جھوٹے نظریات کو مٹا دے گا، اس کا دین فروغ پائے گا اور تمام دنیا میں پھیل جائے گا، ایسا وعدہ ہمارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) سے بھی کیا گیا ہے۔''

جب یہ سوال کیا گیا کہ آیا اس رسول کے بعد بھی اور نبی آئیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

4- There shall not come after him true Prophets sent by God, but there shall come a great number of false prophets, where at I sorrow. For satan shall raise them up.(2)

---

(1) Chapter : 97

(2) Chapter : 97

''آپ (ﷺ) کے بعد کوئی اللہ کا فرستادہ سچا نبی نہیں آئے گا لیکن شیطان کے قائم کردہ جھوٹے نبی کثرت سے آئیں گے۔ جن کا مجھے افسوس ہے۔''

۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی آخرالزمان کا نام محمد ﷺ بتاتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کائنات ارضی وسماوی پیدا فرمائی:

The name of the Messiah is admirable, for God himself gave him the name when he had created his soul, and placed it in celestial splendour. God said: "Wait Muhammad; for thy sake I will create paradise, the world, and a great multitude of creatures...... I shall send thee into the world. I shall send thee as my Messenger of salvation and thy word shall be true, in so much that heaven and earth shall fail, but thy faith shall never fail."

''اس مسیحا کا نام 'قابلِ مدح وستائش' ہے یہ نام خود خدا نے اسے اس وقت دیا جب اس کی روح کو پیدا کیا اور اس کو عالمِ بالا کی پرشکوہ رفعتوں میں رکھا اور اس کے بارے میں فرمایا: اے محمد! انتظار کر کہ میں نے تیری خاطر جنت کو پیدا کیا ہے اور ساری دُنیا اور اس میں طرح طرح کی بے شمار مخلوقات کو بھی پیدا کیا ہے۔ ...... میں تجھے اس دُنیا میں نجات دہندہ رسول بنا کر بھیجوں گا۔ تیرا کلمہ کلمۂ حق ہو گا۔ زمین و آسمان کو تو زوال آ سکتا ہے لیکن تیرے دین کو کبھی زوال نہ ہو گا۔

اِس کے بعد فرمایا:

"Muhammad is his blessed name."(1)

''اُن کا بابرکت نام محمد ہو گا۔''

یہ سن کر حاضرین دست بدعا ہوئے:

(1) Chapter : 97

O God, send us Thy messenger. O Muhammad, come quickly for the salvation of the world.(1)

''اے خدا! ہمارے لئے اس رسول کو بھیج۔ اے محمد! جلد اس دُنیا کی نجات کے لئے تشریف لے آیئے۔''

اُس کے بعد برنباس کی انجیل میں یہ درج ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آخری حالات کے بارے میں پیشین گوئی کرتے ہوئے کہا کہ مجھے قتل کرانے کی سازش کی جائے گی مگر وہ ایسا کر نہیں پائیں گے۔ پھر میرا ایک حواری تھوڑے سے لالچ کے لیے مجھے گرفتار کرائے گا لیکن وہ مجھے پھانسی دینے میں ناکام ہوں گے اور مجھے آسمان پر اُٹھا لیا جائے گا اور جس نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہوگا اُسے میری جگہ شبے میں پھانسی پر چڑھا دیا جائے گا۔

I shall abide in that dishonour for a long time in the world. But when Muhammad shall come, the sacred Messenger of God, that infamy shall be taken away, and this shall God do because I have confessed the truth of the Messiah, who shall give me this reward, that I shall be known to be alive and to be a stranger to that death of infamy.(2)

''کافی عرصہ تک دنیا میں وہ لوگ میری عزت کو بٹہ لگاتے رہیں گے لیکن جب محمد تشریف لائیں گے جو اللہ کے مقدس رسول ہیں تو اس بدنامی کا داغ دھل جائے گا اور اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے گا کیونکہ میں اس مسیحا کی سچائی کا اقرار کرتا ہوں۔ اس کا وجود میرے لئے باعث انعام ہوگا اور لوگوں کا میرے زندہ رہنے پر ایمان قائم ہو جائے گا اور اس ذلت کی موت سے میری براء ت ثابت ہو جائے گی۔''

(1) Chapter : 97

(2) Chapter : 112

۸۔ ختمِ نبوت

ربّ العالمین کا نظامِ ربوبیت اس کائنات عریض و بسیط کے ہر ہر گوشے کو محیط ہے اور کوئی ذرہ ایسا نہیں جس میں اس کی کارفرمائی نہ ہو۔ اس کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ ہر وجود کو اس کی ادنیٰ حالت سے ترقی دے کر بتدریج اس کے درجۂ کمال تک پہنچا دیا جائے اور اس کو وہ رفعت عطا ہو جس سے خالقِ کائنات کی خالقیت کو پہچانا جا سکے۔ لہٰذا اس کائناتِ زیریں و بالا میں ہر طرف اس محبوبِ حقیقی کے جلوے بکھرے ہوئے ہیں اور اس کارخانۂ ہستی میں مشیتِ ایزدی کا سب سے بڑا شہکار انسان ہے جس کے بارے میں ارشاد ہوا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍO(۱)

''بیشک ہم نے انسان کو بہترین (اعتدال اور توازن والی) ساخت میں پیدا فرمایا ہےO''

اس عالمِ انفس و آفاق میں حسنِ الوہیت کی شانِ مظہریت کے تمام اوصاف و کمالات جو مختلف انواع و طبقاتِ انسانی میں منتشر تھے انہیں یکجا کر کے پیکرانِ نبوت میں رکھ دیا گیا اور اس طرح ایک ایسا سلسلۂ نبوت و رسالت وجود پذیر ہوا جو جملہ مظاہرِ ربوبیت کا مظہر و عکاس ٹھہرا، جس میں کوئی کسی خاص فضیلت کا حامل تھا اور کوئی کسی خاص کمال میں یکتا و یگانہ تھا۔ قصہ مختصر یہ کہ پوری کائناتِ نبوت جملہ کمالات و محاسن کی آئینہ دار بن گئی۔ اب ضرورت اس امر کی تھی کہ کوئی ایسا پیکرِ نبوت بھی تشکیل دیا جائے جس میں حسنِ الوہیت اور حسنِ کائنات کے مظاہر بدرجہ اتم موجود ہوں اور وہ ان تمام شانوں کا مجتمع ہو جو پہلے مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل تھیں۔ جب ربّ العالمین کے اعجازِ ربوبیت نے اپنی مشیت کے تحت یہ چاہا کہ سب مظاہرِ حسن اپنی اِنتہا (climax) کو پہنچ جائیں تو سارے جلوے جس وجود میں سمٹ آئے وہ پیکرِ مصطفوی ﷺ کی صورت میں منصۂ شہود پر

(۱) القرآن، التين، ۹۵:۴

جلوہ گر ہو گیا۔ اس پیکر مصطفوی میں ڈھل کر نبوت و رسالت کا وہ سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا اپنے اتمام کو پہنچ کر ختم نبوت کے پیکرِ دلنواز میں ظہور پذیر ہوا جس کے بعد نبوت و رسالت کے تمام تقاضوں کی تکمیل ہو گئی، اس طرح کہ اب قیامت تک کسی قوم، ملک یا زمانے کے لئے نبی اور رسول کی کوئی ضرورت باقی نہ رہی اور مشیت الٰہی نے نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا۔ اب ہر زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ ہے۔

اِک نئے دور کا آغاز تھا آنا اس کا
اب زمانے کی حدوں تک ہے زمانہ اس کا

ختم نبوت کے باب میں قرآن و حدیث سے چند دلائل حسبِ ذیل پیش کئے جاتے ہیں:

ا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی مرد کا باپ نہ ہونا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کا ذکر قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں نہایت ہی جامع انداز میں کیا گیا ہے۔

اِرشادِ خداوندی ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝(۱)

’’محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں (یعنی ان پر سلسلۂ نبوت ختم کیا جا رہا ہے)، اور اللہ سب چیزوں کا جاننے والا ہے ۝‘‘

تاریخِ انبیاء گواہ ہے کہ اس کرۂ ارضی پر ایسے جلیل القدر پیغمبر بھی گزرے ہیں جن کی اولاد کو بھی شرفِ نبوت سے نوازا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام

(۱) القرآن، الاحزاب، ۳۳:۴۰

کے فرزند تھے، وہ قیامت کے دن نبی کی حیثیت سے اپنے والدِ گرامی کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ اگر حضور ﷺ کا کوئی فرزند جوان ہوتا تو وہ بھی یقیناً مرتبۂ نبوت پر فائز ہوتا کیونکہ آپ ﷺ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہیں، لیکن وہ بیٹا اگر آپ ﷺ کی ختم نبوت کے باعث نبی نہ ہوتا تو اس طرح آپ ﷺ کی شانِ نبوت کی اکملیت و افضلیت پر لامحالہ حرف آتا۔ چونکہ حضور ﷺ کو بے مثل پیدا کرنا مقصود تھا، اس لئے قدرت کو گوارا نہ ہوا کہ حشر کے دن حضور ﷺ کے ساتھ ان کا کوئی غیر نبی بیٹا کھڑا ہو۔ حضور ﷺ کو چونکہ خاتم الانبیاء ہونا تھا اس لئے ان کے صاحبزادوں کو بچپن ہی میں اٹھا لیا گیا، اللہ رب العزت نے اس طرح اپنے محبوب ﷺ کو بیٹے جیسی نعمت سے محروم بھی نہ رکھا اور آپ ﷺ کے خاتم الانبیا ہونے کے اعزازِ لازوال کو بھی برقرار رکھا، اس الوہی اہتمام کے ذریعے شانِ رسالت میں کمی کے ہر تصور کی ذہنِ انسانی میں ابھرنے سے پہلے ہی نفی کر دی گئی۔ اس طرح یہ وضاحت فرما دی گئی کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔

اس حکمت کی بناء پر جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا بچپن میں ہی وصال ہو گیا۔

اسماعیل بیان کرتے ہیں:

قلت لابن أبی أوفٰی: رأیت إبراهیم بن النبی ﷺ؟ قال: مات صغیرا، و لو قُضِیَ أن یکون بعد محمد ﷺ نبیّ عاش ابنه، ولکن لا نبی بعده۔(۱)

’’میں نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا؟ اُنہوں نے جواب دیا: وہ بچپن میں وفات پا گئے تھے اور اگر حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی نبی کو آنا ہوتا تو آپ ﷺ کے فرزند زندہ رہتے، لیکن آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔‘‘

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۸۹، کتاب الأدب، رقم: ۵۸۴۱
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۴۸۴، کتاب ما جاء فی الجنائز، رقم: ۱۵۱۰

۲۔ میثاقِ انبیاء اور اِعلانِ ختم نبوت

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی ختمِ نبوت کا اعلان انبیاء کرام علیہم السلام کے سامنے یومِ میثاق میں ہی فرما دیا تھا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ۔(۱)

’’اور (اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر دوں پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہوں گی تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں نہ صرف خلقتِ محمدی ﷺ اور عظمتِ رسالتِ نبوی ﷺ کا ذکر ہو رہا ہے بلکہ اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو اس میں ختمِ نبوت کا بیان بھی موجود ہے۔ آیتِ مذکورہ میں واضح طور پر دو پہلو از روئے استدلال ختمِ نبوت سے متعلق ہیں۔

(ا) ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ کے کلمات کے ذریعے اللہ سبحانہ و تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کو مخاطب کر کے ارشاد فرما رہا ہے کہ ’’جب تم سب آ چکو گے اور اپنی اپنی نبوتوں کے زمانے گزار چکو گے اور کسی حال میں کوئی نیا نبی یا رسول آنے والا نہیں ہوگا تو پھر تم سب کے آخر میں میرا پیارا رسول ﷺ آئے گا۔

(ب) ’مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ‘ کے کلمات کے ذریعے حضور ﷺ کو تمام انبیاء کا مُصَدِّق قرار دیا گیا ہے جبکہ دوسرے تمام انبیاء آئندہ آنے والوں کے لئے مبشر تھے۔ انہوں نے باری باری حضور ﷺ کی آمد کی بشارتیں دیں لیکن حضور ﷺ کسی کے مبشر نہیں بلکہ سب کے

(۱) القرآن، آل عمران، ۳:۸۱

مصدق ہیں اور یہ حقیقت تو اظہر من الشّمس ہے کہ تصدیق کرنے والا (مصدِّق) سب کے بعد ہی آتا ہے۔ بفرض محال اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی اور نبی آنے والا ہوتا تو حضور ﷺ اس کے مبشر ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں تھا کہ دوسرے انبیاء کی طرح آپ ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی آئے۔ اس لیے کہ اس سے آپ ﷺ کی عالمگیر رسالت اور نبوتِ تامہ میں نقص یا کمی کا شائبہ ہوسکتا تھا۔ چونکہ حضور ﷺ کی نبوت کو تا قیامت قائم رکھنا تھا اس لئے خدائے علیم وخبیر نے تمام انبیاء و رسل آپ ﷺ سے پہلے بھیج دیئے، اور آپ ﷺ کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا خاتم بنا دیا۔

۳۔ تکمیلِ دین اور اِتمامِ نعمت کی نوید

اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کی ختم نبوت سے دینِ اسلام کی تکمیل فرما دی اور بنی نوع انسان کو آپ ﷺ کے وجود کی صورت میں آخری نعمت عطا کر دی۔ لہٰذا اس الوہی اہتمام کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت واحتیاج باقی نہ رہی، اس لئے قرآن مجید نے اس کا ذکر بڑی صراحت سے کیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔(۱)

”آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو (بطور) دین کے (یعنی مکمل نظامِ حیات کی حیثیت سے) پسند کیا۔“

تکمیلِ دین کا مطلب ہے کہ اب ہدایتِ آسمانی کا کوئی حصہ ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول ﷺ پر اتار نہ دیا ہو۔ قرآن وسنت کے ذریعہ قیامت تک اولادِ آدم کو ایک مکمل ضابطۂ حیات دے دیا گیا ہے جس میں نہ کسی اضافے کی ضرورت

(۱) القرآن، المائدہ، ۵:۳

ہے اور نہ کسی ترمیم و تنسیخ کی۔

دین کی تکمیل کا مطلب واضح طور پر پیامِ حق کی تکمیل ہے کیونکہ اب وحی کے ذریعے ہدایتِ آسمانی کے مزید نزول کی ضرورت باقی نہیں رہی، اس لئے کہ اب قیامت تک کسی نئے نبی کے آنے کا امکان نہیں اور ہدایت کے لئے آپ ﷺ کا اسوۂ مبارکہ اور سنتِ مطہرہ ہی کافی ہے۔ اب اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے گا تو نصوصِ قرآن کی خلاف ورزی اور تعلیماتِ الٰہیہ سے بغاوت کا مرتکب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے دامنِ رسالت کو فکر و نظر کے اتنے انوارِ و تجلیات سے بھر دیا ہے اور دنیوی واخروی نعمتوں کے اتنے چاند سورج اس میں سجا دیئے ہیں کہ فضائیں حشر تک ان کی ضوء سے مستنیر رہیں گی۔

۴۔ حضور ﷺ کا خاتم الوحی ہونا

قرآن حکیم میں بعثتِ محمدی کے بعد کسی اور نبی کی بعثت کا ذکر نہیں البتہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک اللہ تعالیٰ کے فرستادہ انبیاء ورسل کی بعثت کا ذکر جا بجا موجود ہے۔ چونکہ حضور ﷺ کے بعد وحیٔ الٰہی کا دروازہ بند ہوگیا، اس لئے اِرشاد ہوا:

وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَ مَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ۔(۱)

”اور (متقی) وہ لوگ (ہیں) جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا (سب) پر ایمان لاتے ہیں۔“

اس آیتِ مقدسہ میں وحی الٰہی کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے یہ تلقین کی گئی ہے کہ ہدایتِ آسمانی پر ایمان لاؤ جس کا نزول حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور رحمتِ عالم ﷺ تک جاری رہا، گویا وحی الٰہی کی دو اقسام مذکور ہوئیں:

۱۔ وحی الٰہی، جو حضور ختمی مرتبت ﷺ پر نازل ہوئی۔

۲۔ وحی الٰہی، جو حضور ﷺ سے پہلے وقتاً فوقتاً دوسرے انبیا پر نازل ہوتی رہی۔

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۴

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

www.MinhajBooks.com

اب تیسری قسم کی وحی کا تصور بھی باطل ہے، نہ کسی پر اب وحی نازل ہوسکتی ہے اور نہ کوئی حضور ﷺ کے بعد نبی ہوسکتا ہے، آیتِ مذکور میں فقط مَا اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ کے الفاظ آئے ہیں مِنۡ بَعۡدِکَ کے الفاظ نہیں آئے۔ لہٰذا یہ آیت حضور ﷺ کے خاتم النبیین اور خاتم الوحی ہونے پر نصِ صریح کا حکم رکھتی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشادِ ربانی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَالۡكِتٰبِ الَّذِیۡ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوۡلِهٖ وَالۡكِتٰبِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنۡ قَبۡلُ۔(۱)

”اے ایمان والو! تم اللہ پر اس کے رسول (ﷺ) پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول (ﷺ) پر نازل فرمائی ہے اور اس کتاب پر جو اس نے (اس سے) پہلے اتاری تھی ایمان لاؤ۔“

اس آیت میں اہلِ ایمان سے خطاب کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور ﷺ کی رسالت کے ساتھ آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآنِ کریم پر ایمان لانے کی ہدایت کی گئی ہے اور حضور ﷺ سے پہلے ہدایتِ آسمانی پر مبنی سابقہ کتب پر ایمان لانے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

قرآن اور دیگر مذکورہ آسمانی کتب کے علاوہ کسی اور کتاب کا ہونا بھی خارج از امکان ہے۔ اگر مذکورہ بالا دو اقسام کے علاوہ تیسری قسم کی وحی کے نزول کا امکان ہوتا تو قرآن میں اس کا ذکر ضرور ہوتا، لیکن ایسا ممکن ہی نہ تھا کیونکہ حضور ﷺ کی نبوت کو خاتمیت کی خلعتِ فاخرہ عطا ہوچکی تھی۔

جب اللہ تعالیٰ کے سب سے برگزیدہ رسول جن کے قدموں کے صدقے یہ دنیائے رنگ و بو تخلیق ہوئی اس جہانِ فانی سے رُخصت ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو غسل دیتے وقت فرما رہے تھے:

---

(۱) القرآن، النساء، ۴:۱۳۶

بأبی أنت و أمی! لقد إنقطع بموتک ما لم ینقطع بموت غیرک مِن النبوۃ و الأنباء و أخبار السّمآء۔(۱)

’’(حضور!) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ کے وصال سے وہ چیز ختم ہوگئی جو چیز کسی دوسرے کے وصال سے ختم نہ ہوئی تھی، یعنی نبوت، غیب کی خبروں کا بتلانا اور آسمان سے خبروں کا نزول اب ختم ہو گیا ہے۔‘‘

۵۔قرآن کریم کی شانِ مصدقیت

قرآن مجید حضور ﷺ سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابوں کی تصدیق کرنے والا (مصدِّق) ہے۔ باری تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی شان مصدِّقیت کو یوں بیان فرمایا ہے:

وَ اٰمِنُوۡا بِمَا اَنۡزَلۡتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمۡ۔(۲)

’’اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو میں نے (اپنے رسول محمد ﷺ پر) اتاری (ہے) (حالانکہ) یہ اس کی (اصلاً) تصدیق کرتی ہے جو تمہارے پاس ہے۔‘‘

شریعتِ محمدی کے بعد تمام سابقہ شریعتیں منسوخ کر دی گئیں۔ آیتِ مذکورہ میں اللہ رب العزت نے اہلِ کتاب کو صرف قرآن مجید پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے بایں معنی کہ اب قرآن ہی قیامت تک بنی نوع انسان کی رہنمائی کرے گا۔ گویا بقول اقبالؒ:

نوعِ انساں را پیامِ آخریں
حاملِ اُو رحمۃ للعالمین ﷺ

قرآن میں ایک دوسرے مقام پر اسی تصور کو یوں اجاگر کیا گیا ہے:

نَزَّلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ۔(۳)

---

(۱) نہج البلاغہ، ۲: ۲۲۸

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۴۱

(۳) القرآن، آل عمران، ۳: ۳

”(اے حبیب!) اسی نے (یہ) کتاب آپ پر حق کے ساتھ نازل فرمائی ہے، (یہ) ان (سب کتابوں) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے اتری ہیں۔“

قرآن کریم کی شان مصدقیت سے واضح ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب ہی آخری کتاب ہے کیونکہ عقل و منطق کی رُو سے مصدق یعنی تصدیق کرنیوالا سب سے آخر میں ہوتا ہے اور یہ اس کتابِ آخر کے حامل حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا وہ بدیہی ثبوت ہے جس کی تردید کا کوئی جواز سرے سے خارج از امکان ہے۔

۶۔ قرآنِ حکیم کی اُلوہی حفاظت

سیدنا آدم علیہ السلام سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک وحی الٰہی کے نزول کا سلسلہ جاری رہا لیکن اللہ رب العزت نے ان انبیاء و رُسل پر اُترنے والی وحی کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لی، ایسا کیوں ہوا؟ اس امر میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کو آنا تھا، لیکن جب وحی الٰہی نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی تو اس کے ساتھ اب نبوت اور رسالت کے سلسلے کا اختتام ہو رہا تھا، اب فقط قرآن حکیم ہی کو قیامت تک زندہ رہنا تھا۔

اس لئے اس کی دائمی حفاظت کا بندوبست ضروری تھا۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ○ (۱)

”بیشک یہ ذکرِ عظیم (قرآن) ہم نے ہی اُتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے ○“

اس کتابِ زندہ کا حامل نبی صاحبِ ختمِ نبوت حضور تاجدارِ کائنات ﷺ کے سوا اور کون ہوسکتا ہے؟

(۱) القرآن، الحجر، ۱۵:۹

۷۔ نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی نشان دہی

نبوت اور رسالت کا روشن سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا حضور نبی اکرم ﷺ پر آ کر ختم ہوا۔ آپ ﷺ سلسلۂ نبوت و رسالت کی آخری کڑی ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی زبانِ حق ترجمان سے اپنی ختم نبوت کا اعلان واشگاف لفظوں میں فرمایا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إنَّ الرسالة و النبوة قد انقطعت، فلا رسول بعدی و لا نبیّ۔(۱)

’’اب نبوت اور رسالت کا انقطاع عمل میں آ چکا ہے، لہٰذا میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی۔‘‘

۸۔ حضور ﷺ قصرِ نبوت کی تکمیلی اینٹ ہیں

قصرِ نبوت جس کی خشتِ اول سیدنا آدم علیہ السلام تھے اور خشتِ آخر حضرت محمد ﷺ ہیں اپنی تکمیل کو پہنچ چکا۔ اب آپ ﷺ کے بعد کسی اینٹ کی گنجائش نہیں رہی جو قصرِ نبوت کی تکمیل کے لئے لگ سکے۔ قصرِ نبوت و رسالت، آقائے دوجہاں ﷺ کی تشریف آوری کے بعد ہی مکمل ہوا، درج ذیل حدیث میں اسی مضمون کی وضاحت کی گئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

إنّ مثلی و مثل الأنبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا، فأحسنه و

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۱۶۳، کتاب الرؤیا، رقم: ۲۲۷۲
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۶۷، رقم: ۱۳۸۵۱
۳۔ حاکم، المستدرک، ۴:۴۳۳، رقم: ۸۱۷۸
۴۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۷:۲۰۶، رقم: ۲۶۴۵
۵۔ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، ۴:۱۶۳
۶۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳:۴۹۴، رقم: ۳۶۱۳
۷۔ زرقانی، شرح الموطا، ۴:۴۵۱

أجمله إلا موضع لَبِنَةٍ من زاويةٍ، فجعل الناس يطوفون به و يعجبون له، و يقولون: هلّا وضعت هٰذه اللَبِنَة؟ قال: فأنا اللبنة، و أنا خاتم النبيين۔(۱)

''بیشک میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک خوبصورت مکان تعمیر کیا اور اُسے اچھی طرح سے سجایا، لیکن مکان کے کسی حصّے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس کا مکان دیکھنے آتے اور اس کی خوبصورتی کی داد دیتے اور دریافت کرتے کہ یہاں اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: پس میں وہی اینٹ ہوں اور سلسلۂ انبیاء کا اختتام کرنے والا ہوں۔''

۹۔ حضور ﷺ عاقب ہیں

حضور ﷺ کا ایک اسم گرامی عاقب ہے جس کا معنی ہے 'سب سے پیچھے آنے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۰، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۴۲
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، کتاب الفضائل، رقم: ۲۲۸۶
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۸۶، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۱۳
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۱۲، ۳۹۸، رقم: ۸۱۰۱، ۹۱۵۶
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۳۶، ۱۳۷، رقم: ۲۱۲۸۱، ۲۱۲۸۴
۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۱۵، رقم: ۶۴۰۵
۷۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۹۰، رقم: ۱۷۲
۸۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۴۳۶، رقم: ۱۱۴۲۲
۹۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۷۸، رقم: ۱۴۸۳
۱۰۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۳: ۳۹۲، رقم: ۱۱۹۰، ۱۱۹۱
۱۱۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۴: ۱۲۸، رقم: ۶۳۹۳
۱۲۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۱۸۵
۱۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۴۹۴

والا' یعنی جو سب سے آخر پر ہو اور جس کے بعد کوئی نہ ہو۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

أنا محمد و أنا أحمد و أنا الماحی الذی یمحی بِیَ الکفر، و أنا الحاشر الذی یحشر الناس علٰی عقبی، و أنا العاقب۔ و العاقب الذی لیس بعده نبیّ۔(۱)

''میں محمد ہوں، احمد ہوں، ماحی ہوں کہ میرے ذریعے کفر کو مٹایا جائے گا۔ میں حاشر ہوں کہ لوگ روزِ محشر میرے بعد اُٹھائے جائیں گے، میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔''

آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اب اس کے بعد جو کوئی بھی دعویٰ نبوت کرے گا وہ جھوٹا ملعون ہو گا اور ابلیس کے ناپاک عزائم کی پیداوار ہو گا۔ آپ ﷺ نے نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی نہ صرف نشاندہی کر دی بلکہ ان کی تعداد بھی بیان فرما دی تھی۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم الانبیاء ﷺ نے فرمایا:

انه سیکون فی أمّتی ثلاثون کذّابون، کلّهم یزعم أنّه نبیّ، و أنا خاتم النبیّین لانبی بعدی۔(۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۲۸، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۵۴
۲۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۲۹۹، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۳۹
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۱۳۵، کتاب الأدب، رقم: ۲۸۴۰
۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۱۱، رقم: ۳۱۶۹۱

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۴۹۹، کتاب الفتن، رقم: ۲۲۱۹
۲۔ ابو داؤد، السنن، ۴: ۹۷، کتاب الفتن، رقم: ۴۲۵۲
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۳۰، کتاب الفتن، رقم: ۳۹۵۲
۴۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۴۹۶، رقم: ۸۳۹۰

←

’’میری اُمت میں تیس (۳۰) اشخاص کذّاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کذّاب کو گمان ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔‘‘

۱۰۔ ختمِ نبوت اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ، حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی تھے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کی ذمہ داری آپ رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی۔ آپ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ اس بات سے واضح ہے کہ آپ کی رائے کی موافقت میں بعض آیاتِ قرآنی نازل ہوئیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا درج ذیل فرمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی دلیل ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان بعدی نبیّ لکان عمر بن الخطاب۔(۱)

.... ۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۵۰۳، رقم: ۳۵۶۵

۶۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۹: ۲۰۰، رقم: ۳۹۷

۷۔ شیبانی، الآحاد والمثانی، ۱: ۳۳۲، رقم: ۴۵۶

۸۔ شیبانی، الآحاد والمثانی، ۳: ۲۴، رقم: ۱۳۰۹

۹۔ دانی، السنن الواردۃ فی الفتن، ۴: ۸۶۱، رقم: ۴۴۲

۱۰۔ دانی، السنن الواردۃ فی الفتن، ۴: ۸۶۳، رقم: ۴۴۴

۱۱۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۶۱۷

۱۲۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۲۲۵

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۱۹، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۸۶

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۵۴

۳۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۹۲، رقم: ۴۴۹۵

۴۔ رویانی، المسند، ۱: ۱۷۴، ۱۷۴، رقم: ۲۱۴، ۲۲۳

۵۔ حکیم ترمذی، نوادر الاصول فی احادیث الرسول، ۳: ۱۳۸

←

’’حضور ﷺ نے فرمایا میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے۔‘‘

۱۱۔ ختمِ نبوت اور حضرت علی المرتضٰی ﷺ

غزوۂ تبوک کے جملہ اقدامات مکمل تھے اور اسلامی لشکر روانہ ہونے والا تھا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غزوۂ تبوک میں لشکرِ اسلام کے ساتھ جانے کی اجازت نہ ملی، اس پر وہ بارگاہِ نبوی میں ملتمس ہوئے کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ألا ترضی أن تکون منی بمنزلة هارون من موسٰی؟ إلا أنه لیس نبیّ بعدی۔(۱)

’’کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے؟ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔‘‘

...... ۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۷:۱۸۰، ۲۹۸، رقم: ۴۷۵، ۸۲۲
۷۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۶۸
۸۔ عسقلانی، فتح الباری، ۷:۵۱

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴:۱۶۰۲، کتاب المغازی، رقم: ۴۱۵۴
۲۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۵۹، کتاب المناقب، رقم: ۳۵۰۳
۳۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۴۰۴
۴۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۴۰، ۶۴۱، ابواب المناقب، رقم: ۳۷۳۰، ۳۷۳۱
۵۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۴۲، ۴۵، المقدمہ، رقم: ۱۱۵، ۱۲۱
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۷۰، ۱۷۳، ۱۷۵، ۱۷۷، ۱۷۹، ۱۸۲، ۱۸۴، ۱۸۵، ۳۳۰
۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۲، ۳۳۸
۸۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۶۹، ۴۳۸
۹۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۱۴۶، ۱۴۸، رقم: ۳۲۸، ۳۳۳

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

بعض روایات میں لا نبوۃ بعدی کے الفاظ ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب چالیس دن کے لئے کوہِ طور پر گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب مقرر کر گئے کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے۔ اسی طرح حضور ﷺ جب غزوۂ تبوک پر تشریف لے جانے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہلِ مدینہ کے لئے اپنا نائب بنا کر چھوڑ گئے اور انہیں حضرت ہارون علیہ السلام کی مثل قرار دیا، مگر یہ بھی واضح فرما دیا کہ اے علی! تم مثلِ ہارون ہونے کے باوُجود بھی نبی نہیں کیونکہ نبوت و رسالت کا سلسلہ مجھ پر ختم ہو چکا ہے۔

۱۲۔ حضور ﷺ کے بعد نبوّت نہیں خلافت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء، كلّما هلك نبي خَلَفَه نبي و أنه لا نبيّ بعدی۔ وسيكون خلفاء فيكثرون۔(۱)

''بنی اسرائیل کے انبیاء بنی اسرائیل کا سیاسی نظام چلاتے تھے، جب کوئی نبی وصال پا جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہو جاتا۔ بیشک میرے بعد کوئی نبی نہیں

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۲۷۳، کتاب احادیث الأنبیاء، رقم: ۳۲۶۸
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۴۷۱، کتاب الامارۃ، رقم: ۱۸۴۲
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۹۵۸، کتاب الجہاد، رقم: ۲۸۷۱
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۹۷، رقم: ۷۹۴۷
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۰:۴۱۸، رقم: ۴۵۵۵
۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷:۴۶۴، رقم: ۳۷۲۶۰
۷۔ ابو یعلی، المسند، ۱۱:۷۵، رقم: ۶۲۱۱
۸۔ ابو عوانہ، المسند، ۴:۴۰۹، رقم: ۷۱۲۶
۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸:۱۴۴

آئے گا البتہ کثیر تعداد میں خلفاء ہوں گے۔‘‘

۱۳۔ اُمتِ مسلمہ آخری اُمت ہے

حضور ﷺ نبی آخر الزماں ﷺ اور آپ ﷺ کی اُمت آخری اُمت ہے۔

۱۔ حضرت ابو اِمامہ باہلی سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أنا آخر الأنبياء و أنتم آخر الأمم۔(۱)

’’میں خاتم النبیین ہوں اور تم آخری اُمت ہو۔‘‘

۲۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

لا نبی بعدی و لا أمة بعدكم۔(۲)

’’میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۳۵۹، کتاب الفتن، رقم: ۴۰۷۷
۲۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۵۸۰، رقم: ۸۶۲۰
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۸: ۱۴۶، رقم: ۷۶۴۴
۴۔ رویانی، المسند، ۲: ۲۹۵، رقم: ۱۲۳۹
۵۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۲: ۲۸، رقم: ۸۶۱
۶۔ ابن ابی عاصم، السنہ، ۱: ۱۷۱، رقم: ۳۹۱

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۸: ۱۱۵، ۱۳۶، ۱۳۸، رقم: ۷۵۳۵، ۷۶۱۷، ۷۶۲۲
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۳۱۶، رقم: ۷۹۷
۳۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۲: ۱۶، ۱۹۳
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۱۹۶، رقم: ۶۷۸۸
۵۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۲۷۰
۶۔ رویانی، المسند، ۲: ۳۴۱۲
۷۔ شیبانی، الآحاد والمثانی، ۵: ۲۵۲، رقم: ۲۷۷۹
۸۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۳: ۲۶۸

۳۔ ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ کا فرمان ہے:

لا نبی بعدی و لا أمة بعد أمتی۔(۱)

''میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری اُمت کے بعد کوئی اُمت نہیں''۔

مختلف احادیث میں مختلف اُمور بیان ہونے کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کے نبی آخر الزماں ﷺ ہونے کا ذکر ضرور ہوا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے عقیدۂ ختمِ نبوت کو عملاً اور اعتقاداً اپنے ایمان کا حصہ بنانا کتنا ضروری ہے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

خرج علینا رسول اللہ ﷺ یوما کالمودع، فقال: أنا محمد النبی الأمی قاله ثلاث مرات، ولا نبی بعدی۔(۲)

''ایک دن حضور رحمتِ عالم ﷺ کسی الوداع ہونے والے شخص کی طرح ہمارے پاس رونق افروز ہوئے اور تین بار ارشاد فرمایا: میں محمد اُمّی نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

۹۔ اِعجازِ قرآن

معجزہ نبی کے ہاتھ پر اللہ کی قدرتِ کاملہ کا ظہور ہوتا ہے۔ یہ وہ خرقِ عادت واقعہ ہے جس پر عقلِ انسانی تصویرِ حیرت بن کر رہ جاتی ہے۔ معجزہ بلاشبہ من جانبِ اللہ ہوتا

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۸: ۳۰۳، رقم: ۸۱۴۶
۲۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۲: ۲۳۳، رقم: ۳۱۱۸
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۱۸۴
۴۔ عجلونی، کشف الخفا، ۲: ۴۱۷

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۷۲، ۲۱۲، رقم: ۶۶۰۶، ۲۹۸۱
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۱۶۹
۳۔ ابن رجب، جامع العلوم والحکم، ۱: ۲۶۱

ہے لیکن اس سے نبی کی عظمت و شوکت کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ نبیٔ آخر حضور رحمت عالم ﷺ کو جو معجزات عطا ہوئے ان میں سے ایک عظیم معجزہ قرآن کریم ہے۔ قرآن ہدایتِ آسمانی کا آخری صحیفہ اور حضور ﷺ کا دائمی معجزہ ہے، وہ اس طرح کہ قیامت تک اس میں کسی قسم کی تحریف ممکن نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کی ذمہ داری لے رکھی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

ما من الأنبياء نبی إلا أُعطی من الاٰيات ما مثله اُومن أو اٰمن عليه البشر، و إنما كان الذی أوتيتُه و إحياً أوحاه اللّٰهُ إلیّ، فأرجوا أنی أكثرهم تابعاً يوم القيامة۔(۱)

’’ہر نبی کو اتنے ہی معجزے عطا کئے گئے جنہیں دیکھ کر لوگ (اللہ اور نبی پر) ایمان لائے، لیکن جو معجزہ مجھے دیا گیا وہ وحی یعنی قرآن کا معجزہ ہے۔ پس میں اُمید کرتا ہوں کہ روزِ محشر تمام انبیاء سے میرے اُمتی تعداد میں زیادہ ہوں گے۔‘‘

مذکورہ حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کوئی وقتی معجزہ نہیں جیسا کہ دیگر انبیاء و رُسل کے معجزے زمان و مکان کی حدود میں برپا ہوتے تھے مگر اُن کے اثر کو اذنِ دوام عطا نہ کیا گیا، لیکن اس کے برعکس قرآن کا یہ معجزہ ہمیشہ رہے گا، کیونکہ شریعتِ محمدی ابد تک کے لئے ہے اور اس کو کبھی زوال نہیں ہوگا۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۵۴، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ، رقم: ۶۸۴۶
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۳۴، کتاب الإیمان، رقم: ۱۵۲
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۵۱، رقم: ۹۸۲۷
۴۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۱۰۲، رقم: ۳۲۷
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۴

اِعجازِ قرآن کے دلائل

اِعجازِ قرآن کے دلائل میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ عدمِ مثلیت

۲۔ حفاظت کا اُلوہی اِہتمام

۳۔ عدمِ اختلاف و تناقض

۴۔ ندرتِ اسلوب و نظمِ کلام

۵۔ فصاحت و بلاغت

۶۔ صوتی حسن و ترنم

۷۔ احوالِ غیب کا بیان

۸۔ نتیجہ خیزی کی ضمانت

۹۔ اُمیّتِ صاحبِ قرآن ﷺ

اب ہم اُوپر دیئے گئے اِجمال کی کچھ تفصیل بیان کریں گے:

۱۔ عدمِ مثلیت

قرآن نے جملہ انس و جاں کو مخاطب کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ ساری مخلوقات اپنی اجتماعی کوششوں کے باوجود اس کا مثل لانے سے قاصر ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا○ (۱)

”فرما دیجئے! اگر تمام انسان اور جنات اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کے مثل (کوئی دوسرا کلام بنا) لائیں گے تو (بھی) وہ اس کی مثل نہیں لا سکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں○“

دوسرے مقام پر مخالفین کو چیلنج دیا گیا کہ پورے قرآن کا مثل تو درکنار قرآن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ پر افتراء پردازی کرنے والے اپنے قول کی تائید میں صرف

(۱) القرآن، بنی اسرائیل، ۱۷:۸۸

دس سورتوں کی ہی مثل لے آئیں:

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰهُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِعَشۡرِ سُوَرٍ مِّثۡلِهٖ مُفۡتَرَیٰتٍ۔(۱)

’’کیا کفار یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر (ﷺ) نے اس (قرآن) کو خود گھڑ لیا ہے؟ فرما دیجئے: تم (بھی) اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں لے آؤ۔‘‘

لیکن اس پر بھی معترضین بے بس رہے تو باری تعالیٰ نے ایک اور چیلنج کیا:

وَ اِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَ ادۡعُوۡا شُهَدَآءَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ○ (۲)

’’اور اگر تم اس (کلام) کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جو ہم نے اپنے (برگزیدہ) بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا لاؤ، اور (اس کام کے لئے بیشک) اللہ کے سوا اپنے سب حمائتیوں کو بلا لو اگر تم (اپنے شک اور انکار میں) سچے ہو○‘‘

اس چیلنج کا کوئی جواب نہ دے سکا اور ابدالآباد تک پورے عالمِ کفر کا ناکامی سے دوچار ہونا مقدر کر دیا گیا ہے، جس کی شہادت چودہ سو سال کی تاریخ دے رہی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَ الۡحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتۡ لِلۡکٰفِرِیۡنَ○ (۳)

’’پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا اور تم ہرگز نہ کر سکو گے تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن آدمی (یعنی کافر) اور پتھر (یعنی اُن کے بت) ہیں، جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے○‘‘

---

(۱) القرآن، ہود، ۱۱:۱۳

(۲) القرآن، البقرہ، ۲:۲۳

(۳) القرآن، البقرہ، ۲:۲۴

قرآن کا اعجاز اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ عالم کفر اپنی بھرپور مخاصمانہ کاوشوں کے باوجود آج تک قرآن کی کسی ایک سورت یا آیت کی مثل نہیں لا سکا۔ اگر اس کے الہامی ہونے کا دعویٰ غلط ہوتا تو انجیل کی طرح اس کے مماثل کئی نسخے اب تک معرض وجود میں آ چکے ہوتے۔

۲۔ حفاظت کا اُلوہی اہتمام

قرآن حکیم کا دوسرا اعجاز یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ بھی خود ہی فرمایا ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ○ (۱)

''بیشک یہ ذکرِ عظیم (قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اسکی حفاظت کریں گے o''

چنانچہ وعدۂ الٰہی کے مطابق قران آج تک ہر قسم کی کمی و بیشی اور حذف و اضافہ سے محفوظ رہا ہے، اس لئے یہ کامل بھی ہے اور تمام بھی۔ عہدِ رسالت ﷺ میں قرآنی آیات متعدد اشیاء پر معرض تحریر میں لائی جاتی تھیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں بھی جب بہت کم لوگ لکھنے کے فن سے آشنا تھے پورا قرآن تحریری طور پر موجود و محفوظ تھا، اور اس پر مستزاد خود حضور نبی اکرم ﷺ اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی قرآن کے حافظ تھے لیکن باقاعدہ طور پر عہدِ صدیقی میں 'مصحف' کے نام سے ایک جامع نسخہ مرتب کیا گیا جسے طویل اور مختصر سورتوں کے اعتبار سے 'سبع طوال'، 'مئین'، 'مثانی' اور 'مفصل' میں تقسیم کر دیا گیا لیکن سورتوں اور آیات کی ترتیب بلاکم و کاست وہی رہی جو خود رسول اکرم ﷺ نے بذریعہ وحی مقرر فرما دی تھی۔

عہدِ عثمانی میں پھر تمام صحابہ و اہل بیت اور حفاظ کرام رضی اللہ عنہم کے مکمل اتفاق سے سرکاری طور پر ایک نسخہ تیار کیا گیا جو 'مصحفِ عثمانی' کے نام سے معروف ہوا۔ قرآن کی جمع

(۱) القرآن، الحجر، ۱۵:۹

وتدوین کا یہ کام جو سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پایۂ تکمیل تک پہنچا، دراصل خود اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور حفاظت میں ہوا کیونکہ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۝(۱)

"بیشک اِس (قرآن) کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۝"

اس پہلو کا جائزہ لینا بیعتِ رضوان کے حوالے سے نہایت ضروری ہے۔ سوال یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے قرآن کی جمع و تدوین کا آخری کام متعدّد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خلفاء کے باوجود حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہی سے کیوں لیا؟ اس کی وضاحت صلحِ حدیبیہ کے واقعہ سے ہوتی ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ بمقام حدیبیہ پڑاؤ کیا اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔ اس اثناء میں اطلاع ملی کہ کفار و مشرکین مسلمانوں پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ اندریں صورت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جہاد پر آمادگی کی بیعت لی، جسے 'بیعتِ رِضوان' کہا جاتا ہے۔

اِس کا ذکر قرآن حکیم میں یوں آتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ط يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔(۲)

"(اے رسول!) بلاشبہ جو لوگ آپ سے (آپ کے ہاتھ پر) بیعت کرتے ہیں فی الحقیقت وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں (گویا) اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ اقدس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا۔ جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیعت ہو چکی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إن عثمان فی حاجة الله تعالٰی و حاجة رسوله، فضرب بأحدی یدیه علی الأخری، فکانت ید رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعثمان خیرا من

(۱) القرآن، القیامہ، ۷۵: ۱۷

(۲) القرآن، الفتح، ۴۸: ۱۰

أيديهم لأنفسهم۔(۱)

"(اے اللہ!) عثمان تیرے اور تیرے رسول کے کام سے گیا ہوا ہے۔ پس آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھا اور اپنے ہی ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیتے ہوئے ان کی طرف سے بیعت لی۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے حضور ﷺ کا ہاتھ دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ان کے اپنے ہاتھوں سے بہتر تھا۔"

یہ پہلو قابلِ غور ہے کہ ادھر حضور رحمتِ عالم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا جبکہ دوسری طرف يَدُ اللهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ((گویا) اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے) کے مطابق حضور علیہ السلام کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ قرار دیا۔ گویا بالواسطہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت قرار دیا، لہٰذا اس ہاتھ سے جمع و تدوینِ قرآن کے کام کا انجام پانا وعدۂ الٰہی ...... اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ (بے شک اِس (قرآن) کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے) ...... کے مطابق خود اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت سے ہی انجام پانا ہے۔

یہ اسی حفاظت الٰہیہ کا کرشمہ ہے کہ ۱۴۰۰ سال گزر جانے کے باوجود آج تک قرآن میں ایک آیت، ایک لفظ یا ایک حرف کی حد تک بھی کمی بیشی نہیں ہوسکی۔ آج بھی بعض علاقوں میں ہزار بارہ سو سال پرانے کلامِ مجید کے نسخے موجود و محفوظ ہیں لیکن ان میں اور آج کے مطبوعہ نسخوں میں زیر زبر تک کا فرق نظر نہیں آتا۔ قرآن کی حقانیت کا اس سے بڑا اعجاز اور کیا ہوسکتا ہے؟

۳۔ عدم اختلاف و تناقض

قرآن اپنی معجز بیانی پر ایک دلیل یہ بھی پیش کرتا ہے کہ وہ اختلاف و تناقض سے مبرا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۲۶، کتاب المناقب، رقم: ۳۷۰۲

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

وَلَوۡ كَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَيۡرِ اللهِ لَوَجَدُوۡا فِيۡهِ اخۡتِلَافًا كَثِيۡرًا ○ (۱)

''اور اگر یہ (قرآن) غیرِ خدا کی طرف سے آیا (ہوتا) تو یہ لوگ اس میں بہت سا اختلاف پاتے o''

عام مصنفین کی تالیفات سے قطع نظر دیگر مذاہب کی الہامی کتابوں پر بھی نظر ڈالیں تو آپ کو لاتعداد تضادات ملیں گے جن میں تطبیق کرنا ممکن نہیں۔ مضامین کا اختلاف، ناموں اور نسبوں کا اختلاف، واقعات کا اختلاف، لشکر کی تعداد کا اختلاف، بیانات کا اختلاف، سنین و اوقات کا اختلاف، الغرض اجمال و تفصیل میں ہر جگہ مضحکہ خیز حد تک تضادات اور تناقضات ہیں جن کا جواب آج تک اس مذہب کے پیروکار نہیں دے سکے اور نہ ایسی کتابوں کو موضوع یا محرف ماننے کو ہی تیار ہیں۔ مذکورہ بالا حقیقت کا مشاہدہ بائیبل کے تنقیدی و تقابلی مطالعہ سے بآسانی ہو سکتا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا امیریکانا (*Encyclopaedia Americana*) میں بائیبل (Bible) کے مضمون کے تحت اس امر کا اعتراف کیا گیا ہے کہ اس کے مختلف نسخہ جات میں کم و بیش تیس ۳۰ ہزار اغلاط موجود ہیں۔ اسی طرح Fred Glad Stonb Bratton نے *History of Bible* (مطبوعہ بوسٹن USA) کے صفحہ ۵ پر اس حقیقت کو بصراحت تسلیم کر لیا ہے کہ بائیبل کے اندر واقعاتی اغلاط، غیر سائنسی نظریات، خدا اور انسان کی نسبت ناپاک تصورات، تضادات و تناقضات، نامعقول بیانات، مبالغہ آمیزیاں اور ناپختہ خیالات کثرت کے ساتھ موجود ہیں لیکن اس کے برعکس قرآن اول سے آخر تک ہر قسم کے اختلاف اور تناقض سے پاک ہے بلکہ ہر آیت دوسری کی مؤید اور ہر مقام دوسرے کا مصدِّق ہے:

آفتابِ آمد دلیل آفتاب
گر دلیلت باید از وی رو متاب

قرآن حکیم میں ایک واقعہ بعض اوقات متعدد جگہ بیان ہوا ہے۔ ہر مقام پر اندازِ بیان اور سیاق و سباق مختلف ہونے کے باوجود اس کی واقعیت میں کوئی خفیف سا اختلاف اور تضاد نظر نہیں آتا۔ اس امر کی صحیح اہمیت کا اندازہ اس صورت حال کو سامنے رکھ

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۸۲

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

کر ہو سکتا ہے کہ قرآن دیگر کتابوں کی طرح تصنیف نہیں ہوا بلکہ ۲۳ سال کے عرصہ میں اس کا نزول کبھی دن کو، کبھی رات کو، کبھی سفر میں، کبھی حضر میں، کبھی گھر اور کبھی میدان جنگ میں ہوتا رہا اور ہمیشہ حسبِ ضرورت اس کی چند آیات جن کی تعداد بالعموم تین سے دس تک ہوتی تھی نازل ہوتیں۔ آپ ذرا غور فرمائیے کہ اس طرح آیات کا تدریجی نزول تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ کو محیط ہے۔ اس عرصہ میں متغیر حالات وقوع پذیر ہوتے رہے اور قرآن کبھی اس دوران ایک جلد کی صورت میں مرتب بھی نہ ہو سکا بلکہ لوگ اپنے طور پر کاغذوں، کپڑوں، پتھروں اور ہڈیوں کے ٹکڑوں پر لکھ کر محفوظ کرتے رہے۔ اس انداز سے اس کا نزول اور جمع و تدوین عمل میں آیا پھر بھی یہ ہر قسم کے اختلاف سے یکسر پاک رہا تو اس کے منزل من اللہ اور مبنی برحق ہونے میں کیا شبہ باقی رہ سکتا ہے!

۴۔ ندرتِ اُسلوب و نظمِ کلام

عہدِ نزولِ قرآن تک عربوں میں قصائد، مکتوبات، خطابات اور محاورات کے صرف چار معروف اسالیب متداول تھے، وہ کسی اور اسلوبِ بیان سے واقف ہی نہ تھے۔ ان معینہ اور معلومہ اسالیب سے مختلف ایک نیا اسلوب بیان پیدا کر لینا قرآن حکیم ہی کا ایک اعجاز تھا۔

قرآن کی ندرت کا اسلوب اور منفرد انداز آج تک کسی اور ادب میں پیدا نہیں ہو سکا۔ عام کتابیں ابواب وفصول پر مشتمل ہوتی ہیں لیکن قرآن ایسی کسی تبویب و تفصیل سے پاک ہے اور نہ اس کے مختلف مضامین کو الگ الگ عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ قرآن کے اسلوبِ بیان اور نظمِ کلام میں ایک آبِ رواں سا تسلسل اور روانی ہے، کسی جگہ پر انقطاع نظر نہیں آتا۔ قرآن نے اپنی بعض سورتوں کو حمد وثنا سے شروع کیا اور بیان کی وضاحت کی غرض سے، بعض کا اختتام جامع کلمات پر کیا اور بعض کا نصیحتوں پر، کبھی وعدہ اور کبھی تبشیر کا انداز اپنایا، کبھی تہدید کی، کبھی تاکید، کبھی مخلوق کا بیان کیا، کبھی خالق کا، کبھی کائنات کی نشانیاں بیان کیں، کبھی انبیاء اور اُممِ سابقہ کے قصص اور واقعات، کبھی حلت وحرمت کے احکام دیئے کبھی استثناء و رخصت کے، کبھی احقاقِ حق کیا کبھی ابطالِ باطل، کہیں مخاصمہ کا رنگ اپنایا کہیں موعظت کا، کہیں انبیاء و مرسلین کی تعلیمات و خدمات

بیان کیں، کہیں ان کی عظمتوں اور رفعتوں کا ذکر کیا، کہیں خطاب ہے کہیں غیاب اور کہیں تکلم، اندازِ کلام بغیر تکلف کے بڑی بے ساختگی سے بدلتا رہتا ہے لیکن حلاوت اور دلکشی برقرار رہتی ہے اور آیات کا ربط کہیں متاثر نہیں ہوتا۔ قرآن کے اُسلوبِ بیان اور نظمِ کلام کے سلسلے میں مزید دو اُمور قابل توجہ ہیں:

(الف) انتشارِ مطالب

(ب) تکرارِ مضامین

قرآنی علوم اور معارف و مطالب عام طور پر پانچ انواع پر مشتمل ہیں:

علم الأحکام، علم المخاصمة، علم التذکیر بآلاء اللہ، علم التذکیر بأیام اللہ و علم التذکیر بالموت۔ (۱)

الف) قرآنی اسلوب میں انتشارِ مطالب کا معنی یہ ہے کہ قرآن اس امر کی رعایت نہیں کرتا کہ اس سورت میں صرف فلاں نوع کا علم ذکر کیا جائے گا اور دوسری سورت میں فلاں نوع کا بلکہ اس کی ایک ہی سورت میں متعدد انواع کے مطالب و معارف بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ ایک علم کے ساتھ متصلاً دوسرا علم بیان کرنا کسی دوسری کتاب میں تو یقیناً مذاقِ لطیف پر گراں گزرتا ہوگا لیکن قرآنی اعجاز کا یہ عالم ہے کہ بدلتے ہوئے مضامین و مطالب کے باوجود بیان اور تفہیم میں بے ساختہ روانی اور لطافت برقرار رہتی ہے۔ یہاں تک کہ کسی کو یہ محسوس بھی نہیں ہوتا کہ اب روئے سخن بدل گیا ہے۔ بات بغیر کسی تکلیف اور تکلف کے دل میں اترتی چلی جاتی ہے۔

جیسے سورۃ الکوثر پر نظر ڈالیے:

اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ○ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انۡحَرۡ○ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ○ (۲)

’’بیشک ہم نے آپ کو (ہر خیر وفضیلت میں) بے انتہاء کثرت بخشی ہے○ پس

(۱) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، الفوز الکبیر

(۲) القرآن، الکوثر، ۱۰۸: ۱۔۳

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھا کریں اور قربانی دیا کریں (یہ ہدیۂ تشکر ہے)o بیشک آپ کا دشمن ہی بے نسل اور بے نام و نشان ہوگا۔‘‘

اس مختصر سی سورت کی تین آیتوں میں چار جملے ہیں۔ تینوں آیتوں میں احکام مختلف ہیں، لیکن ایک دوسرے سے معنوی اعتبار سے پیوست اور مربوط معلوم ہوتے ہیں۔ چاروں جملوں میں الگ الگ اور اپنی اپنی جگہ مستقل معانی و مطالب بیان کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلے عطائے نعمت کا بیان ہے پھر حکمِ عبادت ہے، آخر میں مخالفوں کے لیے چیلنج ہے بلکہ پیشین گوئی بھی ہے۔ گویا انتشارِ مطالب میں بھی معنوی اتحاد اور تسلسل کی کیفیت ابھرتی نظر آتی ہے۔

ب) تکرارِ مضامین میں حکمت و مصلحت یہ ہے کہ بعض اوقات صرف ایک حقیقت سے دوسرے کو آگاہ کرنا مقصود ہوتا ہے، اور بعض اوقات اسے سامع کے دل میں جاگزیں کرنا مطلوب ہوتا ہے: پہلے مقصد کے لیے تو صرف ایک مرتبہ کا بیان کافی رہتا ہے لیکن دوسرے مقصد کے لیے بات کو بار بار مختلف انداز سے بیان کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس نوع کے مضامین کے لیے قرآن کے پیشِ نظر ایک خاص مقصدِ تخاطب ہوتا ہے چنانچہ ایک ہی مضمون باربار بیان ہوا۔ لیکن ہر دفعہ نئی حکمت و موعظت کے ساتھ اس کی کئی پرتیں کھلتی چلی گئیں؛ مثلاً سورہ شعراء میں **اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَاٰیَۃًط وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَo وَ اِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُo**(۱) آٹھ بار آیا ہے، سورہ قمر میں **وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍo**(۲) چار مرتبہ آیا ہے، سورہ مرسلات میں **وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَo**(۳) دس بار آیا ہے، سورہ رحمٰن میں **فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِo**(۴) اکتیس مرتبہ آیا ہے لیکن ہر جگہ نہ صرف ایک نیا لطف اور منفرد کیفیت نصیب ہوتی ہے بلکہ اس تکرار سے دل و دماغ پر اکتاہٹ کی بجائے ہر بار

(۱) القرآن، الشعراء، ۲۶: ۸، ۶۸، ۱۰۴، ۱۲۲، ۱۴۰، ۱۵۹، ۱۷۵، ۱۹۱

(۲) القرآن، القمر، ۵۴: ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰

(۳) القرآن، المرسلات، ۷۷: ۱۵، ۱۹، ۲۴، ۲۸، ۳۴، ۳۷، ۴۰، ۴۵، ۴۷، ۴۹

(۴) القرآن، الرحمٰن، ۵۵: ۱۳، ۱۶، ۱۸، ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۸، ۳۰، ۳۲، ۳۴، ۳۶، ۳۸، ۴۰، ۴۲، ۴۵، ۴۷، ۴۹، ۵۱، ۵۳، ۵۵، ۵۷، ۵۹، ۶۱، ۶۳، ۶۵، ۶۷، ۶۹، ۷۱، ۷۳، ۷۵، ۷۷

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

نئے معانی وغوامض اور اسرار و رموز منکشف ہوتے ہیں۔

۵۔ فصاحت و بلاغت

قرآن کا اسلوب سادگی اور سلاست کے علاوہ فصاحت و بلاغت کے اس اعلٰی مقام پر فائز ہے جس کا معارضہ آج تک بڑے بڑے فصحاء و بلغاء نہیں کر سکے۔ اس میں مقتضائے حال کی رعایت، استعارہ و کنایہ اور صنائع و بدائع کا استعمال ناقابل بیان حسن اور ادبی چاشنی پیدا کرنے کا موجب بنتا ہے۔

علامہ کرمانی اپنی کتاب 'العجائب' میں لکھتے ہیں کہ معاندینِ اسلام نے عرب وعجم کے تمام کلام ڈھونڈ مارے مگر کوئی کلام بھی حسنِ نظم، جودتِ معانی، فصاحتِ الفاظ اور ایجاز میں اس کی مثل نہ ملا اورانہیں بالآخر اس امر پر متفق ہونا پڑا کہ انسانی طاقت قرآن کی آیت کی مثل لانے سے قاصر ہے۔

قرآن کی فصاحت وبلاغت کا یہ اعجاز ہے کہ دنیائے عرب کے ادبی شاہکار 'سبع معلقات' ......سات اساتذہ کے لاجواب قصائد وغزلات ...... جو خانہ کعبہ کے دروازے پر آویزاں تھے، نزولِ قرآن کے بعد اس لئے اتار لیے گئے کہ قرآنی فصاحت و بلاغت کا کوئی شے بھی معارضہ نہیں کرسکتی۔

فصاحت قرآنی کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

الف) مجاز و کنایہ

۱۔ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ۔(۱)

''تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں، پس تم اپنی کھیتیوں میں جیسے چاہو آؤ۔''

۲۔ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔(۲)

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۲۳

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۱۸۷

”وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو۔“

۳۔ أَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ۔(۱)

”یا تم نے (اپنی) عورتوں کو چھوا ہو (یعنی ان سے مباشرت کی ہو)۔“

مذکورہ بالا آیات میں بیان کی بے ساختگی اور اظہار کی بے تکلفی بھی ہے اور کمال درجہ حیاء و شرافت کی آئینہ داری بھی۔ اشاروں کنایوں میں نہایت حسن و خوبی کے ساتھ ایسے مضامین اور احکام و مسائل بیان کر دیئے گئے ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا ادیب اشارت اور صراحت کے ایسے خوبصورت امتزاج سے بیان نہیں کر سکتا۔

ب) تشبیہ و استعارہ

۱۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ۔(۲)

”اس کے نور کی مثال (جو نورِ محمدی کی شکل میں دنیا میں روشن ہوا) اس طاق (نما سینۂ اقدس) جیسی ہے جس میں چراغ (نبوت روشن) ہے۔“

۲۔ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا۔(۳)

”گدھے کی طرح جس نے کتابیں اٹھا رکھی ہوں۔“

یہاں علم سے صحیح فائدہ نہ اٹھانے والوں کی کیفیت کس قدر خوبصورت انداز میں بیان کی گئی ہے۔

۳۔ وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ○ وَ الصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ○(۴)

”اور رات کی قسم جب اس کی تاریکی جانے لگے ○ اور صبح کی قسم جب اس کی

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۴۳

(۲) القرآن، النور، ۲۴: ۳۵

(۳) القرآن، الجمعہ، ۶۲: ۵

(۴) القرآن، التکویر، ۸۱: ۱۷، ۱۸

روشنی آنے لگے○‘‘

ان دوآیات میں رات کے دھیرے دھیرے رخصت ہونے اورصبح کے رفتہ رفتہ آنے کا ذکر جس دلکش انداز میں کیا گیاہے وہ ادبی چاشنی میں اپنی مثال آپ ہے۔

اِسی طرح ایجاز کی مثال ملاحظہ ہو:

۴۔ وَلَكُمْ فِيْ الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ۔(۱)

’’تمہارے لئے قصاص (یعنی خون کا بدلہ لینے) میں ہی زندگی (کی ضمانت) ہے۔‘‘

امام سیوطی نے ’الاتقان‘ میں لکھا ہے کہ اس آیت میں **۲۰** صنعتیں بیان ہوئی ہیں۔

۶۔صوتی حسن وترنم

قرآن حکیم کی ہر آیت اور اس کے مطلع ومقطع میں ایک خاص قسم کا صوتی حسن و جمال پایا جاتا ہے۔ یہ معنوی نغمگی اور باطنی موسیقیت شعری اوزان وقوافی سے مبرا ہونے کے باوجود جمالیاتی اہتزاز و بالیدگی کا احساس دلاتی ہے۔قرآن کی سحر بیانی کافی حد تک اس حسن صوتی پر منحصر ہے۔ اس اعتبار سے قرآنی سورتیں تین (۳) اَقسام پر منقسم ہیں: **’طویل‘** مثلاً سورۃ النساء، **’متوسط‘** مثلاً سورۃ الاعراف اور الانعام، اور **’قصیر‘** مثلاً سورۃ الشعراء اور الدخان۔صوتی ترنم کی یہ کیفیت ہر شخص کے لئے عجیب لطف وشگفتگی کا سامان پیدا کر دیتی ہے۔اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا يَسْطُرُوْنَ○(۲)

۲۔ وَالْمُرْسَلاتِ عُرْفاً○ فَالْعَاصِفَاتِ عَصْفاً○ وَّالنَّاشِرَاتِ نَشْراً○

---

(۱) القرآن، البقرہ،۲:۱۷۹

(۲) القرآن،القلم، ۶۸ : ۱

فَالْفَارِقَاتِ فَرْقًاo فَالْمُلْقِيَاتِ ذِكْرًاo عُذْرًا اَوْ نُذْرًاo(۱)

۳۔ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْo وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْo وَ اِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْo وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ oلِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْo(۲)

۴۔ وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَاعِمَةٌo لِّسَعْیِهَا رَاضِیَةٌo فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍo لَّا تَسْمَعُ فِیْهَا لَاغِیَةًo فِیْهَا عَیْنٌ جَارِیَةٌ o(۳)

۵۔ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَاo وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَاo وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَاo وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰهَاo وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنَاهَاo وَالْاَرْضِ وَمَا طَحَاهَاo وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَاo فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَاo قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَاo وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا o(۴)

۶۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَاo وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَاo وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَاo(۵)

۷۔ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًاo فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا o(۶)

مذکورہ بالا آیات میں سے ہر ایک کا اختتامی لفظ ایک خاص صوتی نغمگی پیدا کر رہا ہے۔ الفاظ کا چناؤ اور وزن، ان کا آپس میں ربط، جوڑ اور ترکیب، پھر ان میں تلفظ کی سلاست اور بہاؤ ایک عجیب موسیقیت اور موزونیت کی فضا پیدا کرتا ہے۔ ان آیات کو بار بار پڑھیں، سادگی سے پڑھیں یا مترنم انداز میں زبان میں رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی اور ہر لمحہ عجیب سی حلاوت کا یک گونہ احساس ہونے لگتا ہے۔ مستزاد یہ کہ اگر مذاقِ سلیم اور حسِ

(۱) القرآن، المرسلات، ۷۷: ۱۔۶

(۲) القرآن، المرسلات، ۷۷: ۸۔۱۲

(۳) القرآن، الغاشیہ، ۸۸: ۸۔۱۲

(۴) القرآن، الشّمس، ۹۱: ۱۔۱۰

(۵) القرآن، الزلزال، ۹۹: ۱۔۳

(۶) القرآن، العادیات، ۱۰۰: ۴، ۵

لطیف ہوتو ان آیات کے صوتی آہنگ سے ہی کسی حد تک معنی ومفہوم کی ترجمانی ہونے لگتی ہے مثلاً سورۃ الناس کو بار بار پڑھیں تو ہر آیت کا آخری حرف 'س' نرمی، پستی، سیٹی کی آواز کثرت استعمال کے باعث سرگوشی کی فضا پیدا کر دیتا ہے۔ یہی سرگوشی اور وسوسہ اندازی اس سورت کا بنیادی موضوع ہے۔

۷۔ احوالِ غیب کا بیان

قرآن حکیم کے اعجازِ بیان کا ایک بہت بڑا ثبوت اس میں احوال غیبی کا بیان ہے۔قرآن مجید نے اپنی اس حیثیت کو خود اپنے لفظوں میں اس طرح واضح کیا ہے:

ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡبَـآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهِ اِلَیۡکَ۔(۱)

''(اے محبوب!) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں۔''

ایک اور مقام پر اس کی تصریح کرتے ہوئے فرمایا:

تِلۡکَ مِنۡ اَنۡبَـآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهَا اِلَیۡکَ ۚ مَا کُنۡتَ تَعۡلَمُهَا اَنۡتَ وَ لَا قَوۡمُکَ مِنۡ قَبۡلِ هٰذَا۔(۲)

''یہ (بیان ان) غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اس سے قبل نہ آپ انہیں جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم۔''

قرآنی اعجاز کا یہ پہلو خود نبی اکرم ﷺ کے معجزات سے نمایاں ہوا۔ حضور ﷺ کبھی علوم غیب کے بیان میں بخل نہیں کرتے تھے۔ سائل جس قسم کا بھی سوال لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا، تسلی بخش جواب پا کر جاتا تھا۔ حضور ﷺ کے ہمہ جہت علم کے اس گوشے کا ذکر قرآن حکیم یوں کرتا ہے:

وَ مَا هُوَ عَلَی الۡغَیۡبِ بِضَنِیۡنٍ ○(۳)

---

(۱) القرآن، آل عمران، ۳: ۴۴

(۲) القرآن، ہود، ۱۱: ۴۹

(۳) القرآن، التکویر، ۸۱: ۲۴

”اور وہ (نبی مکرم ﷺ) غیب (کے بتانے) پر بالکل بخیل نہیں ہیں (مالکِ عرش نے ان کے لئے کوئی کمی نہیں چھوڑی)o“

قرآن حکیم میں احوالِ غیب کا بیان کئی اعتبارات سے آیا ہے لیکن یہاں وضاحت کے لئے صرف دو کا ذکر کیا جاتا ہے:

الف) اُممِ سابقہ کے احوال و واقعات

ب) مستقبل کی پیشین گوئیاں

الف) اُممِ سابقہ کے اَحوال و واقعات

قرآنِ حکیم نے اُممِ سابقہ اور گزشتہ انبیاء کے حوالے سے بہت سے واقعات وحالات بیان کئے ہیں جن میں سے کئی ایک کا ذکر پہلی کتابوں میں سرے سے موجود ہی نہ تھا اور بعض کا ذکر پہلی کتابوں میں ہے لیکن وہ اس قدر محرف ومتبدل صورت میں ہے کہ اس کی صحت کے بارے میں کسی کے پاس کوئی یقینی شہادت موجود نہیں۔ قرآن نے ان احوال وواقعات اور انبیاء کی تعلیمات وخدمات کو سند تصدیق عطا کر دی اس لئے اس کا لقب **مُصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ** (اپنے سے پہلے کی تصدیق کرنے والا) قرار پایا۔

قرآن مجید نے کئی مقامات پر حضرت آدم و حوا علیہما السلام، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، خضر علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، یونس علیہ السلام، ذوالکفل علیہ السلام، صالح علیہ السلام، شعیب علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ و مریم علیہما السلام اور اَصحابِ کہف وغیرہم کے حالات کا بیان ہے۔ یہ سب علوم غیبیہ ہیں۔

ان کے علاوہ قومِ ہود، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ لوط اور دیگر اقوام وملل کا ذکر تذکیر بایام اللہ کے انداز میں کیا گیا ہے۔ اسی طرح فرعون، نمرود، قارون اور ہامان وغیرہم کے احوال کا بیان ہے۔ ان کے علاوہ بھی قرآن حکیم میں اسی قبیل کے متعدد واقعات مذکور ہیں۔

ب) مستقبل کی پیشین گوئیاں

اعجازِ قرآن کے داخلی دلائل میں سے یہ دلیل بھی بہت مؤثر اور فیصلہ کن ہے کہ قرآن نے بعض پیشین گوئیاں ایسے حالات میں کیں جن میں ظاہراً ان کے وقوع پذیر ہونے کا کوئی امکان دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ مخالفینِ قرآن وہ پیشین گوئیاں سن کر حیران وششدر رہ گئے لیکن تاریخ شاہد ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ پیشین گوئیاں اپنے اپنے وقت پر حقائق و وقائع کے قالب میں ڈھلتی چلی گئیں۔ یہ سب کچھ اب تاریخ کا ناقابل تردید حصہ بن چکا ہے جو زبانِ حال سے قرآن کی صداقت وحقانیت کا اعلان کر رہا ہے۔ ذیل میں چند قرآنی پیشین گوئیاں بیان کی جاتی ہیں:

(۱) غلبۂ روم کی پیشین گوئی

یہ پیشین گوئی سب سے نمایاں اور حیرت انگیز ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

الٓمّٓo غُلِبَتِ الرُّوْمُo فِيْ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَo فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ط لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ۔(۱)

”الف، لام، میمo رومی مغلوب ہو گئےo قریب ہی کی سرزمین (یعنی شام و فلسطین) میں وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آ جائیں گےo چند ہی برسوں میں (جن کی حد نو برس ہے)، حکم اللہ ہی کا ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔“

اس پیشین گوئی کے اعلان یعنی رومیوں کے آغاز شکست سے ٹھیک آٹھ برس بعد ۶۲۲ء میں رومیوں کے تن مردہ میں پھر حیاتِ نو پیدا ہوگئی۔ وہ اسی کاہل وعشرت پرست کمانڈر ہرقل کے زیر قیادت منظّم ہو کر ایرانیوں پر حملہ آور ہوئے۔ ۶۲۳ء میں یعنی پیشین

(۱) القرآن، الروم، ۳۰: ۱۔۴

گوئی کے ٹھیک نویں برس رومی فتح وکامرانی سے ہمکنار ہوئے۔ بالآخر یہ فتح اس شان سے پایۂ تکمیل کو پہنچی کہ انہوں نے مشرقی مقبوضات کا ایک ایک شہر واپس لے لیا اور ایرانیوں کو باسفورس اور نیل کے کناروں سے ہٹا کر پھر دجلہ وفرات کے ساحلوں تک دھکیل دیا۔ اس طرح قرآن کی پیشین گوئی کے حرف بہ حرف سچ ثابت ہونے پر بے شمار کافر مسلمان ہو گئے۔

(۲) فتح مکہ کی پیشین گوئی

۶ ھ میں جب مسلمان صلح حدیبیہ سے واپس لوٹے تو ان میں قدرے مایوسی پائی جاتی تھی۔ وہ اس صلح اور اس کی شرائط کو اپنے لئے شکست کا اعتراف سمجھ رہے تھے یہاں تک کہ بعض نے صاف لفظوں میں اس خیال کا اظہار بھی کر دیا تھا۔ لیکن حضور ﷺ نے ان کے اطمینانِ قلب کے لئے قرآن مجید کی اس پیشین گوئی کا اعلان فرمایا:

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحاً مُّبِیۡناًo (۱)

''بیشک ہم نے تمہارے لئے عظیم الشان فتح مقدر کر دی ہےo''

اس آیت میں یہ اشارہ تھا کہ حدیبیہ کی صلح کو شکست نہ سمجھو بلکہ یہ درحقیقت پیش خیمہ ہے ایک عظیم الشان فتح کا، جو فتح مکہ کی صورت میں اہلِ ایمان کو حاصل ہونے والی ہے۔ چنانچہ اسی سورت میں فرمایا گیا:

لَتَدۡخُلُنَّ الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیۡنَ مُحَلِّقِیۡنَ رُءُوۡسَکُمۡ وَ مُقَصِّرِیۡنَ لَا تَخَافُوۡنَ۔ (۲)

''بیشک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ اگر اللہ چاہے امن و امان سے اپنے سروں کے بال منڈواتے یا ترشواتے ہوئے بے خوف ہو کر۔''

---

(۱) القرآن، الفتح، ۴۸:۱

(۲) القرآن، الفتح، ۴۸:۲۷

بالآخر اس پیشین گوئی کا ظہور فتحِ مکہ کی صورت میں ۸ھ میں ہوا۔ اس طرح وہ جو صلحِ حدیبیہ کی بظاہر مایوس کن شرائط سے دل گرفتہ تھے اُنہوں نے اس صلح نامے سے حاصل ہونے والی کامیابی کو بدل و جاں تسلیم کر لیا۔ کفارِ مکہ اس معاہدے سے روگرداں ہو گئے جس کا خمیازہ انہیں کئی صورتوں میں بھگتنا پڑا۔

(۳) فتحِ خیبر کی پیشین گوئی

غزوۂ خیبر کی فتح کے بارے میں بھی سورہ الفتح میں پیشین گوئی کرتے ہوئے قرآن مجید میں اِرشاد فرمایا گیا:

سَیَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰی مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ۔(۱)

’’عنقریب کہیں گے پیچھے بیٹھ رہنے والے، جب تم غنیمتیں لینے چلو تو ہمیں بھی اپنے پیچھے آنے دینا۔‘‘

یہاں جو لوگ حدیبیہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نہیں آئے تھے ان کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ صلحِ حدیبیہ سے واپس لوٹتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے از راہِ بشارت فتح خیبر کی پیشین گوئی بھی کر دی اور صراحت کے ساتھ مسلمانوں کو یہ بھی بتا دیا کہ غزوۂ خیبر میں تمہارے ہاتھ بہت سا مالِ غنیمت بھی آئے گا لیکن ہم نے وہ مالِ غنیمت صرف ان مجاہدین کے لئے مخصوص کر دیا ہے جو حدیبیہ کے موقع پر حضور علیہ السلام کے ہمراہ ہیں۔ اس وقت ساتھ نہ دینے والے اس مالِ غنیمت سے بھی محروم رہیں گے۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کی صداقت بھی تاریخِ عالم کے صفحات پر جلی حروف میں رقم ہوئی، خیبر فتح بھی ہوا اور بے شمار مالِ غنیمت بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔

---

(۱) القرآن، الفتح، ۴۸: ۱۵

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

(۴) غلبۂ اسلام کی پیشین گوئی

سب سے بڑھ کر حیرت انگیز وہ پیشین گوئی ہے جس میں مسلمانوں کو روئے زمین پر عظیم الشان تمکن واستخلاف اور اقتدار واستحکام کی خوشخبری سنائی گئی تھی، حالانکہ اس وقت روم وایران کی دو عظیم عالمی طاقتیں مشرق ومغرب پر اس طرح قابض ومتصرف تھیں، جس طرح بعد کی دُنیا میں امریکہ اور روس دو سپر طاقتوں کی شکل میں مسلّط تھے، جزیرہ نمائے عرب کے ان صحرا نشینوں کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ اپنی بے سروسامانی کے عالم میں وہ بین الاقوامی سطح پر ایک عظیم اور مؤثر طاقت بن کر ابھرنے کا سوچ بھی سکتے تھے کیونکہ اس وقت یہ دونوں عالمی طاقتیں اس انقلابی قوم کو صفحہ ہستی سے نیست ونابود کرنے پر تلی ہوئی تھیں۔ اندریں حالات قرآن نے اس بشارت کا اعلان ان الفاظ میں کیا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔(۱)

’’اللہ نے ایسے لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے (جس کا ایفا اور تعمیل اُمت پر لازم ہے) جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ ضرور انہی کو زمین میں خلافت (یعنی امانتِ اقتدار کا حق) عطا فرمائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو (حقِ) حکومت بخشا تھا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لئے ان کے دین (اسلام) کو جسے اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے (غلبہ و اقتدار کے ذریعہ) مظبوط و مستحکم فرما دے گا اور وہ ضرور (اس تمکن کے باعث) ان کے پچھلے خوف کو (جو ان کی سیاسی، معاشی اور سماجی کمزوری کی وجہ سے تھا) ان کے لئے امن وحفاظت کی حالت سے بدل دے گا۔‘‘

---

(۱) القرآن، النور، ۲۴:۵۵

چشمِ فلک نے اس پیشین گوئی کا عملی ظہور بھی مستقبل قریب میں دیکھ لیا۔ عہدِ رسالت مآب ﷺ میں اسلامی فتوحات کے جس سلسلے کا آغاز ہوا تھا، وہ عہدِ خلافتِ راشدہ میں اس قدر وسعت پکڑ گیا کہ روم اور ایران سمیت قریباً ۱۰ لاکھ مربع میل سے زائد رقبہ اسلامی سلطنت کے زیرِ نگین آ گیا ۔ عہدِ فاروقی میں مسلمان اسلام کا آفاقی پیغام لے کر بلوچستان کی سرحدوں تک پہنچ چکے تھا،ابھی اسلام کی پہلی صدی ختم نہ ہوئی تھی کہ اسلامی سرحدیں سپین سے آگے فرانس تک پھیل چکی تھیں، مشرق میں سندھ اور ملتان تک، ماوراء النہر سے آگے چین، وسطی ایشیا، شمالی افریقہ تک اسلام کی روشنی پہنچ گئی اور دنیا کے کثیر ترین حصے پر پرچم اسلام لہرانے لگا۔ سطوت اسلام کا یہ پرشکوہ نظارہ قرآنی وعدے کے مطابق تقریباً چھ سو سال تک قائم ودائم رہا۔ زوالِ بغداد کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد پھر ترکوں کی زیرِ قیادت ملت اسلامیہ کی سیاسی قوت مجتمع ہوئی اور بالآخر بین الاقوامی سطح پر غلبہ اسلام کا دور پھر چھ سو سال تک منصۂ عالم پر شہود پذیر رہا۔

اس طرح کی پیشین گوئیاں جو قرآن نے بیان کیں وہ اپنے وقت پر عالمِ خارج میں واقعہ بن کر حقانیتِ قرآن کی حتمی دلیلیں بنیں، وہ تعداد میں اتنی ہیں کہ ان کا شمار آسانی سے نہیں کیا جا سکتا۔

۸۔ نتیجہ خیزی کی ضمانت

قرآنی اعجاز کی دلیلِ ناطق اس کی ہدایت کا نتیجہ خیز ہونا ہے۔ قرآن مجید نے نہ صرف اپنی ہر دعوت کو حتمی، قطعی اور یقینی طور پر فیصلہ کن قرار دیا بلکہ معیارِ صداقت وحقانیت بھی نتیجہ خیزی ہی کو قرار دیا ہے۔ قرآن حکیم نے کامل یقین کے میسر آنے کی جس جس تدبیر کا ذکر کیا ہے وہ بہرصورت تجربی توثیق، مشاہدۂ حقیقت اور نتیجہ خیزی کے تصور پر مبنی ہے۔

قرآن میں نتیجہ خیزی کی ضمانت کا مفہوم یہی ہے کہ اس کے سلسلۂ علم وہدایت کا ہر دعویٰ تجربی توثیق کی بنا پر معروضی نتائج پیدا کرنے کا ضامن ہے جو فی نفسہٖ قرآن ہی

کا اعجاز ہے۔ اس سلسلے میں چند ارشاداتِ قرآنی ملاحظہ ہوں:

۱۔ قرآنی ہدایت کے نزول کا مقصد یہ تھا کہ انسانیت کو دنیا و آخرت میں خوف و غم کی مہیب کیفیت سے نجات دلا دی جائے۔ چنانچہ قرآن نے اپنے اس دعویٰ کی نتیجہ خیزی کا بیان اس طرح کیا:

فَإِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (۱)

''پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو بھی میری ہدایت کی پیروی کرے گا نہ ان پر کوئی خوف (طاری) ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○''

۲۔ اسی طرح قرآن فَاِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ (المائدہ، ۵۶:۵) (بیشک اللہ کی جماعت (کے لوگ) ہی غالب ہونے والے ہیں) کا اعلان کر کے اس دنیا میں باطل کے مقابلے میں غلبۂ دین کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ دعویٰ محض اس پر موقوف نہیں کہ مسلمان اس کی آرزو تو کر سکیں لیکن انہیں اس کی عملی اور واقعاتی نتیجہ خیزی کا مشاہدہ نہ ہو سکے۔ چنانچہ اس امر کی ضمانت بھی ساتھ ہی مہیا کر دی گئی:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (۲)

''اور تم ہمت نہ ہارو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب آؤ گے اگر تم (کامل) ایمان رکھتے ہو ○''

۳۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا:

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَ اللهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ○ (۳)

---

(۱) القرآن، البقرہ، ۳۸:۲

(۲) القرآن، آل عمران، ۱۳۹:۳

(۳) القرآن، محمد، ۳۵:۴۷

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

’’پس تم ہمت نہ ہارو اور (دب کر) صلح کی دعوت نہ دینے لگو، اور تم ہی غالب رہو گے، اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہاری کوششیں بے نتیجہ (یا خسارے میں) نہیں جانے دے گاo‘‘

۴۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَO(۱)

’’اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو دوست بنائے گا تو (وہی اللہ کی جماعت ہے اور) اللہ کی جماعت (کے لوگ) ہی غالب ہونے والے ہیںo‘‘

۵۔ اس امر کی مزید وضاحت درج ذیل آیت سے بھی ہوتی ہے:

وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَO اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَO وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَO(۲)

’’اور بیشک ہمارا یہ وعدہ اپنے ان بندوں کے ساتھ جو انبیاء و رسل تھے پہلے ہی سے ہو چکا ہےo یقیناً ہماری مدد و نصرت انہی کو حاصل رہی ہےo اور یقیناً ہمارا ہی لشکر (یعنی گروہ) باطل کے مقابلے میں ہمیشہ غالب آتا ہےO‘‘

اس آیت سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ خدا کا وعدہ محض خالی دعویٰ نہیں بلکہ فی الواقع اس کارگہِ حیات میں حق و باطل کے درمیان ہونے والی کشمکش میں اہلِ حق کو غالب اور فتح یاب کر دینے کا مژدۂ جانفزا ہے اور یہی دعوی قرآن کی نتیجہ خیزی پر دلالت کرتا ہے۔

---

(۱) القرآن، المائدہ، ۵:۵۶

(۲) القرآن، الصّٰفّٰت، ۳۷:۱۷۱۔۱۷۳

۹۔ اُمیّتِ صاحبِ قرآن

حضور ﷺ کی اُمیّت ایک زندہ جاوید حقیقت ہے۔ نبی اُمی ﷺ نے جب تبلیغِ دین کا علم بلند کیا اور مکہ کے کفار و مشرکین کو دامنِ اسلام سے وابستہ ہونے کی دعوت دی تو باطل کے ایوان لرز اُٹھے، حضور ﷺ کو امین اور صادق کہنے والے آپ ﷺ کی جان کے دُشمن ہو گئے، سازشوں کے ایک لامتناہی سلسلے کا آغاز ہوا۔ وہ کون سا افتراء و بہتان تھا جو ان لوگوں نے پیغمبر اسلام کے خلاف نہیں باندھا۔ آپ کو (معاذ اللہ) ساحر، کاہن مجنون اور جانے کیا کیا نہ کہا، ایذا رسانی میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا لیکن سب کچھ کہنے اور کرنے کے باوجود پورے عالم کفر میں سے کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہوسکی کہ آپ امی نہیں ہیں اور یہ قرآن آپ کا اپنا تحریر کردہ ہے، گویا آپ پر اتہامِ کذب کوئی نہیں لگا سکا۔ آج تک مخالفین اسلام میں سے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکا کہ حضور ﷺ نے اعلانِ نبوت سے قبل یا بعد کسی مکتب میں تعلیم حاصل کی اور کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے ہیں۔ کوئی یہ دعویٰ نہ کر سکا کہ حضور ﷺ نے کسی فاضل سے علوم و معارف، عربی ادب کی فصاحت و بلاغت، شعر وسخن کے اصول اور حکمت و دانائی کے خزانے حاصل کئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ اپنے معاشرے میں اُمّی اور صادق و امین کی حیثیت سے معروف تھے۔ قرآن جیسے علم ومعرفت سے معمور کلام کا آپ ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہونا ہی اس کی مُنَزَّل مِنَ اللهِ ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اسی لئے ارشاد ربانی ہے:

وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ (۱)

”اور آپ نے اس (قرآن) سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھی تھی اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے (کیونکہ) اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست یقیناً شک میں مبتلا ہو جاتے۝“

---

(۱) القرآن، العنکبوت، ۴۸:۲۹

پھر اسی سورہ میں آگے چل کر فرمایا گیا ہے:

اَوَلَمْ یَکْفِهِمْ اِنَّا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ۔(۱)

''کیا اُن کے لئے یہی (دلیل) کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جو ان پر تلاوت کی جاتی ہے۔''

اس سے پتہ چلا کہ آپ ﷺ پر ایسی کتاب کا نزول ہوا کہ آپ ﷺ کا اسے تلاوت کرنا ہی اس وحی کی صداقت وحقانیت کی روشن دلیل بن گیا۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ کوئی شخص کسی مکتب و مدرسہ یا استاد سے پڑھے بغیر زمانہ گزشتہ و آئندہ کے احوال بیان کرے، عقائدِ صحیحہ کا مدلل اِحقاق اور عقائدِ باطلہ کا قوی اِبطال کرے، انفرادی، اجتماعی اور بین الاقوامی زندگی کے اصول وضوابط بیان کرے، اعلیٰ اخلاق اور مذہبی تعلیمات کا پرچار کرے، طبیعی اور مابعد الطبیعی حقائق کا تفصیلی ذکر کرے، سیاست و معاشرت، اقتصاد و معیشت اور تہذیب وثقافت کے اصولوں کی تعلیم دے اور ان پر کامیابی سے عمل پیرا بھی ہو، صلح و جنگ اور قومی و بین الاقوامی امور سے متعلق قوانین بنائے، حکمت و دانائی، تدبر و بصیرت اور ضابطۂ اِصلاحِ اَحوال پر مبنی اس اعلیٰ فلسفہ حیات کی بات کرے جو ابدالآباد تک قابلِ عمل اور انقلاب آفریں ہو، لیکن پھر بھی اس کا کلام حق تصور نہ کیا جائے، ایسی کوئی بات کہنا بڑی ناانصافی ہو گا۔ بلا شک وشبہ حضور نبی اکرم ﷺ کا اُمّی ہونا قرآن کی حقانیت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ حضور ﷺ نے اُمّی ہونے کے باوجود مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْنُ کے جمیع علوم خود ربِ ذوالجلال سے حاصل کر لئے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ط وَکَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا○(۲)

''اور اس نے آپ کو وہ سب علم عطا فرمایا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے○''

---

(۱) القرآن، العنکبوت، ۲۹:۵۱

(۲) القرآن، النساء، ۴:۱۱۳

۱۰۔ غیر معمولی رعب و دبدبہ

یوں تو اللہ رب العزت نے جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کو مؤثر اور نتیجہ خیز بنانے کی خاطر اُنہیں غیر معمولی رعب و دبدبہ سے نوازا مگر حضور ختمی مرتبت ﷺ کو رعب و دبدبہ کی وہ شان عطا کی گئی جو اور کسی نبی اور رسول کے حصے میں نہیں آئی۔ تاریخِ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ بڑے بڑے سردارانِ قریش اور رئیسانِ مکہ آپ ﷺ کی شخصی وجاہت اور وقار و تمکنت سے مرعوب ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ تاریخ کے دامن میں ایسے واقعات محفوظ ہیں کہ ابوجہل، ابولہب، مغیرہ، عتبہ، شیبہ اور امیہ جیسے صاحبانِ رعونت مصطفوی ہیبت و جلال کے سامنے ڈھیر ہوگئے۔ آپ ﷺ کا اتنا رعب ودبدبہ تھا کہ حوالی مدینہ میں آباد قبائل اپنے جمِ غفیر اور کثیر جنگی ساز و سامان کے باوجود اپنے مضبوط قلعوں میں حضور نبی اکرم ﷺ کی پیغمبرانہ جلالت سے تھرتھر کانپنے لگتے تھے۔ کئی قبائل کے سرکردہ افراد تو آپ ﷺ کے مطیع ہوگئے۔

۱۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ۔(۱)

’’ایک ماہ کے فاصلہ سے ہی طاری ہونے والے رعب کے ذریعے میری مدد کی

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۱۲۸، کتاب التیمم، رقم: ۳۲۸
۲۔ بخاری، الصحیح، ۱:۱۶۸، کتاب الصلاۃ، رقم: ۴۲۷
۳۔ نسائی، السنن، ۱:۲۱۰، کتاب الغسل والتیمم، رقم: ۴۳۲
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۳۰۸، رقم: ۶۳۹۸
۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۰۳، رقم: ۳۱۶۴۲
۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۸:۲۵۷، رقم: ۸۰۰۱
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱:۲۱۲، رقم حدیث: ۹۵۸
۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲:۴۳۳، رقم حدیث: ۴۰۶۲

گئی ہے۔‘‘

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ علی العدو۔(۱)

’’دشمن پر رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی۔‘‘

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بعض جگہ صرف **نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ** کے الفاظ ہیں۔(۲)

یہی الفاظ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہیں۔(۳)

۳۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نصرت بالرعب، فیرعب مِنی العدو عن مسیرۃ شھر۔(۴)

’’رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے، پس دشمن مجھ سے ایک ماہ کے فاصلہ پر ہی مرعوب ہو جاتا ہے۔‘‘

ایک ماہ کے فاصلہ سے مراد یہ ہے کہ دشمنانِ اسلام پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رعب اتنے فاصلہ سے طاری ہونے لگتا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کی ہیبت سے کانپنے لگتے۔

---

(۱) مسلم، الصحیح، ۱:۳۷۲، کتاب المساجد، رقم:۵۲۳

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۱۲۳، کتاب السیر، رقم:۱۵۵۳

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۶۸، رقم: ۷۶۲۰

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۹۵، رقم: ۹۱۳۰

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۵۰۱، رقم: ۱۰۵۲۴

۵۔ ابویعلی، المسند، ۱۱:۱۷۶، رقم: ۶۲۸۷

(۳) ۱۔ احمد بن حنبل، ۱:۹۸، رقم: ۷۶۳

۲۔ بزار، المسند، ۲:۲۵۱، رقم: ۶۵۶

(۴) احمد بن حنبل، المسند، ۵:۱۴۵، رقم: ۲۱۳۳۷

حافظ عسقلانی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میری دانست میں ایک ماہ کی مسافت کا ذکر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ کفار اور یہود و نصاریٰ کی طاقت کے مراکز ایک ماہ کے زمانی فاصلے پر واقع تھے، جیسے شام، عراق، یمن اور مصر۔ (۱)

۴۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ يسير بين يدی مسيرة شهر يقذف فی قلوب أعدائی۔ (۲)

''ایسے رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی جو ایک ماہ کے فاصلے سے میرے آگے آگے چلتا اور میرے دشمنوں کے دلوں میں (اتنے فاصلہ پر ہی) ڈال دیا جاتا ہے۔''

حکیم ترمذی اس حدیث کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

فإذا جعل نصرته من الرعب فقد اعطی جندا لا يقاومه أحد ولم يعط أحد من الرسل ذلک فكان أين ما ذكر من مسيرة شهر وقع ذلک الرعب فی قلب عدوه فذل بمكانه۔ (۳)

''جب آپ ﷺ کی رعب کے ذریعے مدد کی گئی تو آپ ﷺ کو ایسے لشکر عطا کئے گئے کہ جن کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا، ایسے لشکر کسی اور رسول کو عطا نہیں کئے گئے اور جہاں کہیں بھی ایک ماہ کی مسافت پر آپ ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو دشمن کا دل دہل جاتا اور وہ اسی جگہ پست ہمت ہو جاتا۔''

---

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۱۲۸

(۲) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱: ۲۲۲، رقم: ۹۹۹

۲۔ رویانی، المسند، ۲: ۳۰۸، رقم: ۱۲۶۰

۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۴۱۲

(۳) حکیم ترمذی، نوادر الاصول، ۳: ۱۵۱

محمد بن عبدالرحمٰن مبارکپوری اس حدیث کے ذیل میں حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول نقل کرتے ہیں:

فالظاهر اختصاصة به مطلقا، و إنما جعل الغاية منها شهرا لأنه لم يكن بين بلده و بين أحد من أعدائه أكثر منه، و هذه الخصوصية حاصلة له على الاطلاق حتى لو كان وحده بغير عسكر۔(۱)

”یہ بات بڑی واضح ہے کہ رعب کی صفت آپ ﷺ کے ساتھ مطلقاً خاص تھی اور آپ ﷺ کا ایک ماہ ذکر کرنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ کے شہر اور آپ ﷺ کے دشمنوں کے درمیان اس مدت سے زیادہ مسافت نہ تھی اور آپ ﷺ کو یہ خصوصیت حاصل رہتی چاہے آپ ﷺ کسی لشکر کے بغیر تنہا ہی کیوں نہ ہوتے۔“

حضور ﷺ کے رعب کی مختلف جہتیں تھیں، ان میں سے ایک جہت دشمن کا عددی کثرت کے باوجود عساکرِ اسلام سے خوف زدہ ہونا تھا۔ اس حوالے سے امام قرطبی لکھتے ہیں:

إن الغزاة إذا خرجوا من ديارهم بالنية الخالصة و ضربوا بالطبل وقع الرعب والهيبة فى قلوب الكفار مسيرة شهر فى شهر، علموا بخروجهم أو لم يعلموا۔(۲)

”جب عساکرِ اسلام اپنے علاقے سے جہاد کی نیت سے نکلنے لگتے اور جنگ کا نقارہ بجاتے تو کفار کے دلوں میں ایک ماہ کے فاصلہ پر ہی اسی مہینے میں رعب طاری ہو جاتا خواہ انہیں مجاہدین کے نکلنے کا علم ہوتا یا نہ ہوتا۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی خصوصیتِ رعب کا مفہوم بایں الفاظ بیان کرتے ہیں:

---

(۱) مبارک پوری، تحفۃ الاحوذی، ۵:۱۳۵

(۲) قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۴:۴۲۶

ليس المراد بالخصوصية مجرد حصول الرعب بل هو و ما ينشأ عنه من الظفر بالعدو۔(۱)

’’اس خصوصیت سے مراد محض رعب کا طاری ہو جانا نہیں بلکہ دشمن پر فتح و کامیابی کا حاصل ہو جانا بھی ہے۔‘‘

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نصر رسول اللہ ﷺ بالرعب مسيرة شهرين على عدوه۔(۲)

’’دشمن پر دو ماہ کے فاصلہ پر ہی طاری ہوجانے والے رعب کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی مدد کی گئی۔‘‘

یہ اسلام دشمن عناصر شمعِ اسلام کو بجھانے کے منصوبے بناتے مگر جب اپنی چشم تصور سے داعئ اسلام حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھتے تو ان پر آپ ﷺ کا ایسا رعب طاری ہوجاتا کہ ان کے تمام قبیح منصوبے اور ناپاک ارادے پانی کی جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے۔

سمتوں کے ذکر میں اس امر کا اشارہ ہے کہ دشمن چاہے سامنے سے آئے یا عقب سے حضور ﷺ کا رعب اس پر یکساں طور پر طاری ہوتا اور وہ اسلام کی قوت کے سامنے اپنے آپ کو بے بس پاتا۔

اچانک دیکھنے والوں کا مرعوب ہونا

آپ ﷺ کے رعب ودبدبہ کا یہ عالم تھا کہ کوئی اجنبی اور ناواقف شخص جونہی آپ ﷺ کو دیکھتا تو لرزہ براندام ہوکر رہ جاتا۔

---

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۱۲۸

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۶۴، رقم حدیث: ۱۱۰۵۶

۲۔ صنعانی، سبل السلام، ۱: ۹۳

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۵۹

۱۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

من رأه بديهة هابه۔(۱)

''جو شخص اچانک حضور ﷺ کے سامنے آتا مرعوب ہو جاتا۔''

مگر جونہی وہ رحمتِ عالم ﷺ کے قریب آتا اس کا سب خوف جاتا رہتا اور وہ آپ ﷺ کی قربت میں طمانیت محسوس کرتا۔

۲۔ حضرت ابن ابی رمثہ رضی اللہ عنہ طبیب تھے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ میں جب مدینہ منورہ میں آیا تو میں نے ابھی رسول اللہ ﷺ کی زیارت نہیں کی تھی۔ اچانک آپ ﷺ باہر تشریف لائے، آپ ﷺ نے دو سبز کپڑے زیب تن فرما رکھے تھے، میں نے اپنے بیٹے سے کہا: خُدا کی قسم! یہی اللہ کے رسول ہیں۔ پس میرا بیٹا رسول اللہ ﷺ کے رُعب و دبدبے کے باعث کانپنے لگا۔ (۲)

۳۔ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو مسجد نبوی میں دیکھا تو آپ ﷺ کے پیغمبرانہ جلال کی تاب نہ لاسکیں اور اُن پر رُعب طاری ہو گیا۔ (۳)

میدانِ جنگ میں دشمن پر رعب طاری ہونا

میدانِ جنگ میں بھی یہی رعب اور دبدبہ دُشمنوں کو مبہوت کئے رہتا اور اُنہیں

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۹۹، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۳۸
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۲، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ
۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف ۶: ۳۲۸، رقم: ۳۱۸۰۵
۴۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۳:۳۱
۵۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۰

(۲) احمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۲۸

(۳) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۲۶۲، کتاب الأدب، رقم: ۴۸۴۷
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۲۳۵، رقم: ۵۷۰۷

ہزیمت اٹھانا پڑتی۔ غزوۂ بدر کے موقع پر کفار کے دلوں پر جو رعب طاری ہوا اس کا ذکر قرآن مجید میں یوں ہوا ہے:

سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ۔(۱)

''ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں (تمہارا) رعب ڈال دیں گے۔''

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إن أبا سفيان قد أصاب منكم طرفا، و قد رجع و قذف الله فی قلبه الرعب۔(۲)

''بیشک ابوسفیان کو تمہاری طرف سے سخت دھچکا لگا ہے اور وہ مکہ لوٹ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں رعب ڈال دیا۔''

۲۔ دوسرے مقام پر ارشادِ خداوندی ہے:

سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ۔(۳)

''میں ابھی کافروں کے دلوں میں رُعب اور ہیبت ڈالے دیتا ہوں۔''

۳۔ اسی حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ قَذَفَ فِیْ قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ۔(۴)

''اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں (ایسی) دہشت ڈال دی (کہ وہ تمہارے مقابلے کی ہمت ہی نہ کر سکے)۔''

---

(۱) القرآن، آلِ عمران، ۳:۱۵۱

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم ۱:۴۱۲

(۳) القرآن، الانفال، ۸:۱۲

(۴) القرآن، الاحزاب ۳۳:۲۶

ایک کافر کا مرعوب ہونا

ایک مرتبہ دوران سفر حضور ﷺ ایک سایہ دار درخت کے نیچے آرام فرما تھے کہ اچانک وہاں ایک اعرابی آنکلا (۱) اور آپ ﷺ کی تلوار ...... جو آپ ﷺ نے درخت کی شاخ سے لٹکا رکھی تھی ...... لے کر کہنے لگا:

من یمنعک منی؟

''اب تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: میرا خدا۔

یہ سن کر وہ شخص اتنا مرعوب ہوا کہ اس نے فوراً تلوار نیام میں کر لی۔

یہ واقعہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو خود بیان فرمایا جس کے راوی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ (۲)

محمد بن کعب القرظی کی روایت میں ہے کہ اس وقت بدو کا ہاتھ کانپنے لگا، تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اور وہ درخت سے جا ٹکرایا جس سے اس کا دماغ پاش پاش ہو گیا۔ (۳)

---

(۱) اس شخص کا نام بعض روایات میں دعثور بن حارث اور بعض میں غورث بن حارث مذکور ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے 'الاصابہ (۵:۳۲۸)' میں لکھا ہے کہ اس شخص نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۰۶۵، ۱۰۶۶، کتاب الجہاد، رقم: ۲۷۵۳، ۲۷۵۶
۲۔ بخاری، الصحیح، ۴:۱۵۱۵، ۱۵۱۶، کتاب المغازی، رقم: ۳۹۰۵، ۳۹۰۸
۳۔ مسلم، الصحیح ۴:۱۷۸۶، کتاب الفضائل: رقم: ۸۴۳
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۳۱۱، رقم: ۱۴۳۷۴

(۳) ۱۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۳۷۰
۲۔ ماوردی، اعلام النبوہ، ۱:۱۳۳

←

سردارانِ قریش کا مرعوب ہونا

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما اپنے والد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ابوجہل کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے مکہ میں ملاقات کے بعد یہ کہتے ہوئے سنا: اے گروہِ قریش! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مدینہ پہنچ چکے ہیں اور وہ ہمارے حالات دریافت کرنے کے لئے ہراول دستے بھی بھیج رہے ہیں مزید وہ اس تاک میں ہیں کہ انہیں ہماری طرف سے کوئی تکلیف پہنچے اور تصادم کا کوئی موقع انہیں ہاتھ آ سکے۔ اس لئے مصلحت اسی میں ہے کہ تم ان کے سامنے آنے اور مڈھ بھیڑ سے گریز کرو۔ بیشک وہ اس وقت ایک بپھرے ہوئے شیر کی مانند غیظ وغضب کی حالت میں ہیں۔ ان کے برہم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تم نے انہیں تعاقب کرتے ہوئے شہر بدر کر دیا۔ خدا کی قسم! اس کے ہاں ایسے ساحر ہیں جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے گئے اوراس کے ساتھیوں کوایسی غیبی طاقتوں کی مدد حاصل ہے جن کا سامنا کرنے کی تم میں تاب نہیں۔ پھرتم بنی قیلہ کی دشمنی کوتو جانتے ہی ہو کہ وہ کس طرح ہمارے دشمنوں کا مددگار ہے۔ ابوجہل کی یہ بات سن کر مطعم بن عدی نے اسے کہا: اے ابوالحکم! میں نے تمہارے اس بھائی سے ...... جسے تم نے جلاوطن کر دیا ہے ...... زیادہ قول کا سچا اور وعدے کا پکا کسی اور کونہیں پایا اورتم نے اس کے ساتھ جوسلوک کیا ہے اس کے بعدتم اپنے لوگوں کواس کے قریب پھٹکنے سے باز رکھو۔ اس پر ابوسفیان بن حارث نے کہا تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ تم اس پر پہلے سے بھی زیادہ سخت رویہ روا رکھو۔(۱)

اس روایت سے قریشی سرداروں کی بوکھلاہٹ اور گھبراہٹ کا پتہ چلتا ہے۔

------ ۳۔ اصبہانی ،اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۱:۲۴۳

۴۔قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۶ :۲۴۳

۵۔طبری، جامع البیان، ۶:۳۰۸

۶۔ رازی،التفسیر الکبیر، ۱۲: ۴۹

۷۔ ابن کثیرتفسیرالقرآن العظیم،،۲:۸۰

(۱) طبرانی ،المعجم الکبیر،۲:۱۲۳،رقم:۱۵۳۲

قیصرِ روم کا مرعوب ہونا

قیصرروم ہرقل کو جب حضور ﷺ کا مکتوب ملا تو اس نے سردارِقریش ابوسفیان جو کہ تجارت کے سلسلہ میں وہیں تھا اپنے دربار میں بلوایا اور اس سے آپ ﷺ کے بارے چندسوالات کیئے۔ آپ ﷺ کے نامہ مبارک سے ہرقل پر جو رعب و دبدبہ طاری ہوا اسے ابوسفیان اپنے ساتھیوں سے یوں بیان کرتا ہے:

لقد أَمِرَ أمرُ ابن أبی کبشة، إنه یخافه ملک بنی الأصفر فمازلت موقنا أنه سیظهر حتی ادخل اللّٰه علیّ الإسلام۔(۱)

’’بخدا! ابو کبشہ (۲) کے بیٹے (محمد ﷺ) کی شان بہت بڑھ گئی اتنی کہ ان سے شہنشاہ روم ڈرنے لگا۔ اس وقت سے مجھے اس بات کا یقین ہوگیا کہ حضور ﷺ بہت جلد غالب ہوں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام داخل فرمادیا۔‘‘

ہرقل کے مزید خوف زدہ ہونے اورمرعوب ہونے کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

ابن ناظور جو ہرقل کا دوست اور ایلیاء کا حاکم تھا بیان کرتا ہے کہ ہرقل جب بیت المقدس آیا تو ایک دن پریشان نظر آیا۔ اس پر اس کے بعض اراکین سلطنت نے پوچھا: کیا بات ہے؟ آپ کا مزاج ہم خلاف معمول پا رہے ہیں۔ ہرقل علم نجوم جانتا تھا، اراکین کے سوال کرنے پر اس نے بتایا:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۹، کتاب بدء الوحی، رقم:۷

۲۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۳۹۶، کتاب الجهاد و السیر، رقم:۱۷۷۳

(۲) ابو حاتم کا قول ہے کہ ابو کبشہ حضور ﷺ کی نانی جان کے والد تھے۔ وہ شام کی طرف نکل گئے اور وہاں نصاریٰ کے دین کو پسند کرنے لگے پھر قریش کی طرف لوٹے اور اس بات کا اظہار کیا تو قریش نے انہیں عتاب کا نشانہ بنایا، قریش حضور ﷺ کو ان کی طرف منسوب کر کے پکارتے اور کہتے کہ یہ بھی اس کی طرح نصاریٰ کا دین لے آیا ہے۔(۱)

---

(۱) ابن حبان، الصحیح، ۲:۱۷۱، رقم:۶۷۶۲

إنی رأیت الیلة حین نظرت فی النجوم ملک الختان قد ظهر۔(۱)

’’میں نے آج رات جب ستاروں میں نظر کی تو یہ دیکھا کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ (حضور نبی اکرم ﷺ) غالب ہو گیا ہے۔‘‘

والیٔ یمن کے سفیر کے تاثرات

حضور نبی اکرم ﷺ نے کسریٰ ایران خسرو پرویز کو اپنا مکتوب ایلچی کے ہاتھ بھیجا تو اس نے غصے سے آگ بگولہ ہو کر آپ ﷺ کے نامہ مبارک کو پرزے پرزے کر دیا اور والیٔ یمن کو حکم دیا کہ وہ اس مدعیٔ نبوت کو گرفتار کرنے کے لئے دو آدمی روانہ کرے اور اسے ہمارے سامنے پیش کرے۔ والیٔ یمن نے تعمیلِ حکم میں دو ایرانیوں کو اس مقصد کے لئے مدینہ روانہ کر دیا۔ ان میں سے ایک کا نام بابویہ تھا۔ اپنی اس ناکام مہم سے واپسی پر وہ والیٔ یمن باذان کے دربار میں آیا تو اس نے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

ما کلمت رجلا قط أهیب عندی منه۔(۲)

’’میں نے آپ (ﷺ) سے بڑھ کر کسی کو بارعب نہیں دیکھا۔‘‘

حضور ﷺ کا یہ رعب و دبدبہ اور ہیبت و جلال سپاہ کی کثرت اور اسلحہ کی فراوانی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ یہ آپ ﷺ کی پیغمبرانہ خصوصیت تھی جو اسلام کی شوکت و سربلندی اور ترویج و اشاعت کے لئے بروئے کار آئی حتیٰ کہ وعدۂ الٰہی کے مطابق دینِ اسلام تمام ادیانِ باطلہ پر غالب ہو کر رہا۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح ۱:۹، کتاب بدء الوحی، رقم:۷

۲۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵:۳۴۳، رقم:۹۷۲۳

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۸:۱۸، رقم:۷۲۷۰

۴۔ ابن منده، الإیمان، ۱:۲۹۱، رقم:۱۴۳

(۲) ۱۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲:۱۳۴

۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۴:۲۷۰

۳۔ سیوطی، الخصائص الکبری، ۲:۱۸

۱۱۔ جوامعُ الکلِم (کلام کی جامعیت و اِختصار کا حُسن)

حضور نبیٔ اکرم ﷺ گفتگو میں اختصار فرماتے، جچے تُلے الفاظ کا چناؤ اس سلیقہ سے کرتے کہ ذوق سلیم جھوم جھوم اٹھتا، رعنائیِ خیال کو وجد آ جاتا، آپ ﷺ کے کلامِ بلاغت نظام کا ایک لفظ بھی زائد معلوم نہ ہوتا، فصاحت و بلاغت کا نور حرف حرف سے عیاں ہوتا، فرموداتِ مصطفیٰ ﷺ براہِ راست دل میں اتر جاتے اور حاضرین کے لبوں پر تبسم کے پھول کھل اٹھتے۔

حضور ﷺ صاحبِ کلام ہیں، آپ ﷺ کو چلتا پھرتا قرآن کہا گیا ہے۔ اور بقول اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کا خلق سرتاپا قرآن ہی تو ہے۔ جس طرح قرآن کے حرف حرف میں جامعیت کے چراغ روشن ہیں، حکمت و آگہی کے سمندر ہر سطر میں موجزن ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے کلام میں بھی یہی جوہر رکھا اور علم و دانش کے سمندروں کی روانی اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمائی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضور ﷺ کو دیگر انبیاء پر جن چھ چیزوں کے باعث فضیلت دی گئی ان میں سے ایک 'جوامع الکلم' ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

أعطیتُ جوامع الکلم۔(۱)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۷۱، کتاب المساجد، رقم: ۵۲۳
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۱۲۳، ابواب السیر، رقم: ۱۵۵۳
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۱۱، رقم: ۹۳۲۶
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۱۱، ۳۱۲، رقم: ۶۴۰۱، ۶۴۰۳
۵۔ ابو یعلی، المسند، ۱۱: ۳۷۷، رقم: ۶۴۹۱
۶۔ ابو عوانہ، المسند، ۱: ۳۹۵
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۵

’’میں جوامع الکلم سے نوازا گیا ہوں۔‘‘

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

بعثتُ بجوامع الکلم۔(۱)

’’میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں۔‘‘

جوامع الکلم کی چیدہ چیدہ مثالیں

حکمت و دانائی کی وہ باتیں جو حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمائیں اور جو قیامت تک کے لئے نصابِ زندگی قرار پائیں، ان میں سے چند احادیث درج کی جارہی ہیں جن کا دامن علم و حکمت اور دانائی کے موتیوں سے بھرا ہوا ہے:

معلمِ اعظم حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ لَا فَقْرَ أَشَدُّ مِنَ الْجَهْلِ، وَلَامَالَ أَعْوَدُ مِنَ الْعَقْلِ، وَلَا وَحْدَةَ أَوْحَشُ مِنَ الْعُجْبِ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۰۸۷، کتاب الجهاد والسیر، رقم: ۲۸۱۵
۲۔ بخاری، الصحیح، ۶:۲۵۷۳، کتاب التعبیر، رقم:۶۶۱۱
۳۔ بخاری، الصحیح، ۶:۲۶۵۴، کتاب الاعتصام، رقم:۶۸۴۵
۴۔ مسلم، الصحیح، ۱:۳۷۱، کتاب المساجد، رقم :۵۲۳
۵۔ نسائی، السنن، ۶:۳، کتاب الجهاد، رقم:۳۰۸۷
۶۔ نسائی، السنن، ۶:۴، کتاب الجهاد، رقم: ۳۰۸۹
۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۶۴، رقم:۷۵۷۵
۸۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۵۵، رقم : ۹۸۶۷
۹۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۲۷۷، رقم : ۶۳۶۳
۱۰۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۳۳۰، رقم : ۱۱۷۰

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۳:۶۹، رقم : ۲۶۸۸
۲۔ قضاعی، مسند الشهاب، ۲: ۳۸، رقم : ۸۳۶

←

’’جہالت سب سے بڑی تنگدستی ہے، عقل سے بہتر کوئی دولت نہیں اور خود پسندی سے بڑھ کر وحشت ناک کوئی تنہائی نہیں۔‘‘

۲۔ اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا یَنْفِدُ۔(۱)

’’قناعت نہ ختم ہونے والی دولت ہے۔‘‘

۳۔ حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِی وَ یُصِمُّ۔(۲)

...... ۳۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۵: ۱۷۹، رقم: ۷۸۸۹

۴۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۲: ۳۶، رقم: ۱۳۲

۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۲۸۳

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۷: ۸۴، رقم: ۶۹۲۲

۲۔ قضاعی، مسند الشھاب، ۱: ۷۲، رقم: ۶۳

۳۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۳: ۲۳۶، رقم: ۴۶۹۹

۴۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، ۱: ۲۱۱

۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۲۵۶

۶۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۲: ۱۳۳، رقم: ۱۹۰۰

(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۳۴، کتاب الأدب، رقم: ۵۱۳۰

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۹۴، رقم: ۲۱۷۴۰

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۴۵۰، رقم: ۲۷۵۸۸

۴۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۱: ۱۵۷، رقم: ۲۱۹

۵۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۲: ۳۴۰، رقم: ۱۴۵۴

۶۔ بیہقی، شعب الایمان، ۱: ۳۷۹، رقم: ۴۵۷

۷۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۲: ۱۰۷، رقم: ۱۸۵۳

۸۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۳: ۱۱۷

۹۔ عجلونی کشف الخفاء، ۱: ۴۱۰، رقم: ۱۰۹۵

۱۰۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۲: ۲۶۱، رقم: ۲۲۷۳

''کسی شے کی محبت تجھے اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔''

۴۔ ان من البیان لسحرا۔(۱)

''بیشک بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔''

۵۔ إنّ من الشعرِ حکمًا۔(۲)

---

(۱) ا۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۱۷۶، کتاب الطب، رقم:۵۴۳۴
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲:۵۹۴، کتاب الجمعہ، رقم: ۸۶۹
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۳۷۶، کتاب البر والصلۃ، رقم: ۲۰۲۸
۴۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۳۰۲، کتاب الادب، رقم: ۵۰۰۷
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۲۶۳
۶۔ حاکم، المستدرک، ۳:۷۱۰، رقم:۶۵۶۸
۷۔ ابویعلیٰ، المسند، ۴:۲۲۰، رقم:۲۳۳۲
۸۔ ابویعلیٰ، المسند، ۴:۲۵۴، رقم:۲۵۸۱
۹۔ ابویعلیٰ، المسند، ۱۰:۱۲، رقم:۵۶۳۹
۱۰۔ ابویعلیٰ، المسند، ۱۰:۱۳، رقم: ۵۶۴۰
۱۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱:۲۶۰، رقم:۷۵۶
۱۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰:۱۰۳، رقم:۱۰۰۹۴
۱۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱:۲۸۷، رقم: ۱۱۷۵۸

(۲) ا۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۳۷۶، کتاب الأدب، رقم: ۲۰۲۸
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۱۳۸، کتاب الادب، رقم: ۲۸۴۵
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۳۰۳، کتاب الادب، رقم:۵۰۱۱
۴۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۲۳۶، رقم: کتاب الأدب، رقم:۳۷۵۶
۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵:۲۷۱، رقم: ۲۶۰۰۷
۶۔ شاشی، المسند، ۲:۲۲۳، رقم: ۷۹۵
۷۔ طیالسی، المسند، ۱:۷۶، رقم:۵۵۶

←

’’بیشک اشعار میں سے بعض حکمت و دانائی (سے لبریز) ہوتے ہیں۔‘‘

آپ ﷺ کا یہ فرمان ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

أن من الشعر حکمة۔(۱)

’’بیشک اشعار میں سے بعض حکمت و دانائی (سے لبریز) ہوتے ہیں۔‘‘

۶۔ اَلْحَیَاءُ کُلُّهُ خَیْرٌ۔(۲)

...... ۸۔طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱:۲۸۷، رقم: ۱۱۷۵۹

۹۔طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱:۲۸۸، رقم: ۱۱۷۶۳

۱۰۔طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲:۲۰۰، رقم: ۱۲۸۸۸

۱۱۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۲:۹۸، رقم: ۹۶۲

۱۲۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۲:۹۹، رقم: ۹۶۶

۱۳۔طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴:۲۹۷

۱۴۔طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴:۲۹۹

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۲۷۶، کتاب الأدب، رقم: ۵۷۹۳

۲۔ بخاری، الادب المفرد، ۱:۲۹۷، رقم: ۸۵۸

۳۔ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۱۳۷، کتاب الأدب، رقم: ۲۸۴۴

۴۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۳۰۳، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۱۰

۵۔ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵:۲۷۱، رقم: ۲۶۰۰۵

۶۔ ابویعلی، المسند، ۹:۴۱، رقم: ۵۱۰۴

۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰:۱۶۷، رقم: ۱۰۳۴۵

۸۔طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱:۲۸۷، ۲۸۸، رقم: ۱۱۷۶۰، ۱۱۷۶۲

۹۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۲:۹۹، رقم: ۹۶۴

۱۰۔طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴:۲۹۶، ۲۹۷

(۲) ۱۔مسلم، الصحیح، ۱:۶۴، کتاب الإیمان، رقم: ۳۷

۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۲۵۲، کتاب الأدب، رقم: ۴۷۹۶

←

’’شرم وحیا کل کی کل خیر ہے۔‘‘

۷۔ لَيْسَ الشَّدِيْدَ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِى يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ۔(۱)

’’طاقتور وہ نہیں جو دوسروں کو پچھاڑ دے بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو اپنے قابو میں رکھے۔‘‘

۸۔ إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيْثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَ كُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا۔(۲)

...... ۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۲۶، ۴۳۶، ۴۴۰، ۴۴۲، ۴۴۵

۴۔ رویانی، المسند، ۱: ۱۲۸، رقم: ۱۲۸، ۱۳۱

۵۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۱: ۷۵، رقم: ۶۸

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۸: ۲۰۲، رقم: ۴۹۳، ۲۰۶، ۲۲۲، ۲۲۷

۷۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱: ۱۵۱، رقم: ۲۳۱

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۶۷، کتاب الأدب، رقم: ۵۷۶۳

۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۰۱۴، کتاب البر والصلہ، رقم: ۲۶۰۹

۳۔ امام مالک، الموطا، ۲: ۹۰۶، رقم: ۱۶۱۴

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۳۶، رقم: ۷۲۱۸

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۶۸، رقم: ۷۶۱۷

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۱۷، رقم: ۱۰۷۱۳

۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۳۰۵، رقم: ۸۲۶۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۵۳، کتاب الأدب، رقم: ۵۷۱۷

۲۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۱۹۷۶، کتاب النکاح، رقم: ۴۸۴۹

۳۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۵۴، کتاب الادب، رقم: ۵۷۱۹

۴۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۴۷۴، کتاب الفرائض، رقم: ۶۳۴۵

←

’’بدگمانی سے بچو، اس لئے کہ بدگمانی سراسر جھوٹی بات ہے، دوسروں کی عیب جوئی سے اجتناب کرنا اور نہ ہی ایسی باتوں کی ٹوہ میں لگنا، ایک دوسرے سے حسد نہ کرنا اور ایک دوسرے سے رُخ نہ پھیرنا، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھنا۔ خدا کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنا۔‘‘

۹۔ اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ، التَّقْوٰی هٰهُنَا ...... وَ يُشِيْرُ اِلٰی صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ...... بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ وَ مَالُهُ وَ عِرْضُهُ۔(۱)

...... ۵۔ مسلم، الصحيح، ۴: ۱۹۸۵، کتاب البر، رقم: ۲۵۶۳

۶۔ ابوداود، السنن، ۴: ۲۸۰، کتاب الادب، رقم: ۴۹۱۷

۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۸۷، رقم: ۷۸۴۵

۸۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۱۲، رقم: ۸۴۸۵

۹۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۶۵، رقم ۱۰۰۰۲

۱۰۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۷۰، رقم: ۱۰۰۸۰

۱۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۸: ۲۲۲، رقم: ۸۴۶۱

۱۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶: ۸۵، رقم: ۱۱۲۳۹

۱۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۱۸۰، رقم: ۱۳۸۱۳

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، ۴: ۱۹۸۶، کتاب البر والصلہ، رقم: ۲۵۶۴

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، ۴: ۳۲۵، کتاب البر والصلۃ، رقم: ۱۹۲۷

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶: ۹۲، رقم: ۱۱۲۷۶

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۷۷، رقم: ۷۷۱۳

۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۷۴، رقم: ۱۸۳

۶۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۲۸۱، رقم: ۶۶۶۰

۷۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۳: ۱۳۱، رقم: ۳۳۷۷

’’مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، کوئی اپنے بھائی پر نہ ظلم ڈھائے، نہ اسے ذلیل کرے، اور نہ اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھے، آپ ﷺ نے تین بار اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا...... تقویٰ یہاں ہے، انسان کے لئے یہی برائی بہت زیادہ ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے، ایک مسلمان پورے کا پورا یعنی اس کا مال، اس کا خون اور اس کی عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔‘‘

۱۰۔ إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ أَعْمَالِكُمْ۔(۱)

’’اللہ رب العزت تمہارے چہروں یا تمہارے اموال کونہیں دیکھتا، وہ تو تمہارے قلوب اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔‘‘

۱۱۔ أِتَّقِ اللهَ فِي عُسْرِكَ وَ يُسْرِكَ۔(۲)

’’آسانی اور تنگی ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔‘‘

۱۲۔ لَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ، فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ۔(۳)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۹۸۷، کتاب البر والصلہ، رقم: ۲۵۶۴

۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۳۸۸، کتاب الزہد، رقم: ۴۱۴۳

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۱۱۹، رقم: ۳۹۴

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۳۲۸، رقم: ۱۰۴۷۷

۵۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۷: ۱۲۴

۶۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۲۸۲، رقم: ۷۳۸

(۲) ۱۔ ہندی، کنز العمال، ۳: ۸۹، رقم: ۵۶۲۸

۲۔ عجلونی، کشف الخفا، ۱: ۴۳، رقم: ۸۲

(۳) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۱۹، کتاب الأشربۃ، رقم: ۳۳۷۱

۲۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۶۲، رقم: ۷۲۳۱

۳۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۸: ۵۸، رقم: ۷۹۵۶

←

’’شراب سے بچو کیونکہ یہ ہر برائی کی چابی ہے۔‘‘

۱۳۔ اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ۔(۱)

’’جب تو حیا نہیں کرتا تو جو تیرا دل چاہے وہ کرے۔‘‘

۱۴۔ اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا۔(۲)

----- ۴۔ عبدالرزاق، المصنف، ۹: ۲۳۸

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۳۰۴

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۲۸۸

۷۔ منذری، الترغیب و الترہیب، ۳: ۱۷۸، رقم: ۳۵۷۰

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۶۸، کتاب الأدب، رقم: ۵۷۶۹

۲۔ ابوداوٗد، السنن، ۴: ۲۵۲، کتاب الأدب، رقم: ۴۷۹۷

۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۴۰۰، کتاب الزہد، رقم: ۴۱۸۳

۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳: ۲۲۴، رقم: ۲۹۸۶

۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۷: ۲۳۰، رقم: ۶۴۰

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۱، رقم: ۱۷۱۳۹

۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۷۳، رقم: ۲۲۳۹۹

۸۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۸۳، رقم، ۲۳۳۰۲

۹۔ طیالسی، المسند، ۱: ۸۶، رقم: ۶۲۱

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۶۵، رقم: ۶۵۴۱

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۱۹، رقم: ۷۰۴۰

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۲۴۶، رقم: ۳۵۷۲۹

۴۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۱۳۱، رقم: ۳۲۰

۵۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۲: ۱۳۳، رقم: ۱۰۵۵

۶۔ بخاری، الادب المفرد، ۱: ۱۳۸، رقم: ۱۳۸

۷۔ ابن رجب، جامع العلوم و الحکم، ۱: ۱۶۵

۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۴۴۹، رقم: ۷۲۳۶

←

''رحم کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

۱۵۔ اِسْمَحْ يُسْمَحْ لَكَ۔(۱)

''سخاوت کر کہ تجھ پر سخاوت ہو۔''

۱۶۔ أَسْلِمْ تَسْلَمْ۔(۲)

''مسلمان ہو جا کہ بچ جائے۔''

۱۷۔ اَلْجَمَاعَةُ رَحْمَةٌ، وَ الْفُرْقَةُ عَذَابٌ۔(۳)

...... ۹۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۱: ۸۲، رقم: ۲۵۴

۱۰۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۳: ۲۱۰، رقم: ۳۷۲۰

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۴۸، رقم: ۲۲۳۳

۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۵: ۲۱۱، رقم: ۵۱۱۲

۳۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۲: ۲۸۱، رقم: ۱۱۶۹

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۱۹۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۹، کتاب بدء الوحی، رقم: ۷

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، ۳: ۱۳۹۶، رقم: ۱۷۷۳

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۴۹۵، رقم: ۶۵۵۵

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۷۲، رقم: ۶۶۷۹

۵۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۴۸، رقم: ۴۳۶۲

۶۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۹۲، رقم: ۶۹۸۳

۷۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۵۶۴، رقم: ۸۵۸۲

۸۔ ابوعوانہ، المسند، ۴: ۲۶۸، رقم: ۶۷۱۸

۹۔ ابوعوانہ، المسند، ۴: ۲۷۰، رقم: ۶۷۲۸

۱۰۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۷: ۷۰، رقم: ۲۴۷۸

(۳) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۷۵

۲۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۱: ۴۳، رقم: ۱۵ ←

’’جماعت اللہ تعالیٰ کی رحمت اور تفرقہ عذاب کا موجب ہوتا ہے۔‘‘

۱۸۔ اَلْجَنَّةُ تَحْتَ أَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ۔(۱)

’’جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔‘‘

۱۹۔ اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ۔(۲)

’’حکمت مؤمن کی گمشدہ میراث ہے۔‘‘

۲۰۔ خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِي مُؤْمِنٍ: اَلْبُخْلُ، وَسُوْءُ الْخُلُقِ۔(۳)

...... ۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۱۸۲

۴۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۳۹۹، رقم: ۱۰۷۴

۵۔ ہندی، کنز العمال، ۷: ۵۵۸، رقم: ۲۰۲۴۱

(۱) ۱۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۱: ۱۰۲، رقم: ۱۱۸

۲۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۲: ۱۱۶، رقم: ۲۶۱۱

۳۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۴۰۱، رقم: ۱۰۷۸

۴۔ ہندی، کنز العمال، ۱۶: ۴۶۱، رقم: ۴۵۴۳۹

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۱، کتاب العلم، رقم: ۲۶۸۷

۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۳۹۵، کتاب الزہد، رقم: ۴۱۶۹

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۲۴۰، رقم: ۳۵۶۸۱

۴۔ رویانی، المسند، ۱: ۷۵، رقم: ۳۳

۵۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۱: ۶۵، رقم: ۳۵

۶۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۱: ۱۱۸، رقم: ۱۰۲

۷۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۲: ۱۵۲، رقم: ۲۷۷۱

(۳) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۳۴۳، ابواب البر والصلۃ، رقم: ۱۹۶۲

۲۔ طیالسی، المسند، ۱: ۲۹۳، رقم: ۲۲۰۸

۳۔ ابویعلی، المسند، ۲: ۴۹۰، رقم: ۱۳۲۸

۴۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۳۰۷، رقم: ۹۹۶

”دو خصلتیں مومن میں جمع نہیں ہوسکتیں: کنجوسی اور بد اخلاقی۔“

۲۱۔ اَلْخَلْقُ كُلُّهُمْ عِيَالُ اللهِ، فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللهِ اَنْفَعُهُمْ لِعِيَالِهِ۔(۱)

”تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے اور مخلوق میں سے اللہ کو محبوب تر وہ شخص ہے جو اس کے کنبہ کو زیادہ نفع پہنچائے۔“

۲۲۔ خَيْرُ الْأُمُوْرِ أَوْسَطُهَا۔(۲)

...... ۵۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۱: ۲۱۱، رقم: ۳۱۹

۶۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۴۲۳، رقم: ۱۰۸۲۷

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۸۶، رقم: ۱۰۰۳۳

۲۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۲: ۲۵۵، رقم: ۱۳۰۵

۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۴۳، رقم: ۷۴۴۶

۴۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۲: ۲۰۱، رقم: ۲۹۹۵

۵۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۲: ۱۰۲

۶۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۴: ۲۳۷

۷۔ ذہبی، میزان الاعتدال، ۷: ۳۰۱، رقم: ۹۸۸۵

(۲) ۱۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۲۴، رقم: ۳۷۷

۲۔ زرقانی، شرح الموطا، ۴: ۳۱۶

۳۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۴۶۹، رقم: ۱۲۴۷

۴۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۲: ۲۴۳، رقم: ۲۲۰۹

۵۔ جرجانی، التعریفات، ۱: ۱۰۰، رقم: ۴۷۲

درج ذیل کتب میں أوسطها کی بجائے أوساطها ہے:

۱۔ ابن أبی شیبہ، المصنف، ۷: ۱۷۹، رقم: ۳۵۱۲۸

۲۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۵: ۲۶۱، رقم: ۶۶۰۱

۳۔ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ۲: ۲۸۶

←

”بہترین کام وہ ہیں جن میں میانہ روی ہو۔“

۲۳۔ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَ اَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيْ۔(۱)

”تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کیلئے بہترین ہے اور تم میں سے میں اپنے گھر والوں کے لئے بہترین ہوں۔“

۱۲۔ مالِ غنیمت کا حلال ہونا

تاریخِ انبیاء کا مطالعہ بتاتا ہے کہ سابقہ انبیاء و رسل اور ان کی امتوں کے لئے مالِ غنیمت کا استعمال جائز نہ تھا۔ وہ دشمن کے مال اور سلب شدہ اشیاء کو جمع تو کرتے تھے لیکن اس میں تصرف نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی قبولیت کی علامت یہ تھی کہ آگ اترتی اور اس کو کھا جاتی اور عدم قبولیت کی صورت میں آگ نازل نہ ہوتی تھی۔ یہ اختصاص اور امتیاز

......۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷: ۱۴۲

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۷۰۹، کتاب المناقب، رقم: ۳۸۹۵

۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۶۳۶، کتاب النکاح، رقم: ۱۹۷۷

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۴۸۴، رقم: ۴۱۷۷

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۴۹۱، رقم: ۴۱۸۶

۵۔ بزار، المسند، ۳: ۲۴۰، رقم: ۱۰۲۸

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۴۶۸

۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۲۲۸، رقم: ۱۱۰۱۴

۸۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۸: ۲۰۵

۹۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۷: ۱۳۸

۱۰۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۴: ۴۳۰

۱۱۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱: ۳۱۹، رقم: ۱۳۱۵

۱۲۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۴۶۳، رقم: ۱۲۳۴

۱۳۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۶: ۳۵۹

صرف حضور ختمی مرتبت ﷺ اور آپ کی امت کو حاصل ہے کہ اُن کے لئے اموالِ غنیمت کو حلال قرار دیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كانت الأنبياء يعزلون الخمس، فتجئ النار فتأكله، و أمرت أنا أن أقسمها فی فقراء أمتی۔(۱)

''انبیاء کرام مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ الگ کرتے تھے جس پر آگ اترتی اور اسے ہڑپ کر جاتی، جبکہ مجھے (خصوصیت کے ساتھ) یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اُس مال کو اپنی اُمت کے فقراء و مساکین میں تقسیم کروں۔''

اس ضمن میں ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں ایک نبی (حضرت یوشع بن نون علیہ السلام) کے جہاد کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

...... حتی فتح اللہ علیه، فجمع الغنائم فجاءت ...... یعنی النار ...... لتأکلها فلم تطعمها، فقال: إن فیکم غلولا، فلیبایعنی من کل قبیلة رجل، فلزقت ید رجل بیده، فقال: فیکم الغلول، فلتبایعنی قبیلتک، فلزقت ید رجلین أوثلثة بیده، فقال: فیکم الغلول، فجاؤوا برأس مثل رأس بقرة من الذهب، فوضعوها، فجاءت النار فأکلتها ثم أَحَلَّ اللہُ لنا الغنائم، رأىٰ ضعفنا و عجزنا، فأحلها لنا۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۴۳۳، رقم: ۴۰۶۴
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۵۸
۳۔ ذہبی، میزان الاعتدال، ۳: ۱۶۴، رقم: ۳۰۵۰
۴۔ عسقلانی، لسان المیزان، ۳: ۴، رقم: ۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۱۳۶، کتاب فرض الخمس، رقم: ۲۹۵۶

←

’’...... یہاں تک کہ اللہ نے انہیں فتح عطا فرمائی، اب انہوں نے اموالِ غنیمت کو (ایک جگہ) جمع فرما دیا، اُسے جلانے کے لئے آگ آئی، لیکن اس آگ نے غنیمت کے اموال کو نہ جلایا تو انہوں نے فرمایا: تم میں کسی نے مالِ غنیمت میں چوری کی ہے، ہر قبیلے میں سے فرداً فرداً ہر شخص مجھ سے بیعت کرے، ایک شخص کا ہاتھ اُن کے دستِ مبارک سے چپک گیا، فرمایا: تمہارے ہی قبیلے میں (سے کسی نے) چوری کی ہے، اب تمہارے قبیلے کا ایک ایک شخص آئے اور مجھ سے بیعت کرے۔ اب دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ اُن کے دستِ مبارک سے چپک گیا۔ فرمایا: تم ہی نے چوری کی ہے۔ اب وہ (چور) گائے کے سر کے برابر سونا لائے، اب پھر آگ آئی اور سب اموالِ غنیمت کو جلا گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری و عاجزی دیکھتے ہوئے اسے ہمارے لئے حلال فرمایا۔‘‘

حلتِ مغانم کا شمار ان پانچ خصوصیات میں ہوتا ہے جو حضور ﷺ کو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے مقابلے میں عطا ہوئیں اور جن کا ذکر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أحلت لِيَ المغانم، و لم تَحِلَّ لأحدٍ قبلي۔(۱)

’’میرے لئے غنیمتیں حلال ہوئیں، مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ ہوئیں‘‘

بعض کتب میں ’المغانم‘ کی جگہ ’الغنائم‘ کا لفظ مذکور ہے۔(۲)

...... ۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۳۶۶، کتاب الجهاد والسير، رقم: ۱۷۴۷

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۱۷، رقم: ۸۱۸۵

۴۔ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن ۶: ۱۳۱

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۱۲۸، کتاب التیمم، رقم: ۳۲۸

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶: ۲۹۱

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۷۰، کتاب المساجد، رقم: ۵۲۱

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۰۸، رقم: ۶۳۹۸

←

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

اُمم سابقہ کے لئے مالِ غنیمت کی حرمت کی تہ میں بعض حکمتیں کارفرما تھیں۔ علامہ عینی اس بارے میں رقمطراز ہیں:

جعل هذا فی حقهم حتی لا يكون قتالهم لأجل الغنيمة لقصورهم فی الأخلاص، و أما تحليلها فی حق هذه الأمة فلكون الأخلاص غالبا عليهم۔(۱)

''سابقہ امتوں میں مالِ غنیمت کو آگ اس لئے بھسم کر جاتی تھی تاکہ اُن کا جہاد مالِ غنیمت کے لئے نہ ہو (بلکہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے ہو)، کیونکہ ان کے اندر اخلاص کی کمی تھی، اور امت مسلمہ کیلئے اس لئے حلال کیا گیا کہ اس کے اندر اخلاص کا غلبہ ہے۔''

غزوۂ بدر وہ پہلا معرکہ تھا جو حق و باطل کے مابین ہوا۔ اُس معرکے میں مسلمان بے سروسامانی کے عالم میں کفار و مشرکین کے سامنے صف آرا ہوئے۔ دشمن کے کثیر سامانِ حرب، مالی وسائل کی فراوانی اور عددی برتری کے باوجود اللہ کی غیبی مدد و نصرت سے مسلمانوں کو فتح مبین حاصل ہوئی اور دشمن عبرتناک شکست سے دوچار ہونے کے بعد اپنے اموال و اسباب چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کر گیا۔ اس کا چھوڑا ہوا مالِ غنیمت جمع کیا گیا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا۔(۲)

...... ۳۔ طبرانی نے 'المعجم الکبیر (۷:۱۵۴، رقم:۶۶۷۴)' میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۴۔ احمد بن حنبل نے 'المسند (۵:۱۴۵، رقم:۲۱۳۳۷)' میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۱) بدر الدین عینی، عمدۃ القاری، ۱۵:۴۴

(۲) القرآن، الانفال، ۸:۶۸، ۶۹

’’اگر اللہ کی طرف سے پہلے ہی (معافی کا حکم) لکھا ہوا نہ ہوتا تو یقیناً تم کو اس (مالِ فدیہ کے بارے) میں جو تم نے (بدر کے قیدیوں سے) حاصل کیا تھا بڑا عذاب پہنچتا ○ سو تم اس میں سے کھاؤ جو حلال، پاکیزہ مال غنیمت تم نے پایا ہے۔‘‘

مزید ارشاد فرمایا:

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَ كَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ۔(۱)

’’اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے (کہ) تم ان کو حاصل کرو گے، پس (فوری طور پر خیبر کی فتح میں) یہ غنیمت تو تم کو جلدی دے دی اور تم سے لوگوں کے ہاتھ روک دیے۔‘‘

۱۳۔ تمام روئے زمین کا مسجد ہونا

اسلام کے سوا جتنے بھی مذاہب ہیں ان میں عبادت کرنے کے لئے چار دیواری میں محصور عمارت کا ہونا ضروری تصور کیا گیا ہے۔ ان مذاہب کے پیروکاروں کے نزدیک خدا صرف مخصوص جگہوں میں موجود ہوتا ہے، ان سے باہر اس کی پرستش اور عبادت نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ عیسائی اپنے کلیساؤں سے باہر خدا کی عبادت بجا نہیں لاتے، یہودی اپنے صومعوں اور مقررہ قربان گاہوں کے علاوہ نہ تو اس کی پرستش کرتے ہیں اور نہ کوئی نذرانے بطور قربانی پیش کرتے ہیں، یہاں تک کہ بت پرست بھی چار دیواریوں کے اندر پوجا پاٹ کی رسم ادا کرتے ہیں۔ اسلام نے آ کر توحید کا وہ عالمگیر تصور پیش کیا جس نے تمام زمانی و مکانی حد بندیوں کو ختم کر دیا۔ اس آفاقی مذہب میں خدا چار دیواری میں محدود نہیں، اسے دشت وصحرا اور کوہ و بیاباں میں کہیں بھی پکارا جاسکتا ہے اور اس کے آگے عبادت کے لئے سرِ نیاز خم کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی

(۱) القرآن، الفتح، ۴۸:۲۰

ہے:

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔(۱)

’’پس تم جدھر بھی رخ کرو ادھر ہی اللہ کی توجہ ہے (یعنی ہر سمت ہی اللہ کی ذات جلوہ گر ہے)۔‘‘

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے پانچ ایسی امتیازی خصوصیات عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے اور کسی کو نہیں دی گئیں:

آپ ﷺ نے اس خصوصیت کا ذکر بایں الفاظ فرمایا:

جعلت لی الأرض مسجدا و طهورا، فأيما رجل من أمتی أدركته الصلاة فليُصَلِّ۔(۲)

’’روئے زمین کو میرے لئے مسجد یعنی سجدہ گاہ اور پاک بنا دیا گیا، اب میری اُمت کا جو شخص جہاں بھی نماز کا وقت پالے نماز ادا کرسکتا ہے۔‘‘

حضور ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کی رو سے ہر جگہ کو سجدہ گاہ بنانے کی اجازت ہے سوائے ان مقامات کے جہاں نماز ادا کرنا شرعاً ممنوع ہے، مثلاً قبرستان، اصطبل، حمام اور وہ جگہیں جہاں نجاست پڑی ہو۔

---

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۱۱۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۱۲۸، کتاب التیمم، رقم: ۳۲۸

۲۔ بخاری، الصحیح، ۱:۱۶۸، کتاب الصلاہ، رقم: ۴۲۷

۳۔ ترمذی، السنن، ۴:۱۲۳، ابواب السیر، رقم: ۱۵۵۳

۴۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۱۸۸، کتاب الطہارۃ، رقم: ۵۶۷

۵۔ نسائی، السنن، ۱:۲۱۰، کتاب الغسل والتیمم، رقم: ۴۳۲

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

۱۴۔ حفاظت کا اُلوہی اِہتمام

حضور نبی اکرم ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو دیکھتے ہی دیکھتے پورا عالمِ کفر آپ ﷺ کی جان کے درپے ہوگیا۔ مشرکینِ مکہ نے آپ ﷺ کی دعوتِ حق کی راہ میں روڑے اٹکانے اور آپ ﷺ کو تبلیغی مساعی سے روکنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ انہوں نے حضور ﷺ کو بے پناہ تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں۔ دشمن آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھا دیتے اور دورانِ عبادت آپ ﷺ پر کوڑا کرکٹ پھینک دیتے۔ طائف کے بازاروں میں اوباش لڑکوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا گیا جنہوں نے آوازے کسے اور آپ ﷺ پر پتھروں کی بارش کر دی جس سے جسمِ اقدس لہولہان ہوگیا۔ نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ معاشرتی مقاطعہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کو پورے خاندان سمیت شعب ابی طالب میں محصور کر دیا۔ جب ایذا رسانیوں کے تمام حربے آپ ﷺ کی تبلیغی سرگرمیوں کی راہ کی رکاوٹ نہ بن سکے تو کفار و مشرکینِ مکہ آپ ﷺ کے قتل کی سازشوں کے جال بُننے لگے اور ہجرت کی رات قتل کے اِرادہ سے ننگی تلواریں لے کر تمام رات آپ ﷺ کے گھر کے باہر کھڑے رہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ صبر و استقامت اور جرأت و عزیمت کے کوہ گراں تھے۔ آپ ﷺ نے تمام تر مزاحمتوں اور مخالفتوں کے باوجود دعوتِ حق کو پھیلانے کا مشن جاری رکھا جس کے نتیجے میں جبر و استحصال کے شکار لوگ پہلے اِکا دُکا اور پھر گروہ در گروہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ جوں جوں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کی خبریں دشمنانِ اسلام کو پہنچیں، ان کی راتوں کی نیندیں حرام ہونے لگیں۔ ان کی آتشِ عداوت کے شعلے اور بھڑک اٹھے اور غلبۂ اسلام کی تحریک زور پکڑنے کے ساتھ ساتھ ان کے سفاکیوں اور اذیت رسانیوں کا سلسلہ بھی اپنی انتہاء کو پہنچ گیا۔ انہوں نے حضور ﷺ کی آواز کو خاموش کرنے کے لئے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی مگر ذات خداوندی آپ ﷺ کی محافظ تھی اور اس کی رحمت قدم قدم پر آپ ﷺ کو اپنے حصار میں لئے ہوئے تھی۔ اوائلِ اسلام کے دور میں اپنے طور پر آپ ﷺ کے مشفق چچا حضرت ابو طالب آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے آپ

ﷺ کے دشمنوں کو ایک ڈھال کی طرح روکے ہوئے تھے۔ گاہے ایسا بھی ہوتا کہ وہ آپ ﷺ کی حفاظت کی غرض سے کسی قابل اعتماد شخص کو آپ ﷺ کے ساتھ بھیج دیتے۔ پھر جب اہلِ اسلام کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوگیا تو آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہ نے یہ فریضہ اپنے ذمہ لے لیا۔

حضور ﷺ کا خود حفاظتی تدابیر اختیار فرمانا

جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کی حفاظت کا وعدہ نہیں کیا گیا تھا آپ ﷺ نے حفاظتی تدابیر اختیار فرمائیں۔ احادیث میں ان تدابیر کا ذکر متعدد مقامات پر ملتا ہے۔

۱۔ عن عائشة قالت: سهر رسول اللهﷺ مقدمه المدينة ليلة۔ فقال: ليت رجلاً صالحا يحرسنى الليلة۔ قالت: فبينما نحن كذلک إذ سمعنا خشخشة السلاح۔ فقال: من هذا؟ فقال: سعد بن أبى وقاص۔ فقال: له رسول اللهﷺ: ما جاء بک؟ قال سعد: وقع فى نفسى خوف على رسول اللهﷺ فجئت أحرسه، فدعا له رسول اللهﷺ ثم نام۔(۱)

''اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو آپ ﷺ کی آنکھ نہ لگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کاش! کوئی نیک مرد ہوتا جو باقی رات میرے لئے حفاظتی پہرہ دیتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم اسی خیال میں تھے کہ ایک شخص کے ہتھیاروں کی آواز سنی تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کون؟ انہوں نے عرض کیا: سعد بن ابی وقاص۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: میرے دل میں خوف آیا کہ کوئی آپ کو ضرر نہ پہنچائے سو میں حاضر ہوا ہوں

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۵۰، ابواب المناقب، رقم: ۳۷۵۶

کہ آپ کے لئے پہرہ دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اِن کے لئے دعا فرمائی اور پھر آپ ﷺ سو گئے۔‘‘

۲۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ مسجدِ نبوی میں حضور ﷺ کی حفاظت کیلئے پہرہ دیا کرتے تھے۔

حضرت موسیٰ بن سلمہ نے بیان کیا کہ میں نے جعفر بن عبداللہ بن حسین سے اسطوان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

ان هذه المحرس کان علی بن أبی طالب يجلس فی صفحتها التی تلی القبر مما يلی باب رسول الله ﷺ يحرس النبی ﷺ۔(۱)

’’یہ جائے نگرانی کی وہ چوکی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کے نزدیک واقع ہے اور آپ ﷺ کے حجرۂ اقدس کے دروازے سے ملی ہوئی ہے۔ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت (کا مقدس فریضہ) سرانجام دیا کرتے تھے۔‘‘ (۱)

یہی نہیں بلکہ عام معمولاتِ زندگی میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محافظت کی غرض سے آپ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے:

۳۔ عن عطاء بن أبی ميمونة: سمع أنس بن مالک يقول: کان رسول الله ﷺ يدخل الخلآء، فأحمل أنا و غلام إداوة من مآء و عنزة۔(۲)

---

(۱) سمہودی، وفاء الوفاء، ۲: ۴۴۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۶۹، کتاب الوضوء، رقم: ۱۵۱
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۲۲۷، کتاب الطہارت، رقم: ۲۷۱
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۷۱، رقم: ۱۲۷۷۷
۴۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۱: ۴۶، رقم: ۸۷
۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱: ۱۴۱، رقم: ۱۶۲۱

←

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

’’عطاء بن ابی میمونہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: جب رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو میں اور میرا ہم عمر لڑکا پانی کا برتن اور نیزہ لے کر آپ ﷺ کے ساتھ چلتے تھے۔‘‘

۴۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو آپ ﷺ کی حفاظت کیا کرتے۔ پس جب یہ آیت ......’وَاللهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ‘ نازل ہوئی تو وہ آپ ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری سے دستبردار ہو گئے۔ یہی روایت حضرت عصمہ بن مالک خطمی سے بھی ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ ہم رات کے وقت حضور ﷺ کی حفاظت کے لئے پہرہ دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آیت ...... وَ اللهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (اور اللہ (مخالف) لوگوں سے آپ (کی جان) کی (خود) حفاظت فرمائے گا) ...... نازل ہوئی۔ پس آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے پہرہ اٹھا دیا گیا۔‘‘(۱)

۵۔ انتظامی ضرورت کے تحت محافظ اور دربان کا تذکرہ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ میں ملتا ہے:

واقعۂ ایلاء کے موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کے خدمت گزار حضرت رباح دروازے پر موجود تھے، جنہیں آپ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے ملاقات کی اجازت طلب کرنے کے لئے

...... ۶۔ نووی، شرح صحیح مسلم، ۳:۱۶۲

۷۔ زیلعی، نصب الرایہ، ۱:۲۱۳

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۴:۲۱، رقم: ۳۵۱۰

۲۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱:۲۵۵، رقم: ۴۱۸

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷:۱۷

۴۔ سیوطی، لباب النقول فی اسباب النزول: ۹۴

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

کہا۔ شرف یار یابی کی اجازت ملنے پر ہی آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

و إذا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد صعد فی مشربة له و علی باب المشربة وصیف فأتیته فقلت استأذن لی فأذن لی۔(۱)

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بالا خانے پر تشریف فرما تھے اور بالا خانے کے دروازے پر ایک غلام تھا، میں نے اُس کے پاس جا کر کہا کہ مجھے اجازت لے دو۔ پس اُس نے مجھے اجازت لے دی۔''

ذاتی حفاظت کا فریضہ انجام دینے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہمیں درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام ملتے ہیں جنہوں نے مختلف اوقات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی حفاظت کی ذمہ داری نبھانے کی سعادت حاصل کی:

۱۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر کے میدان میں العریش کے باہر نگران و محافظ کے طور پر مقرر تھے۔

۲۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان پر محافظ دستے کے افسر کے طور پر مقرر تھے۔

۳۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان پر محافظ دستے کے افسر متعین تھے۔

۴۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان پر محافظ دستے

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۹۷، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۰۵
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۱۱۰۶، کتاب الطلاق، رقم: ۱۴۷۹
۳۔ ابن حبان، ۹: ۴۹۷، رقم: ۴۱۸۸

کے افسر متعین تھے۔

۵۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد میں پچاس سپاہیوں کے دستہ کے افسر متعین تھے۔

۶۔ حضرت ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ نے غزوۂ اُحد میں شیخین کے مقام پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محافظ کے طور پر فرائض سرانجام دیئے۔

۷۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ حمراء الاسد میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محافظ تھے۔

۸۔ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ حمراء الاسد میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محافظ تھے۔

۹۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے حمراء الاسد میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۰۔ حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہ نے حمراء الاسد میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۱۔ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے حمراء الاسد میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۲۔ حضرت عبید بن اوس رضی اللہ عنہ نے حمراء الاسد میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۳۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے حمراء الاسد میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۴۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے ذات الرقاع میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۵۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے ذات الرقاع میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۶۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے فرائض

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

سرانجام دیئے۔

۱۷۔ حضرت سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۸۔ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے وادیُ القریٰ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۹۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی غزوۂ حنین میں آپ ﷺ کے ذاتی محافظوں کے طور پر خدمت انجام دی۔

یہی نہیں بلکہ حضور ﷺ نے حفاظت کے اِنتظامات کو بہتر بنانے کے لئے جاسوسی کا نظام بھی قائم فرمایا تھا جس کا مقصد تھا کہ ذاتی حفاظت کے علاوہ دشمن اور اس کے لشکر کے رازوں اور ان کے معاملات سے آگاہی بھی ہوتی رہے۔ ایسے بہت سے صحابہ کرام تھے جنہیں آپ ﷺ نے جاسوسی (intelligence) کے فرائض سونپ رکھے تھے۔ اسی طرح سکیورٹی کے لیے آپ ﷺ نے گشتی دستے بھی تشکیل دیئے۔

حفاظتی انتظامات کے ذیل میں گھوڑوں اور راسلحے کا انتظام بھی کیا گیا تھا اور ان پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متعین کئے گئے تھے۔ اس نوع کی ڈیوٹی انجام دینے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۲) حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ (۳) حضرت اوس رضی اللہ عنہ (۴) حضرت عبیدالرحمٰن بن اسد رضی اللہ عنہ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی حفاظتی خدمت کے حوالے سے کتنے زیادہ محتاط و باخبر تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ غزوۂ بدر میں آپ ﷺ کی قیام گاہ کے باہر حفاظتی دستہ پہرہ دے رہا تھا۔ مسلسل جاگتے رہنے سے آپ ﷺ کو اونگھ آ گئی آپ ﷺ جب آرام فرمانے لگے تو ڈیوٹی پر موجود حفاظتی دستے کے بارے میں اطمینان محسوس نہ کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خود ننگی تلوار لے کر آئے اور پہرے دار بن کر

کھڑے ہو گئے اور اس طرح سکیورٹی کی ڈیوٹی انجام دی۔ اُن کے ساتھ سکیورٹی گارڈ میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر بھی پہرہ دیا۔ حضرت زبیر بن عوف رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق کے موقع پر یہ فریضہ سرانجام دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت اسد بن وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ نے مختلف مواقع پر وادیوں میں اور مختلف سفروں کے دوران پہرہ دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور کچھ صحابہ فیملی گارڈ کے طور پر مامور تھے۔ ایک صحابی مہرِ نبوت کی حفاظت پر مامور تھے کہ یہ کہیں چوری نہ ہو جائے۔

حفاظتِ مصطفیٰ ﷺ کا اِعلانِ خداوندی

یہ حفاظتی انتظامات سرانجام دیئے جاتے رہے یہاں تک کہ وہ لمحہ آ گیا جب اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کی جان کی حفاظت خود اپنے ذمے لے لی اور بذریعہ وحی اس کا اعلان عام فرما دیا۔

حضور ﷺ کی حفاظت کو اپنے ذمۂ کرم پر لینے کے حوالے سے درج ذیل آیات کریمہ نازل فرمائی گئیں:

۱۔ وَ اصۡبِرۡ لِحُکۡمِ رَبِّکَ فَاِنَّکَ بِاَعۡیُنِنَا۔(۱)

''اور (ان کی گستاخانہ باتوں اور دل آزارانہ رویہ سے آپ غمگین نہ ہوں اور) آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار فرمایئے، بہر حال آپ تو ہماری نظروں میں ہیں۔''

۲۔ اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ۔(۲)

''کیا اللہ اپنے بندۂ (خاص، سرکارِ دو عالم ﷺ کی حفاظت اور طمانیتِ قلب)

(۱) القرآن، الطّور، ۵۲: ۴۸

(۲) القرآن، الزمر، ۳۹: ۳۶

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

کے لئے کافی نہیں۔‘‘

۳۔ وَ اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ط وَ یَمْکُرُوْنَ وَ یَمْکُرُ اللهُ ط وَاللهُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَO(۱)

’’اور جب کافر لوگ آپ کے خلاف خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ وہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو (وطن سے) نکال دیں اور (اُدھر) وہ سازشی منصوبے بنا رہے تھے اور (اِدھر) اللہ (ان کے مکر کے رد کے لئے اپنی) تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر (خفیہ) تدبیر فرمانے والا ہےO‘‘

۴۔ اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ۔(۲)

’’بیشک مذاق کرنے والوں (کو انجام تک پہنچانے) کے لئے ہم آپ کو کافی ہیںO‘‘

۵۔ وَاللهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ۔(۳)

’’اور اللہ (مخالف) لوگوں سے آپ (کی جان) کی (خود) حفاظت فرمائے گا۔‘‘

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

كان النبی ﷺ یُحرَسُ حتی نزلت هذه الآية: وَاللهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ فأخرج رسول الله ﷺ رأسه من القبة، فقال: يأيها الناس! انصرفوا، فقد عصمنی الله۔(۴)

’’حضور نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کا اہتمام کیا جاتا رہا یہاں تک کہ آیت وَاللهُ

(۱) القرآن، الانفال، ۸: ۳۰

(۲) القرآن، الحجر، ۱۵: ۹۵

(۳) القرآن، المائدہ، ۵: ۶۷

(۴) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۲۵۱، ابواب تفسیر القرآن، رقم: ۳۰۴۶

۲۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۳۴۲، رقم: ۳۲۲۱

۳۔ بیہقی، السنن الکبری، ۹: ۸

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ نازل ہوئی۔ اس پر آپ ﷺ نے خیمہ سے سر انور نکالا اور فرمایا: ''اے میرے صحابہ! چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا ذمہ خود لے لیا ہے۔''

ذاتی حفاظت کی تدابیر خلافِ توکل نہیں

اب اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ حفاظت تو اللہ کے ذمہ ہے، وہی جان و مال کے نفع ونقصان کا مالک ہے، سو حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ قرآن و سنت کے تصورِ حفاظت سے اس مغالطے کا اِزالہ ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم کی واضح تعلیمات اور سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ذاتی حفاظت کے لئے تدابیر اختیار کرنا، مسلح محافظ رکھنا، اسلحہ کا اہتمام کرنا اور دیگر ممکنہ وسائل کو بروئے کار لانا نہ صرف جائز ہے بلکہ حکمِ قرآنی اور سنتِ رسول ﷺ کے عین مطابق ہے۔

حفاظت کا قرآنی تصور

قرآن حکیم کی روشنی میں اہلِ ایمان کے لئے انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر دفاع کا اہتمام کرنا بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا۔(۱)

''اے ایمان والو ! اپنی حفاظت کا سامان لے لیا کرو پھر (جہاد کے لئے) متفرق جماعتیں ہوکر نکلو یا سب اکٹھے ہوکر کوچ کرو o''

مذکورہ بالا آیت مبارکہ کی روشنی میں دفاع اور حفاظت کا جائزہ لیں تو اس کی دو جہتیں قرار پاتی ہیں:

۱۔ ذاتی حفاظت (Personalsecurity)

۲۔ قومی دفاع (National defence)

---

(۱) القرآن، النساء، ۴:۷۱

اگر ثقافتی روایات اور حقوق العباد کے تحفظ کے حوالے سے معاشرے کا جائزہ لیں تو دو طرح کے معاشرے ہمارے سامنے آتے ہیں:

(ا) ایک ایسا معاشرہ جہاں ریاست و حکومت عوام و خواص کے مال و جان اور آبرو کی حفاظت کا مؤثر اہتمام کرتی ہے۔ ایسی ریاست میں اسلحہ رکھنا اور ذاتی سطح پر اس نوعیت کے اہتمام کرنا نہ صرف یہ کہ غیر قانونی اقدام ہے بلکہ اس کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ دنیا بھر میں ایسے ممالک کی مثال ہمارے سامنے ہے جہاں قانون کے نفاذ کی صورتِ حال تسلی بخش ہے اور وہاں شہریوں کو خود حفاظتی اقدامات کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اس ضمن میں مغرب میں انگلینڈ، سکینڈے نیویا کے ممالک اور کئی عرب ممالک ہیں جہاں حکومت امن و امان کے قیام کی ذمہ داری اس خوش اسلوبی سے نبھاتی ہے کہ کسی کے جان و مال کو خطرہ نہیں ہوتا بلکہ اکثر وہاں شرح جرائم نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں انفرادی سطح پر اسلحہ رکھنے کی کسی کو اجازت نہیں۔

(ب) دوسرا معاشرہ وہ ہے جہاں قانون کی حکمرانی کا کوئی تصور نہیں اور طوائف الملوکی (anarchy) کا دور دورہ ہے وہاں حکومتی نا اہلی کا یہ عالم ہے کہ ڈاکہ زنی، قتل و غارت گری، حملے اور قانون شکنی آئے روز کا معمول ہوتے ہیں۔ عوام الناس تو کجا سیاسی و مذہبی رہنما تک محفوظ نہیں ہوتے۔ جہاں اس طرح کا ماحول ہو، ریاست کی طرف سے قیام امن اور حفاظت کو یقینی نہ بنایا جا رہا ہو اور حالات اس قدر مخدوش ہوں وہاں انفرادی سطح پر اپنی حفاظت کا اہتمام کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس لئے لوگ اپنے اپنے وسائل کے مطابق اپنی حفاظت کا اہتمام ذاتی طور پر کرتے ہیں۔ پہلے زمانے میں چوروں اور ڈاکوؤں کا خطرہ ہوتا تھا سو لوگ اپنے گھروں میں پہریدار رکھتے تھے جو ساری ساری رات جاگ کر پہرے دیتے اور محلے بھر کی حفاظت کا اہتمام کرتے تھے۔

آیت کا دوسرا پہلو قومی دفاع سے متعلق ہے، اگر دشمن کی طرف سے قومی و ملکی سلامتی کو خطرہ لاحق ہو تو حکومت پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس کی حفاظت کے لیے اپنی افواج کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق تیار کرے اور جدید اسلحہ سے لیس کرے۔

احادیثِ نبویہ میں حفاظت کا تصور

اپنی جان، مال اور عزت و آبرو کی محافظت کا اہتمام اور اسکے لئے حفاظتی تدابیر اختیار کرنا احادیثِ نبویہ سے ثابت ہے۔ حفاظت کے لئے اہتمام کی اہمیت اس سے واضح ہوتی ہے کہ حدیثِ مبارکہ کی رو سے گھر میں کتا رکھنا خیر و برکت میں کمی کے باعث معیوب سمجھا جاتا ہے مگر اس کے باوجود گھر کی حفاظت اور شکار کے لئے کتا رکھنا جائز ہے۔ اس حوالے سے درجِ ذیل روایات قابل غور ہیں۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من امسک کلبا فإنه ینقص کل یوم من عمله قیراط إلا کلب حرث أو ماشیة۔(۱)

’’جس نے کتا پالا ہر روز ایک قیراط کے برابر اجر اس کے اجر سے کم ہوتا رہے گا سوائے اُس کے جس نے کھیتی یا مویشیوں کی نگرانی کے لئے کتا پالا ہو۔‘‘

۲۔ ایک دوسری روایت میں حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أمر رسول الله ﷺ بقتل الکلاب، ثم قال: ما بالهم و بال الکلاب؟ ثم رخص فی کلب الصید و کلب الغنم۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۸۱۷، کتاب المزارعہ، رقم: ۲۱۹۷
۲۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۲۰۷، کتاب بدء الخلق، رقم: ۳۱۴۶
۳۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۲۰۳، کتاب المساقاۃ، رقم: ۱۵۷۵
۴۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۸۰، ابواب الصید، رقم: ۱۴۸۹
۵۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۰۶۹، کتاب الصید، رقم: ۳۲۰۴

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۲۳۵، کتاب الطہارہ، رقم: ۲۸۰
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۲۰۰، کتاب المساقات، رقم: ۱۵۷۳
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۵۶

''رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو مار ڈالنے کا حکم فرمایا۔ پھر فرمایا: کتے لوگوں کو کیا تکلیف دیتے ہیں؟ چنانچہ پھر شکاری کتے اور ریوڑ کی (حفاظت کرنے والے) کتے رکھنے کی اجازت دے دی۔''

مذکورہ بالا احادیث سے درج ذیل نکات مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ اگر کسی نفع رساں چیز کے ضائع و برباد ہونے یا چوری ہو جانے کا اندیشہ ہوتو اسکی حفاظت ضروری ہو جاتی ہے۔

۲۔ کھیتی اور مویشیوں کی حفاظت ضروری ہے اس لئے کہ کھیتی اور مویشی ایسا مال ہے کہ جس پر انسانی معیشت کا انحصار ہے اور اس کا ضائع ہونا مالک کا معاشی نقصان تصور ہو گا۔ لہٰذا اس معاشی نقصان سے بچنے کے لئے حضور ﷺ نے حفاظت کی غرض سے کتا رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حفاظت کے لئے صرف کتا رکھنا جائز ہے اور باقی حفاظتی تدابیر ممنوع ہیں، بلکہ اس کا حقیقی اطلاق ہر اس حفاظتی تدبیر پر ہو گا جس سے جان و مال اور عزت و آبرو کی مکمل طور پر حفاظت ہو سکے۔ چنانچہ اگر معاشی نقصان کے خطرے کے پیش نظر حفاظتی تدابیر اختیار کرنا ناگزیر ہو تو انسانی جان اور عزت و آبرو کی سلامتی کے لئے حفاظتی تدابیر اختیار کرنا اور ذاتی محافظ و اسلحہ رکھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ بعض اوقات ضروری ہو جاتا ہے۔

ذاتی حفاظت کا اہتمام کرنا سنت نبوی ﷺ ہے اور آپ ﷺ نے یہ حفاظتی اہتمام اس وقت ختم کیا جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت کا وعدہ مل گیا، جبکہ اس سے قبل آپ ﷺ کا حفاظتی اقدامات اختیار فرمانا توکل ہی کے تحت تھا۔ اگر یہ خلاف توکل ہوتا تو آپ ﷺ اللہ کے نبی ہوتے ہوئے حفاظتی پہرے دار کیوں متعین فرماتے؟

لہٰذا مخدوش حالات میں جہاں مال اور آبرو محفوظ نہ ہو وہاں حفاظتی تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں۔ آج جو حال ہمارے معاشرے کا ہو چکا ہے اور جس طرح آئے روز اخبارات کے ذریعے بے شمار واقعات ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں ان حالات میں اگر

ذاتی حفاظت کا اہتمام کیا جائے تو یہ قطعاً توکل کے خلاف نہ ہوگا اور نہ ہی یہ کہا جائے گا کہ زندگی اور موت چونکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں لہٰذا اس طرح کے انتظامات خلاف شرع ہیں، کیونکہ شریعت مطہرہ میں جہاں توکل کی تعلیم دی گئی ہے وہاں تدبیر اختیار کرنے کی اہمیت بھی بیان کی گئی ہے اور اسے بھی فرائض کی طرح ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔ اس تصور کی وضاحت ایک حدیث نبوی سے ہوتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رجل: یا رسول اللہ! أعقلها و أتوکل، أو أطلقها و أتوکل؟ قال: أعقلها و توکل۔(۱)

''ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں اونٹ باندھوں اور توکل کروں یا کھول کر توکل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: باندھ کر توکل کرو۔''

یہاں ہمیں توکل اور تدبیر کا باہمی تعلق نظر آتا ہے۔ روایات کے مطابق جب توکل اختیار کرتے ہوئے کوئی صحابی اپنی اونٹنی کو کھلا چھوڑ کر بارگاہ نبوت ﷺ میں حاضر ہوگئے اور انہوں نے آپ ﷺ کے استفسا پر عرض کیا کہ وہ اپنی اونٹنی اللہ کے توکل پر چھوڑ آئے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسے توکل نہیں کہتے، واپس جاؤ اور اپنی اونٹنی کی ٹانگیں باندھو۔ یعنی پہلے تدبیر کرو، پھر توکل اختیار کرو۔

یعنی تدبیر اختیار کرنا لازمی ہے پھر نتیجہ اور انجام اللہ کے سپرد کر دے، یہ توکل ہے۔ اگر ان تمام تر تدابیر کے باوجود بھی کوئی گزند پہنچتی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے امر سے ہے، وہی ان تدابیر کو مؤثر بنانے والا ہے۔

اگر یہ اصول بنا دیا جائے کہ حفاظتی تدابیر خلافِ توکل ہیں تو کسی بیمار کے لئے جائز نہیں ہوگا کہ وہ بیماری کی صورت میں ڈاکٹر یا حکیم کے پاس علاج کے لئے جائے

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۶۶۸، ابواب صفۃ القیامہ، رقم: ۲۵۱۷
۲۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۷: ۲۱۶، رقم: ۲۶۵۸

کیونکہ بیماری اور شفاء کا مالک تو اللہ ہے، سو اللہ کو چھوڑ کر ڈاکٹر یا حکیم کی طرف شفا کے لئے رجوع کرنا کس طرح جائز ہوگا؟ مگر عقلِ سلیم رکھنے والا ہر شخص یہ کہے گا کہ ایسا تصور اور نقطۂ نظر سرے سے روحِ شریعت کے خلاف ہے۔ یہ دنیا عالمِ اسباب ہے۔ اور یہاں اسباب کو اختیار کرنا فرائض میں سے ہے اور اسباب و تدابیر کو اختیار کرتے ہوئے مسببُ الاسباب اور مدبرُ الامور پر بھروسہ رکھنا ہی حقیقی توکل ہے جس کا حکم متذکرہ بالا آیۂ مبارکہ (النساء، ۴:۷۱) میں دیا گیا ہے کہ اہلِ ایمان اپنی حفاظت کے لئے ہتھیار اٹھالیا کریں اور مسلح ہوکر چلا کریں کیونکہ ایسے حالات میں جہاں جان مال اور آبرو محفوظ نہیں اپنی حفاظت کا اہتمام نہ کرنا اور حفاظتی تدابیر اختیار نہ کرنا خود ہلاکت کو دعوت دینا ہے جو قرآن حکیم کی نظر میں کسی طور بھی مستحسن نہیں:

وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ۔(۱)

''اور اپنے ہی ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔''

۱۵۔ حضور ﷺ کے معترضین کو خود اللہ تعالیٰ کا جواب دینا

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں اپنے محبوب کریم ﷺ پر معاندینِ حق کی طرف سے کئے گئے اعتراضات کا جواب خود دیا جبکہ سابقہ انبیاء کرام علیھم السلام کا معمول یہ تھا کہ وہ اپنی تکذیب کرنے والوں کی تردید میں خود اپنی صفائی پیش کرتے تھے۔

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے جب ان پر انگشتِ اعتراض بلند کرتے ہوئے کہا:

اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ (۲)

''بیشک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں (مبتلا) دیکھتے ہیں ○''

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۱۹۵

(۲) القرآن، الاعراف، ۷:۶۰

حسب ارشادِ قرآنی حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دوٹوک جواب دیتے ہوئے فرمایا:

يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○(۱)

’’اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں لیکن (یہ حقیقت ہے کہ) میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول (مبعوث ہوا) ہوں○‘‘

۲۔ جب حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی قوم نے جھٹلایا اور زباں درازی کرتے ہوئے یوں کہا:

اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ○(۲)

’’(اے ہود!) بیشک ہم تمہیں حماقت میں (مبتلا) دیکھتے ہیں اور بیشک ہم تمہیں جھوٹے لوگوں میں گمان کرتے ہیں○‘‘

تو حضرت ہود علیہ السلام نے ان معاندینِ حق کو آڑے ہاتھوں لیا اور اپنے من جانب اللہ مامور ہونے کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○(۳)

’’اے میری قوم! مجھ میں کوئی حماقت نہیں لیکن (یہ حقیقت ہے کہ) میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول (مبعوث ہوا) ہوں○‘‘

۳۔ فرعون ...... جو خدا ہونے کا دعویدار اور ملک وقوم کے سیاہ وسفید کا مالک بنا ہوا تھا ...... نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے اعلانِ رسالت کے خلاف اپنے اِفترا پردازی پرمبنی ردِعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

---

(۱) القرآن، الاعراف، ۷:۶۱

(۲) القرآن، الاعراف،۷:۶۶

(۳) القرآن، الاعراف،۷:۶۷

اِنِّیْ لَاَظُنُّکَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا○(۱)

''میں تو یہی خیال کرتا ہوں کہ اے موسیٰ تم سحر زدہ ہو○''

فرعون کے رد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب یہ تھا:

وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّکَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا○(۲)

''اور میں تو یہی خیال کرتا ہوں کہ اے فرعون! تم ہلاک زدہ ہو(تو جلدی ہلاک ہوا چاہتا ہے)○''

۴۔ اہلِ مدین نے تکبر و رعونت سے اپنے نبی حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب ان الفاظ میں کی:

اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْنَا ضَعِیْفًا ج وَ لَوْ لَا رَھْطُکَ لَرَجَمْنٰکَ وَ مَآ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ ○ (۳)

''اور ہم تمہیں اپنے معاشرے میں ایک کمزور شخص جانتے ہیں اور اگر تمہارا کنبہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے اور (ہمیں اسی کا لحاظ ہے ورنہ) تم ہماری نگاہ میں کوئی عزت والے نہیں ہو○''

حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کی زباں درازیوں کا جواب یوں دیا:

یٰقَوْمِ اَرَھْطِیْٓ اَعَزُّ عَلَیْکُمْ مِّنَ اللهِ ط وَ اتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَکُمْ ظِھْرِیًّا ط اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ○(۴)

''اے میری قوم! کیا میرا کنبہ تمہارے نزدیک اللہ (تعالیٰ) سے زیادہ معزز ہے

---

(۱) القرآن، الإسراء، ۱۷:۱۰۱

(۲) القرآن، الإسراء، ۱۷: ۱۰۲

(۳) القرآن، ہود، ۱۱:۹۱

(۴) القرآن، ہود، ۱۱:۹۲

اورتم نے اسے (گویا) اپنے پسِ پشت ڈال رکھا ہے، بیشک میرا رب تمہارے (سب) کاموں کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے o‘‘

یہ تو قرآن میں درج بعض انبیاء کرام علیہم السلام کے جوابات تھے جو انہوں نے حق کو جھٹلانے والوں کے اعتراضات پر دیئے لیکن جب کفار نے ہمارے آقائے نامدار ﷺ کی نسبت طعن و تنقیص کی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بذاتِ خود اُس کی تردید فرمائی، جس سے حضور ﷺ کی شانِ محبوبیت عیاں ہے۔ چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱۔ کفار مکہ نے حضور ﷺ کے حق میں گستاخی کا ارتکاب کرتے ہوئے کہا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡ نُزِّلَ عَلَیۡهِ الذِّکۡرُ اِنَّکَ لَمَجۡنُوۡنٌ o(۱)

’’اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا ہے بیشک تم دیوانے ہو o‘‘

اللہ تعالیٰ نے کفار کی اس بات کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

مَآ اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّکَ بِمَجۡنُوۡنٍ o(۲)

’’آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں o‘‘

۲۔ حضور ﷺ نے جب مشرکین مکہ کو جھوٹے معبودوں کی پرستش چھوڑنے کی تلقین فرمائی تو وہ یوں کہنے لگے:

اَئِنَّا لَتَارِکُوۡٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجۡنُوۡنٍ o(۳)

’’کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک مجنون شاعر (کے کہنے) کی وجہ سے چھوڑ دیں گے o‘‘

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں اپنے محبوبِ کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کی

(۱) القرآن، الحجر، ۱۵:۶

(۲) القرآن، القلم، ۶۸ : ۲

(۳) القرآن، الصافات، ۳۷:۳۶

تصدیق کرتے ہوئے فرمایا:

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَ صَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ○(۱)

’’(وہ مجنون اور شاعر نہیں) بلکہ وہ (دین) حق لے کر آئے ہیں اور (جملہ) پیغمبروں کی تصدیق فرماتے ہیں○‘‘

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْبَغِيْ لَهٗ ط(۲)

’’اور ہم نے ان کو نہ شعر کہنا سکھایا اور نہ یہ ان کے شایانِ شان ہے○‘‘

۳۔ کفار و مشرکین مسلمانوں سے کہتے:

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلاً مَّسْحُوْرًا○(۳)

’’تم تو محض ایک ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جو سحر زدہ ہے (اس پر جادو کر دیا گیا ہے)○‘‘

اللہ تعالیٰ نے ان کی گمراہی کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا:

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا○(۴)

’’(اے حبیب!) دیکھئے (یہ لوگ) آپ کے لئے کیسی (کیسی) تشبیہیں دیتے ہیں پس یہ گمراہ ہو چکے اب راہِ راست پر نہیں آ سکتے○‘‘

۴۔ کفار نے قرآن حکیم کی حقانیت پر اعتراض کرتے ہوئے کہا:

---

(۱) القرآن، الصافات، ۳۷:۳۷

(۲) القرآن، یٰسٓ، ۳۶:۶۹

(۳) القرآن، الاسراء، ۱۷:۴۷

(۴) القرآن، الاسراء، ۱۷:۴۸

لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ○(۱)

’’اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس (کلام) کے مثل کہہ سکتے ہیں یہ تو اگلوں کی (خیالی) داستانوں کے سوا (کچھ بھی) نہیں ہے○‘‘

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس زعمِ باطل کا منہ توڑ جواب نہایت ہی فصاحت و بلاغت کے ساتھ یوں ارشاد فرمایا:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا○(۲)

’’فرما دیجئے: اگر تمام انسان اور جنات اس بات پر جمع ہوجائیں کہ وہ اس قرآن کے مثل (کوئی دوسرا کلام بنا کر) لائیں گے تو (بھی) وہ اس کی مثل نہیں لا سکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں○‘‘

۵۔ کفار نے حضور ﷺ پر اعتراض کیا کہ قرآن انہوں نے خود گھڑ لیا ہے:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرَاهُ۔

’’کیا کفار یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس (قرآن) کو خود گھڑ لیا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے کفار کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○(۳)

’’فرما دیجئے! تم بھی اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور اللہ کے سوا (اپنی مدد کیلئے) جسے بھی بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو○‘‘

---

(۱) القرآن، الانفال، ۸:۳۱

(۲) القرآن، الإسراء، ۱۷:۸۸

(۳) القرآن، ہود، ۱۱:۱۳

۶۔ حضور ﷺ پر قرآن کے تدریجاً نازل ہونے پر کفار کا اعتراض یہ تھا:

لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً۔ (۱)

''اس (شخص) پر قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ نازل کیا گیا۔''

اللہ تعالیٰ کا جواب یوں نازل ہوا:

كَذٰلِكَ ج لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝ (۲)

''اس طرح (ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل ہوا) تاکہ ہم اس سے آپ کے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے اسے بتدریج نازل کیا ہے ۝''

۷۔ حضور ﷺ کی رسالت پر کفار کا اعتراض یوں وارد ہوا:

لَسْتَ مُرْسَلًا۔ (۳)

''آپ پیغمبر نہیں ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس ہرزہ سرائی کا جواب یوں نازل فرمایا:

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا م بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝ (۴)

''فرما دیجئے: (میری رسالت پر) میرے اور تمہارے درمیان اللہ بطور گواہ کافی ہے اور وہ شخص بھی جس کے پاس (صحیح طور پر آسمانی) کتاب کا علم ہے ۝''

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے جواب یوں نازل فرمایا:

يٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (۵)

''یٰسین (اے سردار دو عالم، یا سید المرسلین، اے صاحب سر، اے سراپا راز، اے سراپا سماعت، یعنی اے محمد) ۝ قسم ہے قرآن محکم کی ۝ بیشک آپ (اللہ کے)

---

(۱) القرآن، الفرقان، ۲۵: ۳۲

(۲) القرآن، الفرقان، ۲۵: ۳۲

(۳) القرآن، الرعد، ۱۳: ۴۳

(۴) القرآن، الرعد، ۱۳: ۴۳

(۵) القرآن، یٰسٓ، ۳۶: ۱، ۲، ۳

پیغمبروں میں سے ہیںo‘‘

۸۔ حضورﷺ کی بعثتِ مبارکہ پر کفار نے اعتراض کیا:

اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا o(۱)

’’کیا اللہ نے (ایک) انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے o‘‘

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا:

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا o (۲)

’’فرما دیجئے: اگر زمین میں (انسانوں کی بجائے) فرشتے چلتے پھرتے سکونت پذیر ہوتے تو یقیناً ہم (بھی) ان پر آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر اتارتےo‘‘

۹۔ کفار نے حضورﷺ کی بشریت پر طنزاً کہا:

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ oؕ(۳)

’’یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہےo‘‘

اس پر اللہ تعالیٰ کا جواب اترا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ o(۴)

’’اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں سب کے سب (انسان تھے

(۱) القرآن، الاسراء، ۱۷:۹۴

(۲) القرآن، الإسراء، ۱۷:۹۵

(۳) القرآن، الفرقان، ۲۵:۷

(۴) القرآن، الفرقان، ۲۵:۲۰

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

www.MinhajBooks.com

انسانوں کی طرح) کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھےo‘‘

۱۰۔ کفار نے حضور ﷺ کے منصب نبوت و رسالت پر فائز کئے جانے پر اعتراض کرتے ہوئے کہا:

لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍo(۱)

’’یہ قرآن ان دونوں بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ ہواo (مکہ اور طائف کے بڑے بڑے سرداروں کو چھوڑ کر ایسے شخص کا کیوں انتخاب کیا گیا جس کو مال و دولت کچھ حاصل نہیں)o‘‘

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے اعتراض کا یوں جواب دیا گیا:

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ط نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ط وَ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَo(۲)

’’کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمتِ (خاص یعنی نبوت) کو بانٹنا چاہتے ہیں (حالانکہ ہم نے ان کو رحمت عام یعنی دنیاوی روزی کی تقسیم کا بھی حق نہیں دیا کیونکہ) دنیاوی زندگی میں ان کی روزی ہم (خود) تقسیم کرتے ہیں اور بعض (لوگوں) کے درجے بعض پر بلند کرتے ہیں تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے (اور دنیا کا انتظام چلتا رہے) اور آپ کے رب کی رحمت (یعنی نبوت) ان کے مال و دولت سے کہیں بہتر ہے جس کو یہ جمع کرتے رہتے ہیںo‘‘

۱۱۔ کفار نے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے عقیدہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا:

---

(۱) القرآن، الزخرف، ۴۳:۳۱

(۲) القرآن، الزخرف، ۴۳:۳۲

هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ○

’’کیا ہم تم کو ایک (ایسا) آدمی بتائیں جو تمہیں (یہ) خبر دیتا ہے کہ جب تم (مرکر) بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو پھر نئے سرے سے پیدا ہو گے o‘‘

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس ہرزہ سرائی کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اَفْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ط بَلِ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِی الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ ○(۱)

’’(ان کا کہنا ہے کہ یا تو) اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے یا اسے جنون ہے (درحقیقت کفار خود جھوٹے ہیں) بات یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ آفت میں (مبتلا) ہیں اور گمراہی میں بہت دور جا پڑے ہیںo‘‘

ہم دیکھتے ہیں کہ قرآنِ حکیم میں کسی مقام پر بھی کفار و مشرکین کی یاوہ گوئیوں اور ہرزہ سرائیوں کا جواب ہمارے آقا و مولا حضور سرورِ کائنات ﷺ نے اپنی زبانِ حق ترجمان سے نہیں دیا بلکہ اللہ جل مجدہٗ خود ان معاندینِ حق کی اِفترا پردرازیوں اور کذب بیانیوں کا رد فرماتا رہا۔

۱۲۔ ایک دفعہ حضور ﷺ مسجد حرام سے نکل رہے تھے کہ بابِ بنی سہم میں ایک دشمنِ اسلام عاص بن وائل سہمی کچھ دیر آپ ﷺ سے الجھتا رہا۔ جب وہ حرم میں داخل ہو گیا تو بعض زعمائے قریش نے اس سے پوچھا: عاص بن وائل! کس سے باتیں کر رہے تھے؟ اس پر وہ گستاخ بولا: اسی ابتر (بے نسل) سے۔ اس کا اِشارہ حضور ﷺ کی طرف تھا جن کا صاحبزادہ جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھا، تھوڑا عرصہ پہلے انتقال فرما چکا تھا۔ اس بدبخت نے آپ ﷺ کو یہ طعنہ دیا کہ اب زندگی بھر آپ ﷺ کا نام لینے والا کوئی نہیں رہا۔ اس بد باطن کی زبان درازی اور طعن آمیز گفتگو کا خود خالقِ کائنات نے جواب

(۱) القرآن، السبا، ۳۴: ۷، ۸

دیا اور سورۂ کوثر میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ ○(۱)

’’بیشک آپ کا دشمن ہی بے نسل اور بے نام و نشان ہوگا○‘‘

۱۳۔ اِسی طرح ایک بار کئی دن تک سلسلۂ وحی منقطع رہا تو کفار نے بے پر کی اڑا دی کہ خدا نے (معاذ اللہ) آپ ﷺ کو چھوڑ دیا ہے۔ اس پر یہ فرمان خدا وندی نازل ہوا:

وَ الضُّحٰی○ وَ الَّیۡلِ اِذَا سَجٰی○ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلٰی○(۲)

’’قسم ہے چاشت کے وقت کی (جب آفتاب بلند ہوکر اپنا نور پھیلاتا ہے)○ اور قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے○ آپ کے رب نے (جب سے آپ کو منتخب فرمایا ہے) آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی (جب سے آپ کو محبوب بنایا ہے) ناراض ہوا ہے○‘‘

۱۴۔ جب منافقین نے اپنے خبثِ باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضور ﷺ کی زوجۂ مطہرہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی برأت میں یہ آیات نازل فرمائیں:

اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَةٌ مِّنۡکُمۡ ط لَا تَحۡسَبُوۡهُ شَرًّا لَّکُمۡ ط بَلۡ هُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ط لِکُلِّ امۡرِیٴٍ مِّنۡهُمۡ مَّا اکۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ وَ الَّذِیۡ تَوَلّٰی کِبۡرَهٗ مِنۡهُمۡ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ○ لَوۡلَآ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِهِمۡ خَیۡرًا وَّ قَالُوۡا هٰذَآ اِفۡکٌ مُّبِیۡنٌ○ لَوۡلَا جَآءُوۡ عَلَیۡهِ بِاَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذۡ لَمۡ یَاۡتُوۡا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِکَ عِنۡدَ اللّٰهِ هُمُ الۡکٰذِبُوۡنَ○ وَلَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَیۡکُمۡ

---

(۱) القرآن، الکوثر، ۱۰۸:۳

(۲) القرآن، الضحیٰ، ۹۳:۱۔۳

وَرَحۡمَتُهٗ فِي الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمۡ فِيۡ مَاۤ اَفَضۡتُمۡ فِيۡهِ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ۝ اِذۡ تَلَقَّوۡنَهٗ بِاَلۡسِنَتِكُمۡ وَ تَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاهِكُمۡ مَّا لَيۡسَ لَكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ وَّ تَحۡسَبُوۡنَهٗ هَيِّنًا وَّ هُوَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمٌ ۝ وَلَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ قُلۡتُمۡ مَّا يَكُوۡنُ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبۡحٰنَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنۡ تَعُوۡدُوۡا لِمِثۡلِهٖۤ اَبَدًا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۝ (۱)

’’بیشک جن لوگوں نے (عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ پر) بہتان لگایا (وہ بھی) تم ہی میں سے ایک جماعت ہے، تم اس (بہتان کے واقعہ) کو اپنے حق میں برا مت سمجھو بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر (ہو گیا) ہے (کیونکہ تمہیں اسی حوالہ سے احکام شریعت مل گئے اور عائشہ صدیقہ کی پاکدامنی کا گواہ خود اللہ بن گیا جس سے تمہیں ان کی شان کا پتہ چل گیا)، ان میں سے ہر ایک کے لیے اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس نے کمایا اور ان میں سے جس نے اس (بہتان) میں سب سے زیادہ حصہ لیا اس کے لیے زبردست عذاب ہے ۝ ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اس (بہتان) کو سنا تھا تو مومن مرد اور مومن عورتیں اپنوں کے بارے نیک گمان کر لیتے اور (یہ) کہہ دیتے کہ یہ کھلا (جھوٹ پر مبنی) بہتان ہے ۝ یہ (افترا پرداز لوگ) اس (طوفان) پر چار گواہ کیوں نہ لائے پھر جب وہ گواہ نہیں لا سکے تو یہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں ۝ اور اگر تم پر دنیا و آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس (تہمت کے) چرچے میں تم پڑ گئے ہو اس پر تمہیں زبردست عذاب پہنچتا ۝ جب تم اس (بات) کو (ایک دوسرے سے سن کر) اپنی زبانوں پر لاتے رہے اور اپنے منہ سے وہ کچھ کہتے رہے جس کا (خود) تمہیں کوئی علم نہ تھا اور اس (چرچے) کو معمولی بات خیال کر رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے حضور بہت بڑی (جسارت ہو رہی تھی) ۝

(۱) النور، ۲۴: ۱۱۔ ۱۷

اور جب تم نے یہ (بہتان) سنا تھا تو تم نے (اسی وقت) یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمارے لیے یہ (جائز ہی) نہیں کہ ہم اسے زبان پر لے آئیں (بلکہ تم یہ کہتے کہ اے اللہ! تو پاک ہے (اس بات سے کہ ایسی عورت کو اپنے حبیب مکرم ﷺ کی زوجہ بنا دے)، یہ بہت بڑا بہتان ہے○ اللہ تم کو نصیحت فرماتا ہے کہ پھر کبھی بھی ایسی بات (عمر بھر) نہ کرنا اگر تم اہلِ ایمان ہو○‘‘

۱۵۔ حارث بن قیس سہمی جو کہ عنطلہ سے منسوب مجہول النسب تھا اور اس کا نسب اس کی ماں کی طرف کیا جاتا تھا، یعنی وہ حرامی تھا۔ وہ مشرک پتھر کے بتوں کی پرستش کرتا۔ کبھی ایک پتھر کو پکڑتا اور جب اس سے زیادہ خوبصورت پتھر کو دیکھتا تو اس کی عبادت کرنے لگتا۔ وہ اپنے بت پرست ساتھیوں کے سامنے لاف زنی کرتا اور حضور ﷺ کی شان میں زبان درازی کرتے ہوئے کہتا: محمد (ﷺ) نے اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو دھوکا دے رکھا ہے کہ ہم مرنے کے بعد بھی زندہ رہیں گے، جبکہ محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کے مقابلے میں بخدا ہمیں حیاتِ ابدی نصیب ہو گی یہاں تک کہ ہم پر کئی زمانے گزر جائیں گے۔ اس کی مذمت میں یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں:

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ○ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ○ (۱)

’’کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے، تو کیا آپ اس پر نگہبان بنیں گے○ کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ (نہیں،) وہ تو چوپایوں کے مانند (ہو چکے) ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ ہیں○‘‘

اُس کی اِہانتِ رسول ﷺ نے اسے وہ روزِ بد دکھایا کہ اس نے مچھلی کھائی اور

(۱) القرآن، الفرقان، ۲۵: ۴۳، ۴۴

اس کی پیاس اتنی بڑھ گئی کہ پیٹ بھر کر پانی پیتا تھا مگر پیاس پھر بھی نہ بجھتی تھی، یہاں تک کہ پانی پیتے پیتے اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کو ذبح کر دیا گیا تھا۔ بعضوں نے یہ بھی کہا کہ اس کا سر پیپ سے بھر گیا، جس کے زہر سے اس کی موت واقع ہو گئی۔(۱)

۱۶۔ شیخین اور ابن اسحاق نے حضرت خباب بن الارت کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے: وہ فرماتے ہیں کہ میں لوہار تھا اور میں نے عاصی بن وائل کے کہنے پر تلواریں اور بعض روایات کے مطابق ایک تلوار بنائی اور اس کی قیمت کا تقاضا کیا تو وہ گستاخِ رسول کہنے لگا کہ میں اس وقت تک قیمت ادا نہیں کروں گا جب تک تم محمد (ﷺ) کی تکفیر نہیں کرتے۔ میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور اس بدباطن سے کہا کہ میں یقیناً اُن (محمد ﷺ) کی تکفیر نہیں کروں گا حتی کہ اللہ تعالیٰ تجھے مارے اور پھر سے زندہ کر دے۔ وہ کہنے لگا کہ کیا میں مروں گا اور پھر زندہ کیا جاؤں گا؟ میں نے کہا: کیوں نہیں۔ اس نے طنزاً کہا: مجھے مرنے اور دوبارہ زندہ ہونے تک چھوڑ دو، اس کے بعد جب مجھے مال و اولاد دیئے جائیں گے تب میں تمہاری قیمت ادا کر دوں گا، اور اس نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی اور کہا کہ تیرا صاحب (محمد ﷺ) نہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے زیادہ عظمت والا ہے اور نہ اللہ کا رسول ہے۔ اس پر اللہ رب العزت کی طرف سے یہ آیات نازل ہوئیں:

اَفَرَءَ يْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا○ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا○ كَلَّاط سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا○ وَّ نَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَ يَاْتِيْنَا فَرْدًا○(۲)

’’کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور کہنے لگا: مجھے (قیامت کے روز بھی اسی طرح) مال و اولاد ضرور دیئے جائیں گے○ وہ غیب پر مطلع ہے یا اس نے خدائے رحمٰن سے (کوئی) عہد لے رکھا ہے○

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۴۶۱

(۲) القرآن، مریم، ۱۹: ۷۷۔۸۰

ہرگز نہیں! اب ہم وہ سب کچھ لکھتے رہیں گے جو وہ کہتا ہے اور اس کے لئے عذاب (پر عذاب) خوب بڑھاتے چلے جائیں گےo اور (مرنے کے بعد) جو یہ کہہ رہا ہے اس کے ہم ہی وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا۔‘‘

بلاذری نے نقل کیا ہے کہ ایک دن وہ اپنے سفید خچر پر سوار ایک گھاٹی میں اترا اور اپنا خچر دیوار کے ساتھ باندھ دیا۔ وہ ایسا کر رہا تھا کہ اس کے پاؤں میں کانٹا چبھا جس سے اس کے پاؤں میں اتنی سوجن ہوئی کہ وہ پھول کر اونٹ کی گردن کی طرح ہو گیا اور اسی سوجن سے ہلاک ہو گیا۔(۱)

۱۷۔ اعلانِ بعثت کے بعد کچھ عرصہ تک دعوتِ دین کا کام خفیہ طور پر ہوتا رہا اور صرف چند افراد، جن میں حضور ﷺ کی زوجۂ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ کے نوعمر چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ شامل تھے، حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ پھر اللہ رب العزت کی طرف سے جب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی:

وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَo(۲)

’’آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئےo‘‘

تو اس حکمِ الٰہی کی تعمیل میں آپ ﷺ نے اپنے اعزہ و اقربا کو کوہ صفا کے دامن میں جمع ہونے کی دعوت دی۔ اس پکار کو سنتے ہی اہل قریش کے چیدہ چیدہ افراد آپ کا پیغام سننے کے لئے موجود ہوئے۔ حضور ﷺ پہاڑ پر کھڑے ہو کر تمام لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

’’اگر میں تمہیں اس بات سے متنبہ کروں کہ پہاڑ کے عقب میں دشمن کا ایک لشکرِ جرار تم پر حملہ کرنے کے لئے تیار کھڑا ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کر لو گے؟ سب بیک زبان پکار اٹھے: کیوں نہیں! ہم نے آپ کی زبان سے آج تک سوائے سچ کے اور

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۴۶۲

(۲) القرآن، الشعراء، ۲۶: ۲۱۴

کچھ نہیں سنا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں آگاہ اور خبردار کرتا ہوں کہ اگر تم کفر اور شرک کی روش سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب تمہیں اپنی گرفت میں لے لے گا اور تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ یہ سن کر حضور ﷺ کا حقیقی چچا ابو لہب واہی تباہی بکنے لگا اور آپ کی طرف اشارہ کرکے کہا:

تباً لک! ألھٰذا جمعتنا؟(۱)

''تو برباد ہو جائے، (نعوذ باللہ!) کیا تو نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا؟''

رب ذوالجلال کو اپنے حبیب ﷺ کے ساتھ ابولہب کا گستاخانہ اندازِ گفتگو نہایت ناگوار گزرا اور اس کے جواب میں آپ ﷺ پر ایک پوری سورۃ اتار کر اپنے شدید غیض و غضب کا اظہار یوں فرمایا:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ○ مَا اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ○ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ○(۲)

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ و برباد ہو جائے (اس نے ہمارے حبیب پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی ہے)○ اسے اس کے (موروثی) مال نے کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور نہ ہی اس کی کمائی نے ○ عنقریب وہ شعلوں والی آگ میں پڑ جائے گا○''

غزوہ بدر کے اختتام کے فوراً بعد وہ انتقامِ الٰہی کی گرفت میں آ گیا۔ اسے ایک ایسی پھنسی نکل آئی جسے اہل عرب بہت منحوس سمجھتے اور اس کو متعدی جان کر ایسے مریض

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۹۰۲، ۱۹۰۳، کتاب تفسیر القرآن، رقم: ۴۵۲۳
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۹۳، کتاب الإیمان، رقم: ۲۰۸
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۵۱، ابواب تفسیر القرآن، رقم: ۳۳۶۳
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۸۱، رقم: ۲۵۴۴

(۲) القرآن، اللھب، ۱۱۱: ۱۔۳

کے قریب بھی نہ پھٹکتے۔ چنانچہ ابولہب کے بیٹوں نے بھی اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیا۔ وہ کئی روز اذیت اور درد سے تڑپتا رہا اور بے بسی کی موت مر گیا، تین دن تک اس کی لاش بے گور و کفن پڑی رہی لیکن کسی نے اس کو دفن کرنے کی زحمت بھی گوارا نہ کی۔ اس کی لاش پھٹ گئی اور اس سے بدبو اٹھنے لگی۔ بدنامی کے خوف سے اس کے بیٹوں نے اس کی لاش کو ایک گڑھے میں دھکیل دیا اور اسے پتھروں سے ڈھانپ دیا۔ (۱)

۱۸۔ ابولہب کی بیوی کا نام اَروہ اور کنیت اُمِ جمیل تھی۔ وہ حضور ﷺ کی دشمنی میں اپنے لعین شوہر سے بھی آگے بڑھی ہوئی تھی۔ اُس بدبخت عورت کا معمول تھا کہ جنگل سے خاردار جھاڑیاں اٹھا کر لاتی اور رات کی تاریکی میں اس راستے پر بچھا دیتی جہاں سے آپ ﷺ کا گزر ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس کی مذمت فرمائی اور کڑے عذاب کی وعید سنائی:

وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَب ○ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ○ (۲)

”اور اس کی (خبیث) عورت (بھی) جو (کانٹے دار) لکڑیوں کا بوجھ (سر پر) اٹھائے پھرتی ہے (اور ہمارے حبیب کے تلووں کو زخمی کرنے کے لئے رات کو ان کی راہوں میں بچھا دیتی ہے) اس کی گردن میں کھجور کی چھال کا (وہی) رسہ ہوگا (جس سے کانٹوں کا گٹھا باندھتی ہے) ○“

۱۹۔ گستاخانِ رسول ﷺ میں ولید بن مغیرہ کا نام بھی سرِفہرست ہے اس کی زبان درازیاں اور اہانت پردازیاں حد سے گزر گئیں تو اللہ رب العزت نے اس کی مذمت اور کڑی وعید کا اظہار درج ذیل آیات کریمہ میں فرمایا:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ○ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍۢ بِنَمِيْمٍ ○ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ○ عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ○ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِيْنَ ○ (۳)

---

(۱) صالحی، سبل الهدیٰ والرشاد، ۲:۴۶۳

(۲) القرآن، اللهب، ۱۱۱:۴۔۵

(۳) القرآن، القلم، ۶۸:۱۰۔۱۴

’’اور آپ کسی قسمیں کھانے والے ذلیل (جھوٹے) شخص کی باتیں نہ مانیں○ جو لوگوں کو طعنہ دیتا اور چغلی کھاتا رہتا ہے○ جو نیک کام سے لوگوں کو روکتا ہے، حد سے بڑھا ہوا بدکار ہے○ جو بدزبان ہے، اس پر طرہ یہ کہ (انہیں خصلتوں کے باعث) بدنام (ہے)○ (یہ زعم اور گھمنڈ کافر کو) اس لئے ہے کہ وہ مال و اولاد والا ہے○‘‘

قرآن حکیم نے مذکورہ آیات میں اِہانت و گستاخی کا اِرتکاب کرنے والے کی نو (۹) واضح نشانیاں اور علامات بالترتیب (۱) کُلَّ حَلَّافٍ (بہت زیادہ جھوٹی قسمیں اٹھانے والا)، (۲) مَهِيْنٍ (کمینہ و ذلیل ،عقل وفہم سے عاری)، (۳) هَمَّازٍ (بہت زیادہ طعن و تشنیع ،عیب جوئی کرنے والا)، (۴) مَشَّاءٍ م بِنَمِيْمٍ (بہت زیادہ چغلی کھانے والا)، (۵) مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ (نیکی اور بھلائی کے کاموں سے بہت زیادہ منع کرنے والا)، (۶) مُعْتَدٍ (بہت بڑا ظالم، حدِ اعتدال سے بڑھنے والا)، (۷) اَثِيْمٍ (بہت زیادہ معصیت کار و گناہگار)، (۸) عُتُلٍّ (سخت جھگڑالو اور تکرار جو)، (۹) آخر میں زَنِيْمٍ (ولد الزنا، حرام زادہ) گنوائی ہیں۔

ولید بن مغیرہ میں یہ تمام اخلاقی رذائل بدرجہ اتم موجود تھے۔ قرآن مجید نے اس دریدہ ذہنی اور ہرزہ سرائی کے جواب میں جو وہ حضور ﷺ کی شان میں کرتا رہتا تھا اُس کی ماہیت وحقیقت کو کھلے عام بیان کر دیا۔ اس بات میں امام اسماعیل حقی نے عُتبی کا یہ قول نقل کیا ہے:

لا نعلم أن اللہ تعالٰی وصف أحدا، و لا ذکر من عیوبه ما ذکر من عیوب الولید بن المغیرة، فألحق به عار إلایفارقه أبدا۔(۱)

’’ہم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی اور شخص کے اِتنے برے اوصاف بیان کئے ہوں جتنے ولید بن مغیرہ کے ذکر کئے ہیں۔ ان عیوب میں اس کے خلاف ایک ایسا عیب بھی لگایا گیا ہے جو کلنک کے ٹیکے کی طرح کبھی بھی اس سے جدا نہیں ہوسکتا۔‘‘

(۱) اسماعیل حقی، تفسیر روح البیان، ۱۰:۱۱۲

۱۶۔ بے مثال فہم و فراست

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو فہم و فراست اور ذکاوت و فطانت سے بدرجہ اتم نواز رکھا تھا جس نے آپ ﷺ کے شخصی کمالات کو اور بھی چار چاند لگا دیئے تھے۔

موجودہ معروضی حالات کے تناظر اور سائنسی ترقی اور ارتقاء کی روشنی میں جب ہم حضور ﷺ کے کارناموں پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں تو یہ بات اظہر من الشّمس دکھائی دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اندر انسانِ کامل کی تمام صلاحیتیں ودیعت کر رکھی تھیں۔

آپ ﷺ نے دس سال کے مختصر عرصہ میں جو عظیم الشان فکری و نظری، علمی و روحانی، سیاسی و اقتصادی اور سماجی وثقافتی انقلاب برپا کیا اس کے لئے صدیاں درکار تھیں۔ یہ تاریخ کا نادر الوقوع معجزہ ہے جو آپ ﷺ کے ہاتھوں سرانجام پایا۔ اس کے لئے آپ ﷺ کو کم و بیش چھوٹی بڑی ۸۳ مہمیں سر کرنا پڑیں، جن میں ۲۸ غزوات بھی شامل تھے کہ اُن میں آپ ﷺ نے ذاتی طور پر حصہ لیا جبکہ باقی ۵۵ آپ ﷺ کے نامزد کردہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سرکردگی میں کامیابی سے ہمکنار ہوئیں لیکن یہ بات طے ہے کہ تمام غزوات و سرایا کی منصوبہ بندی آپ ﷺ ہی نے فرمائی۔ ان میں کوئی مہم اپنے انجام کے اعتبار سے ناکامی سے دوچار نہیں ہوئی۔

حضور ﷺ کی مدبرانہ فہم و فراست ہر میدان میں اپنی مثال آپ تھی۔ عسکری مہمات میں آپ ﷺ نے کمال درجے کی دانشمندانہ حکمتِ عملی اور عسکری بصیرت کا مظاہرہ کیا، دشمن پر اپنی فوجی نقل و حرکت کو کبھی ظاہر نہ ہونے دیا، غیر معروف راستوں سے اپنے لشکر کو ایسے مقام پر لے گئے جو دشمن کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوتا، اپنی فوج کے پڑاؤ کا مقام بھی خود متعین کیا، سامان رسد، پانی، خوراک اور دیگر ضروریات (logistic needs) کا تعین پیش نظر رکھا اور اسلامی عساکر کی پیش قدمی اور دفاع کا نقشہ بھی خود بنایا۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عسکری امور میں عملی تربیت فرمائی اور ان کو موقع محل کی مناسبت سے مختلف میدانوں اور محاذوں پر بھیجنے کی منصوبہ بندی آپ ﷺ کی بے

پناہ فکری صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ غزوۂ بدر کی صف بندی، غزوۂ احد میں پہاڑ کو عقب میں رکھنے، غزوۂ احزاب میں خندق کھودنے اور غزوۂ خیبر کے موقع پر دشمن پر اچانک صبح سویرے ہلہ بولنے جیسے اقدامات اور غزوۂ طائف میں دبابہ اور منجنیق کا استعمال آپ ﷺ کی باکمال جنگی حکمت عملی پر دلالت کرتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے تعلیم و تربیت کے ایک مربوط نظام کے ذریعے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک ایسی جماعت تیار کی جو امورِ مملکت چلانے کی مکمل طور پر اہل تھی، ریاستِ مدینہ کے انتظام و انصرام میں ان کی کارکردگی مثالی نوعیت کی تھی۔

آپ ﷺ نے بعد میں آنے والوں کے لئے بیش بہا ذخیرۂ احادیث چھوڑا جن کا ایک ایک لفظ آپ ﷺ کی بے مثال فہم و دانش اور ذہانت و فطانت کی گواہی دیتا ہے اور ہر ہر جملہ علم و حکمت کا بے بہا گنجینہ اور دینی و دنیوی حقائق کا آئینہ دار ہے۔ یہ ذخیرہ ٔ احادیث اس قدر پرمغز اور جامع ہے کہ بڑے بڑے غیر مسلم فصحائے عرب آپ ﷺ کی بے مثال فہم و فراست پر حیرت و استعجاب سے دم بخود ہوگئے اور ان کی ایک کثیر تعداد مشرف بہ اسلام ہوگئی۔

فہم و فراستِ مصطفیٰ ﷺ کی چند تاریخی مثالیں

حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے آپ ﷺ کی بے مثال فہم و فراست کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ حجرِ اسود کی تنصیب

تصفیہ طلب مسائل کو سلجھانے اور معاملات کی تہ تک پہنچنے میں آپ ﷺ کو اوائل عمری ہی سے کمال درجے کا ملکہ حاصل تھا۔ اعلانِ نبوت سے بہت پہلے آپ ﷺ کے عنفوانِ شباب کے دور کا واقعہ ہے کہ کعبہ کی ازسرِ نو تعمیر کے دوران جب حجرِ اسود کی تنصیب کا موقع آیا تو قبائل کے سردار اس سعادت کو حاصل کرنے کی زبردست خواہش رکھتے تھے۔ اس سے باہمی آویزش کی ایسی فضا پیدا ہوگئی کہ قبائلی عصبیت اور جوش کی وجہ سے تلواریں نیام سے باہر نکل آئیں۔ قریب تھا کہ کشت و خون کی نوبت آ جاتی مگر بعض سنجیدہ

اور سمجھدار لوگوں کی مداخلت سے وہ مرحلہ وقتی طور پر ٹل گیا اور یہ طے پایا کہ کل جو شخص پہلے حرم میں داخل ہو گا اس سے اس جھگڑے کا فیصلہ کرا لیا جائے۔

اگلے دن جب حضور ﷺ سب سے پہلے حرم میں آتے دکھائی دیئے تو سب لوگ بے ساختہ پکار اٹھے: ''لو صادق اور امین محمد (ﷺ) آ گئے۔'' تمام قبائل آپ ﷺ کی ثالثی پر بے چون و چرا راضی ہو گئے۔ آپ ﷺ نے کمال تدبر و دانشمندی سے حجرِ اسود کو ایک چادر میں رکھا اور سردارانِ قوم اس کے چاروں کونے تھام کر اسے نصب کرنے کی جگہ پر لے گئے جہاں آپ ﷺ نے اسے اٹھا کر دیوار میں چن دیا۔ اس پر ہر طرف سے نعرہ ہائے تحسین بلند ہوئے اور فضا 'مرحبا صد مرحبا' کی صداؤں سے گونجنے لگی۔ آپ ﷺ کی معاملہ فہمی اور تدبر نے قبائلِ عرب کو ایک بہت بڑی خانہ جنگی سے بچا لیا اور آپ ﷺ کی دانشمندی سے ایک ایسا فیصلہ عمل میں آیا جس سے سب قبائلی سردار مطمئن ہو گئے، میان سے نکلی ہوئی تلواریں دوبارہ میان میں چلی گئیں اور امن و مفاہمت کی فضا قائم ہوگئی۔(۱)

۲۔ مواخاتِ مدینہ

مواخاتِ مدینہ بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی فہم و فراست اور عقل و دانش کا ایک فقید المثال مظاہرہ تھا۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد مہاجرین بے سروسامانی کے عالم میں مکہ میں اپنے گھر بار اور کاروبار چھوڑ آئے تھے۔ اگرچہ ان میں بعض حضرات صاحبِ ثروت اور مالدار بھی تھے، تاہم کفار و مشرکین کی نگاہوں سے چھپ کر نکلنے کی وجہ سے وہ عجلت میں اپنے ساتھ کچھ بھی نہ لا سکے تھے۔ خاندانی حمیت، ایمانی غیرت اور خودداری کی بنا پر یہ لوگ کسی کے آگے دستِ سوال دراز کرنا بھی پسند نہ کرتے تھے اور شدت سے اس امر کے خواہشمند تھے کہ ان کا معاشی مسئلہ مستقل بنیادوں پر آبرومندانہ طریقے سے حل کر دیا جائے۔ ان محروم المعیشت اور مفلوک الحال مہاجرین کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے ایک دیرپا اور مستقل آباد کاری (permanent rehabilitation) کے انتظام

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۱: ۱۹۷
۲۔ صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۴: ۱۷۱

کی ضرورت تھی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے کمالِ حکمت و دانشمندی سے ان کے درمیان بھائی چارے کا ایک ایسا مثالی نظام قائم کر دیا جسے تاریخ میں مواخاتِ مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مکان پر مسلمانوں کا ایک عظیم اجتماع ہوا جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے حکماً ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا۔(۱)

یہ بھائی چارہ محض نام کا نہ تھا بلکہ اسلامی خلوص اور للٰہیت کا آئینہ دار تھا۔ انصار نے مہاجرین کو اپنا بھائی بنا کر اور انہیں اپنے نصف مال میں شریک کر کے ایثار وقربانی کی ایک ایسی مثال پیش کی دنیا جس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

مواخاتِ مدینہ کے درج ذیل دائمی اور دیرپا اثرات دیکھنے میں آئے مثلاً:

۱۔ اس کے ذریعے حضور ﷺ نے مہاجرین و انصار کو معاشی طور پر مضبوط اور مستحکم کر دیا اور وہ خود انحصاری کی بنیاد پر جلد اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔

۲۔ کفار ومشرکین جو یہ توقع کر رہے تھے کہ ہجرت کے بعد مہاجرین کا معاشی مستقبل مخدوش اور غیر محفوظ ہو جائے گا ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔

۳۔ مواخات مدینہ کے بعد مسلمانوں نے اپنے آپ کو دفاعی حیثیت سے مضبوط اور منظّم بنا لیا۔ غزوۂ بدر میں کفار ومشرکین کے خلاف انہیں شاندار کامیابی نصیب

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۳۶، ابواب المناقب، رقم:۳۷۲۰
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۳:۳۳۶، رقم:۵۵۸۰
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۶:۲۶، رقم:۵۴۰۴
۴۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۳:۳۸
۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۲۳۸
۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳:۲۲۶
۷۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۷:۲۱۰
۸۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲:۳۶۴
۹۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲:۲۷۰۔۲۹۲

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

ہوئی اور عالمِ کفر کو منہ کی کھانی پڑی۔

۴۔ اسلامی ثقافت کو مربوط مجلسی اور معاشرتی اقدار کی بنیاد فراہم ہوگئی۔

۵۔ اعتماد و احترام کی ایسی فضا پیدا ہوئی جس سے باہمی روابط کو استحکام نصیب ہوا۔

۶۔ نوزائیدہ ریاست مدینہ کے خزانے کو ہر قسم کے معاشی دباؤ سے محفوظ کر دیا گیا۔

۷۔ فکری اور نظری رشتے خون کے رشتوں سے زیادہ پائیدار ثابت ہوئے۔

۸۔ اسلامی تشخص کی اکائی مکمل طور پر صورت پذیر ہوئی۔

۳۔ میثاقِ مدینہ

ہجرت کے بعد حضور ﷺ نے اپنی مثالی فہم و فراست کو بروئے کار لاتے ہوئے اہلِ مدینہ کے مابین ایک تحریری معاہدہ ''میثاق مدینہ'' کے عنوان سے قائم کر دیا۔ اس معاہدے نے مدینہ کے دفاع کو ناقابل تسخیر بنانے میں تاریخی کردار ادا کیا۔ اس سے امن عامہ بحال کرنے میں بہت مدد ملی۔ میثاق مدینہ نے مختلف تہذیبوں کے اختلاط و اشتراک کے لئے ایک قانونی بنیاد فراہم کر دی۔(۱)

میثاقِ مدینہ کے اَثرات

دنیا کے پہلے تحریری دستور ''میثاق مدینہ'' کے تحت نہ صرف مدینہ میں موجود تمام طبقات ایک سیاسی وحدت میں بدل گئے اور وہاں کافی عرصے سے رائج سیاسی نزاع' سیاسی استحکام میں بدل گیا بلکہ تحریک اسلام کے حوالے سے بھی میثاق مدینہ کے دیرپا اثرات مرتب ہوئے۔ جو تحریک اسلام کے فروغ اور سرزمین عرب میں کفر و شرک کے خاتمے پر منتج ہوئے:

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا تشخص صرف دعوتی یا تبلیغی ہی نہ رہا بلکہ آپ ﷺ کو سربراہ مملکت تسلیم کرلیا گیا۔ اسی طرح اس دستور کے تحت سیاسی، سماجی، عسکری اور قانونی و عدالتی اختیارات کا مرکز آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کو تسلیم کرلیا گیا۔

۲۔ مدینہ میں پہلی مرتبہ ایک باقاعدہ منظّم ریاست وجود میں آئی اور اسے ایک مضبوط

(۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۳:۳۲

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

آئینی و دستوری اساس فراہم کر دی گئی جسے داخلی یا خارجی دشمنوں کی کوئی بھی سازش متزلزل نہ کر سکی۔

۳۔ اسلام کو ایک مذہبی تحریک سے ماسوا مدینہ میں مختلف طبقات کی موجودگی کے باوُجود ایک سیاسی قوت بھی تسلیم کرلیا گیا۔

۴۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سیاسی حیثیت کے اعتراف نے مدینہ وگرد ونواح میں اسلام کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

۵۔ یہ معاہدہ تحریک اسلام کی تاریخ میں ایک بہت بڑی پیش قدمی تھا۔ جس سے اسلام کو بے شمار علاقائی، سماجی، سیاسی اور مذہبی اکائیوں میں ایک نمایاں حیثیت مل گئی اسلام ایک مذہبی و دعوتی تحریک سے بلند ہوکر اس دور کی باقاعدہ سیاسی حکومتوں اور سلطنتوں کی سطح پر آ گیا۔

۶۔ مسلمان مکہ سے مدینہ میں نووارد تھے، جہاں کے مختلف سیاسی، سماجی اور معاشرتی حالات میں قدم جمانے کے لئے مسلمانوں کو پر امن فضا درکار تھی۔ اگرچہ اب وہ کفار مکہ کی ستم آرائیوں سے محفوظ و مامون ہوچکے تھے مگر وہ اس حقیقت سے بھی غافل نہ تھے کہ کفار مکہ مسلسل ان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ میثاق مدینہ کے تحت یہود اور مشرک قبائل ان کے حلیف بن گئے اور ریاست مدینہ کے دفاع کی ذمہ داری کو سب نے مشترکہ طور پر قبول کرلیا۔ اگر میثاق مدینہ کے ذریعے مسلمانوں نے اپنی دفاعی حکمت عملی کو ٹھوس اور محفوظ بنیادوں پر استوار نہ کر لیا ہوتا تو کفار کی مدینہ کی طرف پیش قدمی کی صورت میں مسلمان اتنا موثر ردعمل نہ ظاہر کرسکتے اور اپنے دفاع میں انہیں کہیں زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔

۷۔ میثاق مدینہ نے دفاعی معاہدہ ہونے کے ناطے ریاست مدینہ کے لئے ایک حفاظتی حصار کا کام کیا۔ اس کے علاوہ گرد ونواح کے قبائل پر مسلمانوں کی فوقیت اور برتری کی دھاک بیٹھ گئی کیونکہ مدینہ طیبہ میں یہود نے جوکہ غیر معمولی اثر و رسوخ کے حامل تھے آپ ﷺ کی سیاسی حاکمیت اور اقتدار کو تسلیم کرلیا تھا۔ اگرچہ قبل ازیں اسلام کو ایک نیا مذہب سمجھ کر اتنی اہمیت نہیں دی جاتی تھی مگر اس نمایاں سیاسی پیش

رفت کے بعد گردونواح کے قبائل نے بھی اسلام کا دست و باز بننا شروع کر دیا۔

۸۔ میثاقِ مدینہ میں تمام ریاستی طبقات کے ساتھ برداشت، بقائے باہمی اور احترام و وقار کا سلوک روا رکھنے پر آپ ﷺ کی صلح جوُ، اعلیٰ ظرف اور معتدل مزاج قیادت کا تصور ابھرا۔ اس طرح مخالفین نے آپ ﷺ کے خلاف جو غلط فہمیاں پھیلا رکھی تھیں وہ چھٹنے لگیں۔ عوام الناس کو آپ ﷺ کے قریب آنے کا موقع ملا اور اس طرح تحریک اسلام کے فروغ کا باعث بنا۔

۹۔ میثاقِ مدینہ کے تحت ریاستِ مدینہ میں ایک عادلانہ اور منصفانہ معاشرے کا قیام ممکن ہوا۔ اس سے قبل مذہبی اور سماجی اختلافات و تضادات کے باعث ہر قبیلہ اپنے اپنے رسوم و رواج کے تحت مقدمات کا فیصلہ کرتا تھا۔ میثاق مدینہ کے تحت پہلی مرتبہ یہاں ایک مرکزی عدالتی نظام وجود میں آیا۔ جس کے تحت آخری اعلیٰ ترین عدالتی اتھارٹی حضور نبی اکرم ﷺ کو تسلیم کیا گیا۔ اگرچہ میثاق مدینہ کے تحت لوکل لاء کا احترام بھی محفوظ رکھا گیا مگر ایک مرکزی عدالتی نظام کے قیام سے باہمی تضادات اور قانونی انتشار کا خاتمہ ہو گیا۔

۱۰۔ میثاق مدینہ کی کثیر الجہاتی افادیت ہی کا نتیجہ تھا کہ اسلام کی قوت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ ہجرت کے وقت مہاجر و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ۴۰۰ تھی۔ صلح حدیبیہ کے وقت یعنی ۶ ہجری میں یہ تعداد ۱۴۰۰ ہو گئی جبکہ فتح مکہ کے وقت مسلمانوں کا لشکر ۱۰،۰۰۰ افراد پر مشتمل تھا۔ طائف کے محاصرے میں ۱۲،۰۰۰ مسلمان شریک تھے اور ہجرت کے صرف ۱۰ سال بعد حجۃ الوداع کے تاریخی موقع پر موجود مسلمانوں کی تعداد سوا لاکھ کے قریب تھی۔ ۱۰ سال کے قلیل عرصے میں سرزمین عرب کے وسیع و عریض حصہ اور کثیر تعداد افراد کو اسلام کا حصہ بنا دینا آپ ﷺ کی بے مثال بصیرت اور موثر و نتیجہ خیز حکمت عملی کا نتیجہ تھا، جس میں میثاقِ مدینہ کو ایک اساسی سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔

۴۔ دشمن کی تعداد معلوم کرنے کا حیرت انگیز طریقہ

آپ ﷺ نے غزوہ بدر کے موقع پر دشمن کی تعداد کا پتہ چلانے کے لئے حیرت انگیز طریقے سے کام لیا۔ آپ ﷺ کی خدمت میں دشمن کے لشکر کو پانی پلانے والا (سقہ) پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس سے دشمن کی تعداد کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح ہوتے ہیں۔ اس نے کہا: ایک دن دس اور دوسرے دن نو۔ اس پر آپ ﷺ نے حساب لگایا کہ دُشمن کی تعداد نو سو اور ہزار کے درمیان ہے۔ (۱)

۵۔ غزوۂ اُحد میں حضور ﷺ کی دفاعی حکمتِ عملی

غزوۂ اُحد کے موقع پر حضور ﷺ نے دفاعی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے اپنی پشت کی طرف احد پہاڑ کی جانب سے ممکنہ خطرے کے پیش نظر ۵۰ تیر اندازوں کا ایک دستہ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مقرر فرما دیا اور انہیں یہ حکم دیا:

إن رأيتمونا تتخطفنا الطير، فلا تبرحوا من مكانكم هذا حتى أرسل إليكم۔ (۲)

''اگر تم یہ بھی دیکھو کہ ہمیں پرندے اچک رہے ہیں تب بھی تم یہ جگہ نہ چھوڑنا تاآنکہ میں تمہیں خود بلاؤں۔''

ایک دوسری روایت کے مطابق جس کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

و إن رأيتمونا نقتل فلا تنصرونا فان رأيتمونا قد غنمنا فلا

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۱۵
۲۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۳: ۴۲

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۱۰۵، کتاب الجہاد، رقم: ۲۸۷۴
۲۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۵۱، کتاب الجہاد، رقم: ۲۶۶۲
۳۔ احمد، المسند، ۴: ۲۹۳

تشریک ہونا۔(۱)

’’اگر تم ہمیں شہید ہوتے ہوئے بھی دیکھو تو ہماری مدد کو نہ آنا اور اگر تم ہمیں مالِ غنیمت حاصل کرتے ہوئے دیکھو تو بھی ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا۔‘‘

آپ ﷺ کا یہ حکم آپ ﷺ کی دفاعی بصیرت اور عسکری حکمت عملی کا مظہر تھا۔ جب تک یہ تیرانداز اپنی جگہ پر موجود رہے، لشکرِ کفار کو عقب سے حملہ آور ہونے کی جرأت نہ ہوئی مگر جونہی اُنہوں نے حضور ﷺ کے حکم کو مکمل طور پر نہ سمجھنے کے باعث اس جگہ کو چھوڑا، جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ دُشمن نے موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس درے سے ہلہ بول دیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو کافی جانی نقصان اُٹھانا پڑا۔

غزوۂ اُحد ہی میں آپ ﷺ کی دانشمندانہ حکمت عملی کی دوسری مثال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا اور باوجود اس کے کہ ان پر تکان کے آثار نمایاں تھے اور اُنہیں دشمن کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعاقب کیا مگر دشمن دُور نکل چکا تھا، حضور ﷺ کی اس حکمت عملی سے نہ صرف مجاہدین کا حوصلہ (morale) بلند ہوا بلکہ دشمن اس قدر نفسیاتی دباؤ کا شکار ہوا کہ اسے دوبارہ حملہ آور ہونے کی ہمت نہ ہوتی۔

۶۔ خندق کی تجویز قبول کرنا

غزوۂ خندق کے موقع پر مدینہ منورہ کی حفاظت کے لئے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کی تجویز پیش کی تو آپ ﷺ نے اُسے قبول کر لیا اور دس دس گز زمین کے یونٹ بنا کر لوگوں کو اس انتہائی مشکل اور صبر آزما کام پر مامور کر دیا اور خود بنفسِ نفیس بھی اس مہم میں شریک ہو گئے۔ اِس دوران میں آپ ﷺ کے اعلیٰ کردار اور ایثار و بے نفسی کی یہ قابلِ تقلید مثال دیکھنے میں آئی کہ خندق کی کھدائی کے دوران آپ

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۳۲۴، رقم: ۳۱۶۳

۲۔ احمد، المسند، ۱: ۲۸۷، رقم: ۲۶۰۹

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۳۰۱، رقم: ۱۰۷۳۱

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۴۰

ﷺ کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے جبکہ آپ ﷺ کے ساتھیوں نے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھا ہوا تھا۔(۱)

یہ فقر و فاقہ اور عسرت کے ایام تھے اور موسم بھی انتہائی شدید اور حوصلہ شکن تھا مگر آپ ﷺ نے ایک لاکھ دُشمن کی طاقت کو جس جرأت و پامردی اور شجاعت سے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا وہ آپ ﷺ کی جنگی بصیرت، معاملہ فہمی اور فراست کا منہ بولتا ثبوت ہے

۷۔ صلح حدیبیہ

حضور ﷺ کی فہم و فراست اور بصیرت کا ایک بین ثبوت صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہے۔ ٦ ہجری میں ۱۵۰۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ ﷺ جنگی ہتھیاروں کے بغیر عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن جب آپ ﷺ حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ کو مشرکینِ مکہ کے ناپاک عزائم کا علم ہوگیا۔آپ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ بھیجا اور خود حدیبیہ کے مقام پر ہی قیام فرمایا۔ جنگ سے بچنے کے لئے کفارِ مکہ سے مذاکرات ہوئے اور ایک صلح نامہ تحریر کیا گیا جسے 'صلح حدیبیہ' کے نام سے جانا جاتا ہے، بظاہر یہ صلح نامہ مسلمانوں کے حق میں نہ تھا اور یوں لگتا تھا کہ یہ دباؤ کے تحت ہوا ہے۔ اس معاہدے کا ایک فوری ردِعمل مکی مسلمان حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو پابہ زنجیر لے جانے کی صورت میں ظاہر ہوا جس نے مسلمانوں کے جذبات مشتعل کر دیئے۔لیکن بظاہر مسلمانوں کے حق میں نہ ہونے کے باوجود قرآن کی رو سے یہ 'فتح مبین' کا آغاز تھا۔صلح حدیبیہ میں سخت شرائط کے تحت مخالفین سے صلح کر لینا اور ایک امکانی جنگ کو ٹال دینا آپ ﷺ کی کامیاب سیاسی حکمتِ عملی تھی۔اس کے نتیجے میں بہت سارے لوگ خونریزی سے بچ گئے، مستقبل قریب میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے راہیں کھلتی چلی گئیں اور انجام کار آخری فتح یعنی فتح مکہ کی منزل قریب سے قریب تر ہوگئی۔(۲)

---

(۱) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۴:۱۰۰

(۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲:۹۵

صلح حدیبیہ کا ایک اور فائدہ یہ ہوا کہ اس سے صورتحال کو سنبھالا مل گیا۔ اِن نازک لمحات میں جب مسلمانوں کی افرادی قوت دشمن سے کم تھی اور اہلِ اسلام کے سر پر دو محاذوں پر جنگ کا شدید خطرہ منڈلا رہا تھا: ایک کفارِ مکہ کی طرف سے، دوسرا خیبر کے یہودیوں کی طرف سے۔ اس سنگین صورتحال میں جب بڑے بڑے اپنے اوسان خطا کر بیٹھتے ہیں اور اپنی تمام بصیرت اور معاملہ فہمی کے باوجود کوئی عقدہ حل نہیں کر سکتے برموقع ایسی حکمتِ عملی اختیار کرنا جس سے پیدا ہونے والی نازک صورتِ حال پر قابو پایا جاسکے حضور ﷺ کی فہم و فراست کا بین ثبوت ہے۔

۸۔ فتح مکہ

رمضان المبارک ۸ ہجری میں فتح مکہ کا معرکہ بغیر قتال سر کر لینا حضور ﷺ کی بصیرت کا وہ شاہکار ہے جس کی کوئی نظیر کسی جنگی تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ ﷺ نے موقع کے پیشِ نظر درج ذیل حکمتِ عملی اختیار فرمائی:

۱۔ آپ ﷺ نے عشاء کے وقت رات کی تاریکی میں دشمن پر عددی برتری کا نفسیاتی رعب طاری کرنے کے لئے دس (۱۰،۰۰۰) مجاہدین کے خیموں کے اردگرد آگ جلانے کا حکم دیا، اس سے مشرکینِ مکہ پر اتنی ہیبت طاری ہوگئی کہ وہ بغیر لڑے ہتھیار ڈالنے پر تیار ہوگئے۔

۲۔ دشمن کو کمزور اور پست حوصلہ (demoralize) کرنے کے لئے انہیں گھر میں محصور ہونے کی صورت میں امان دی گئی اور عام امن و امان (general amnesty) کا اعلان کر دیا گیا۔

۳۔ لشکرِ اسلام کے سپہ سالاروں کو مختلف سمتوں سے شہرِ مکہ میں داخل ہونے کا حکم ملا جیسا کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو اپنے لشکر کے ساتھ شمال کی طرف سے، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو شمال مغرب سے، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مغربی سمت سے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جنوبی سمت سے داخل ہونے کے احکام دیئے گئے۔ خود حضور نبی اکرم ﷺ مقام اذاخر سے مکہ میں داخل ہوئے۔ مختلف راستوں

سے داخل ہونے کا مقصد نفسیاتی طور پر دشمن کو پست حوصلہ کرنا تھا۔(۱)

۹۔ ایک شبہ کا ازالہ

حضور ﷺ کی فہم و بصیرت کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ بنی غزارہ کا ایک شخص آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اپنی اہلیہ کی کردارکشی کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میری بیوی نے ایک سیاہ فام بچے کو جنم دیا ہے۔ حضور ﷺ نے اس کے دل میں رینگنے والے شکوک وشبہات کا ازالہ کرنے کے لئے فرمایا:

هل لک من إبل؟

''کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟''

اس نے جواب دیا: ہاں۔

آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا:

فما ألوانها؟

''ان کے رنگ کیا ہیں؟''

اس نے جواب دیا: سرخ رنگ کے ہیں۔

آپ ﷺ نے اس سے مزید پوچھا:

هل فيها من أورق؟

''کیا ان میں کوئی خاکستری رنگ کا بھی ہے؟''

اس نے عرض کیا: جی ہاں، ان میں خاکستری رنگ کا بھی ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے استفسار فرمایا کہ اس میں یہ رنگ کس طرح آیا؟ وہ کہنے لگا کہ ہوسکتا ہے کہ وہ رنگ کے اعتبار سے اپنی اصل سے مشابہ ہو گیا ہو۔ اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

و هذا عسىٰ أن يكون نزعة عرق۔(۲)

---

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۱۳۵

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۱۱۳۷، کتاب اللعان، رقم: ۱۵۰۰

۲۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۰۳۲، کتاب الطلاق، رقم: ۴۹۹۹

←

’’اور اسی طرح ہوسکتا ہے وہ (بچہ) رنگ میں اپنے اصل کے مشابہ ہوگیا ہو۔‘‘

۱۷۔ خازن و قاسم ہونا

اس وسیع و عریض کائنات میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت اور حیطۂ اختیار میں ہے، تمام ارضی و سماوی خزانوں کا وہی مالک و مختار ہے اور وہ ان خزانوں میں سے جسے چاہتا ہے جتنا چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو کائنات کی ہر نعمت اور ہر اعزاز سے نوازا، خزانوں کی کنجیاں آپ ﷺ کے تصرف میں دے دیں، آپ ﷺ کو قاسم بنایا یعنی آپ ﷺ خلقِ خدا میں اللہ کی نعمتیں تقسیم کرنے والے ہیں۔ آج تک کوئی سائل درِ مصطفیٰ ﷺ سے خالی ہاتھ نہیں لوٹا، عطائے خداوندی اور تقسیمِ مصطفوی کا یہ سلسلہ کل بھی جاری تھا، آج بھی جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ جس طرح اپنے بندوں پر نوازشاتِ پیہم سے ربِ کائنات کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آتی اسی طرح محبوبِ خدا ﷺ کی شانِ قاسمیت بھی لفظِ زوال سے ناآشنا ہے۔ بادشاہوں کا جاہ و جلال تو ڈھلتی چھاؤں کا نام ہے، قصرِ شاہی کے انہدام کے ساتھ شاہی خزانے بھی رزقِ زمین بن جاتے ہیں، رعایا پر انعام و اکرام کی بارش کے باوجود ان کا دستِ عطا ایک مقام پر رک جاتا ہے لیکن عطائے ربِّ کریم پر گردشِ ماہ و سال کے اثر انداز ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، آقائے دوجہاں ﷺ پر ہونے والی عطا وقت اور مقام کی حدود و قیود سے ماورا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○ (۱)

’’اور آپ کا رب عنقریب آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو

.... ۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۴۳۹، ابواب الولاء والہبہ، رقم: ۲۱۲۸

۴۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۲۷۸، کتاب الطلاق، رقم: ۲۲۶۰

۵۔ نسائی، السنن، ۶: ۱۷۸، کتاب الطلاق، رقم: ۳۴۷۹

۶۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۶۴۵، کتاب النکاح، رقم: ۲۰۰۲

(۱) القرآن، الضحیٰ، ۹۳: ۵

جائیں گے ○‘‘

مذکورہ آیہ کریمہ کی تفسیر میں علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ھو عدة كريمة شاملة لما أعطاه الله تعالٰیﷻ فی الدنيا من كمال النفس، و علوم الأولين والآخرين، و ظهور الأمر و اعلاء الدين بالفتوح، والواقعة فی عصرهﷺ، و فی أيام خلفائه عليه الصلوة والسلام، وغيرهم من الملوك الإسلامية و فشو الدعوة، والإسلام فی مشارق الأرض و مغاربها ولما ادخر جل وعلا له عليه الصلوة والسلام فی الآخرة من الكرامات التی لا يعلمها إلا هو جل جلالهٗ و عم نواله۔(۱)

’’یہ اللہ تعالیٰ کا کریمانہ وعدہ ہے جو ان تمام عطیات پر مشتمل ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے حضورﷺ کو دنیا میں سرفراز فرمایا یعنی کمال نفس، اولین و آخرین کے علوم، اسلام کا غلبہ، دین کی سربلندی، ان فتوحات کے باعث جو عہدِ رسالت مآب ﷺ میں ہوئیں اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں ہوئیں یا دوسرے مسلمان بادشاہوں نے حاصل کیں اور اسلام کا دنیا کے مشارق و مغارب میں پھیل جانا۔ اس طرح عنایات ونوازشات کا ایک بے پایاں سلسلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کے لئے آخرت کے لئے محفوظ رکھا ہے جس کی حقیقت اور نہایت اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں جان سکتا۔‘‘

اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام فخر الدین رازی رقم طراز ہیں:

و دلت هذه الآية على أنه تعالى يعطيه كل ما يرتضيه۔ (۲)

’’یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو ہر اس نعمت سے نوازے گا جس کی آپ ﷺ تمنا کریں گے۔‘‘

اس آیت کا استنباط اگر احوالِ آخرت کے حوالے سے کیا جائے تو اس سے مراد

(۱) آلوسی، تفسیر روح المعانی، ۳۰:۱۶۰

(۲) رازی، التفسیر الکبیر، ۳۱:۲۱۲

آپ ﷺ کا وہ اختیار ہے جس کی رو سے آپ ﷺ اپنے ہر کلمہ گو امتی کی شفاعت فرمائیں گے جس کے نتیجے میں وہ جنت میں داخل ہو گا۔ اگر احوال دنیا کے حوالے سے کریں تو اس کو آقائے دوجہاں ﷺ کے جاں نثار صحابہ ﷺ کی دشمنانِ اسلام پر نصرت و فتح یابی سے تعبیر کیا جائے گا۔ دنیا نے دیکھا کہ لوگ جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہونے لگے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے تمام دشمن زیر ہو گئے اور قلیل عرصے میں بلادِ عرب پر اسلام کا غلبہ ایک زندۂ جاوید حقیقت بن گیا، پھر چشمِ فلک نے یہ منظر بھی دیکھا کہ آپ ﷺ کے خلفائے راشدین اس وقت کی دو سپر طاقتوں قیصر و کسریٰ سے ٹکرا گئے اور پے در پے مطلق العنان بادشاہوں کی حکومتوں اور ظالم و جابر آمروں کو شکست فاش دی۔ عساکر اسلام کی ہیبت و جلالت سے تمام رکاوٹیں اور مزاحمتیں ریت کی دیوار ثابت ہوئیں اور شرق تا غرب میدان، پربت، وادیاں اور صحرا اسلام کی ایمان افروز اور حیات آفریں صداؤں سے گونجنے لگے۔

عطائے خداوندی کے باب میں ایک اور مقام پر یوں اِرشاد ہوا:

اِنَّا اَعۡطَيۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ○ (۱)

''بیشک ہم نے آپ کو (ہر خیر و فضیلت میں) بے انتہا کثرت بخشی ہے ○''

آیہ کریمہ میں مذکورہ لفظ 'الۡکَوۡثَر' کے کُوزے میں معنوی طور پر حضور ﷺ کے فضائل و خصائص کے کیا کیا سمندر بند کر دیئے گئے ہیں اس کا کچھ اندازہ ائمہ تفسیر کے بعض اقوال سے ہوتا ہے:

۱۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

الکوثر: هو فوعل من الکثرة صيغة مبالغة الشئ الکثير کثرة مفرطة۔ (۲)

''کوثر کثرت سے ماخوذ ہے اس کا وزن فوعل ہے جو مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے: کسی چیز کا اتنا کثیر ہونا کہ اس کا اندازہ نہ لگایا جا سکے۔''

(۱) القرآن، الکوثر، ۱۰۸:۱

(۲) آلوسی، تفسیر روح المعانی، ۳۰:۲۴۵

۲۔ امام قرطبی لکھتے ہیں:

و العرب تُسَمّٰی کل شئ کثیر فی العدد و القدر و الخطر کوثرا۔(۱)

’’جو چیز تعداد میں، قدر و قیمت میں اور اپنی اہمیت کے لحاظ سے بہت زیادہ ہو، عرب اسے کوثر کہتے ہیں۔‘‘

۳۔ امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں:

أما الکوثر فھو فی اللغة فوعل من الکثرة، وھو المفرط فی الکثرة۔(۲)

’’لغت میں کوثر کثرت سے فوعل کے وزن پر آتا ہے اور اس کا معنی وہ چیز ہے جس کی کثرت میں زیادتی کی جائے۔‘‘

عام قاعدہ یہ ہے کہ موصوف اور صفت دونوں کا ذکر یکجا ہوتا ہے لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، الکوثر جو صفت ہے وہ مذکور ہے لیکن اس کا موصوف مذکور نہیں اس میں پوشیدہ حکمت کے بارے میں علماء کا کہنا ہے کہ کوثر فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو وہ سب کچھ عطا کر دیا ہے جس کا کوئی اندازہ بھی نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ کو جو کچھ عطا کیا گیا وہ بے حد و حساب عطا کیا گیا، اس میں تخصیص کا کوئی محل نہ تھا کہ کس کا ذکر کیا جائے اور کس کا ذکر نہ کیا جائے، اس لئے صفت بیان فرما دی لیکن موصوف کو سامع اور قاری پر چھوڑ دیا۔ اس سے بتانا یہ مقصود ہے کہ محبوب ﷺ کو عطا کی جانے والی نعمتیں بے حد و حساب ہیں اور ان کا کوئی شمار نہیں۔

علمائے تفسیر نے ’اَلْکَوْثَر‘ کے باب میں متعدد روایات نقل کی ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا

الکوثر نھر فی الجنة، حافتاہ من ذھب و مجراہ علی الدر والیاقوت، تربتہ أطیب من المسک، و ماءہ أحلی من العسل و

(۱) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۲۰:۲۱۶، رقم: ۱۱۰۸

(۲) رازی، التفسیر الکبیر، ۲۲:۱۲۴

أبیض من الثلج۔(۱)

’’کوثر جنت کی ایسی نہر ہے جس کے کنارے سونے کے ہیں، اس کا فرش موتیوں اور یاقوت سے بنا ہوا ہے، اس کی مٹی کستوری سے زیادہ معطر ہے، اس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ صاف و شفاف ہے۔‘‘

۲۔ بعض علماء ’اَلْکَوْثَر‘ سے نبوت و رسالت مراد لیتے ہیں۔

۳۔ بعض علمائے کرام ’اَلْکَوْثَر‘ سے قرآن حکیم مراد لیتے ہیں۔

۴۔ بعض نے ’اَلْکَوْثَر‘ سے دینِ اسلام مراد لیا ہے

۵۔ بعض علماء کے نزدیک خیال میں اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔

۶۔ بعض علماء کے نزدیک ’اَلْکَوْثَر‘ سے مراد حضور ﷺ کی شانِ رفعت کا بیان ہے۔

۷۔ بعض نے ’اَلْکَوْثَر‘ سے مراد حضور ﷺ کے دل کا نور لیا ہے۔

۸۔ بعض کے نزدیک اس سے مقامِ محمود مراد ہے۔

۹۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

الکوثر: الخیر الکثیر الذی أعطاہ اللہ إیاہ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۴۹، ابواب تفسیر القرآن، رقم: ۳۳۶۱

۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۴۵۰، ابواب فضائل القرآن، رقم: ۴۳۳۴

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۶۷، رقم: ۵۳۵۵

۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۰۶، رقم: ۳۱۶۶۲

۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۴۵، رقم: ۳۴۰۹۸

۶۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۹: ۱۰۰، رقم: ۹۲۴۶

۷۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۳۰: ۳۲۰، ۳۲۴، ۳۲۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۴۰۵، کتاب الرقاق، رقم: ۶۲۰۷

۲۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۵۸۶، رقم: ۳۹۷۹

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۳، رقم: ۳۱۷۶۶

۴۔ ابن مبارک، الزہد، ۱: ۵۶۲، رقم: ۱۶۱۴

’’کوثر سے مراد خیرِ کثیر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمایا۔‘‘

امام فخر الدین رازی اس کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

المراد من الکوثر جمیع نعم اللہ تعالٰی علٰی محمد ﷺ، منقول عن ابن عباس، لأن لفظ الکوثر یتناول النعم الکثیرۃ، فلیس حمل الآیۃ علی بعض ھذہ النعم أولٰی من حملھا علی الباقی، فوجب حملھا علی الکل۔(۱)

’’کوثر سے مراد حضرت محمد ﷺ پر کی جانے والی اللہ کی جمیع نعمتیں ہیں، یہی معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ (عقلی طور پر بھی یہی معنٰی متعین ہے) کیونکہ لفظ کوثر میں بے شمار نعمتیں شامل ہیں لہٰذا ان نعمتوں میں سے بعض نعمتوں کو مراد لینا اور دوسری نعمتوں کو ترک کر دینا ترجیح بلا مرجح ہے۔ اس آیہ کریمہ کو ایسے معنٰی پر محمول کرنا چاہیے جو تمام نعمتوں اور معانی کو محیط ہو۔‘‘

علامہ اسماعیل حقی ’اَلْکَوْثَر‘ کے حوالے سے متعدد ائمہ تفسیر کے اقوال نقل کرنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں:

و الأظھر أن جمیع نعم اللہ داخلۃ فی الکوثر، ظاھرۃ أو باطنۃ، فمن الظاھرۃ خیرات الدنیا و الآخرۃ، و من الباطنۃ العلوم اللدنیہ الحاصلۃ بالفیض الإلھی بغیر اکتساب۔(۲)

’’یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری ظاہری و باطنی نعمتیں کوثر میں داخل ہیں۔ ظاہری نعمتوں سے مراد دُنیا وآخرت کی بھلائیاں ہیں اور باطنی نعمتوں سے مراد علومِ لدنیہ ہیں جو بغیر کسب کے محض فیضانِ الٰہی سے حاصل ہوتے ہیں۔‘‘

کوثر کا حقیقی مفہوم

لفظ کوثر، کثرت سے مشتق ہے۔ جیسے جوہر جہر سے نکلا ہے اور جہر کے معنی ظہور کے ہیں اور جوہر اسے کہیں گے جس میں ظہور غایت درجہ کا ہوگا، وہاں مراتبِ ظہور کی انتہا

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۳۲: ۱۲۸

(۲) اسماعیل حقی، تفسیر روح البیان، ۱۰: ۵۲۴

ہو گی۔ اس طرح کوثر بروزن فوعل مبالغہ کا صیغہ ہے، جو غایتِ کثرت کو چاہتا ہے۔ کوثر کا معنی 'غایت کثرت' ہوا اور غایت جس شے کی ہوتی ہے وہ اس سے خارج ہوتی ہے۔ پس جو کثرت کی غایت ہوگی وہ کثرت سے خارج ہو گی۔ اگر وہ اس میں داخل ہو تو غایت نہ رہی بلکہ خود کثرت کا جزو قرار پائے گی اور جو کثرت کا جزو ہو وہ کثرت کی غایت نہیں بن سکتا بلکہ وہ کثرت ہی رہے گا کوثر نہیں ہو گا۔ پس ضرورت ہے کہ کثرت غایتِ کثرت سے خارج ہو اور کثرت سے خارج صرف وحدت ہے اس میں اور کوئی شے نہیں۔ ہر شے داخل کثرت ہے۔ کثرت کی غایت وہ مقام ہے جہاں کثرت ختم ہو جاتی ہے اور جہاں کثرت ختم ہو اسی مقام کو وحدت کہتے ہیں۔ کثرت ساری کائنات کا مقام ہے اور وحدت فقط رب کا مقام ہے۔ یہی کوثر کا مدلولِ اتم ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اتنا کچھ عطا کیا جس پر ساری کثرتیں ختم ہیں اور وہ فقط ذاتِ حق ہے۔

پس اِنَّا اَعْطَيْنٰکَ الْكَوْثَرَ کا مفہوم یہ ہوا کہ اے حبیب! ہم تیرے ہو گئے، اور جب خود ہم تیرے ہو گئے تو سب کچھ خود بخود تیرا ہو گیا۔ جب وحدت تیری ہو گئی تو کثرت ساری کی ساری تیری ہوگئی یعنی ہر کوئی تیرا ہو گیا۔

یہاں اللہ رب العزت نے کوثر عطا فرمائے جانے کو حضور نبی اکرم ﷺ پر ذاتی احسان سے تعبیر کیا ہے۔ یہ احسانِ عظیم احسان تب ہی بنتا ہے کہ عطا ہونے والی چیز خود حضور نبی اکرم ﷺ سے اعلیٰ و برتر ہو نہ کہ آپ ﷺ سے ادنیٰ۔ اگر عطا کی گئی چیز خود حضور نبی اکرم ﷺ سے کمتر ہو تو اس میں کمالِ احسان والی بات کیا ہو گی؟ جنت، نہرِ جنت، حوضِ جنت، ملائکہ، حور و قصور، عرش و کرسی اور لوح و قلم ان سب اشیاء سے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات بلند و برتر اور اعلیٰ ہے۔ حضور ﷺ سے اعلیٰ ذات صرف ذاتِ خدا ہے۔ کثرت سے مراد تمام نعمتیں ہیں اور کوثر سے مراد تمام نعمتوں کی غایت ہے، جہاں سے تمام نعمتیں صادر ہوتی ہیں اور جہاں پر تمام نعمتیں ختم ہوتی ہیں، سو یہی ذاتِ حق اور مقامِ وحدت ہے جو کوثر کا مدلولِ اتم ہے۔

متذکرہ بالا موضوع پر متعدد احادیث مذکور ہیں:

۱۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ: أوتيت بمقاليد الدنيا على فرس أبلق، عليه قطيفة من سندس۔(۱)

''حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ دنیا (کے خزانوں) کی کنجیاں ایک چتکبرے گھوڑے پر میرے پاس لائی گئیں (اور) اس چتکبرے گھوڑے پر ریشم کے پالان تھے۔''

۲۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إنما أنا قاسم و اللہ يعطی۔(۲)

''بیشک میں ہی تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ مجھے عطا فرمانے والا ہے۔''

یہ حدیث اِن الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

و اللہ المعطی و أنا القاسم۔(۳)

''اور اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا ہے جبکہ میں ہی تقسیم کرنے والا ہوں۔''

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۲۸، رقم: ۱۴۵۵
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۷۹، رقم: ۶۳۶۴
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۲۰
۴۔ اصبہانی، دلائل النبوہ، ۱: ۱۹۱، رقم: ۲۴۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۱۶، کتاب العلم، رقم: ۷۱
۲۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۶۷، کتاب الاعتصام بالکتاب و السنۃ، رقم: ۶۸۸۲
۳۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۱۹، کتاب الزکاۃ، رقم: ۱۰۳۷
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۳۴، رقم: ۷۱۹۳
۵۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۳: ۴۲۵، رقم: ۵۸۳۹
۶۔ ابویعلی، المسند، ۱۰: ۲۳۸، رقم: ۵۸۵۵
۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹: ۳۲۹، رقم: ۷۵۵
۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹: ۳۹۰، رقم: ۹۱۵

(۳) بخاری، الصحیح، ۳: ۱۱۳۴، کتاب الخمس، رقم: ۲۹۴۸

۳۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إنما جعلت قاسما أقسم بينكم۔ (۱)

''مجھے تقسیم کرنے والا بنایا گیا ہے، میں ہی تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔''

یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

إنما بعثت قاسما أقسم بينكم۔ (۲)

''مجھے قاسم بنا کر بھیجا گیا ہے، میں ہی تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔''

مذکورہ بالا روایت اِن مختصر الفاظ کے ساتھ بھی مذکور ہے:

إنما أنا قاسم، أقسم بينكم۔ (۳)

''میں ہی قاسم ہوں، تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۱۳۳، کتاب الخمس، رقم: ۲۹۴۶
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۸۳، کتاب الاداب، رقم: ۲۱۳۳
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۱۳، رقم: ۱۴۴۰۳
۴۔ ابو یعلی، المسند، ۳: ۴۳۴، رقم: ۱۹۲۳
۵۔ بخاری، الادب المفرد، ۱: ۲۹۲، رقم: ۸۳۹
۶۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۳۳۸

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۸۳، کتاب الاداب، رقم: ۲۱۳۳
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۰۳، رقم: ۱۴۲۸۸
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۶۹، رقم: ۱۵۰۰۶
۴۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۳۰۸، رقم: ۷۷۳۵
۵۔ بخاری، الادب المفرد، ۱: ۲۹۲، رقم: ۸۳۹

(۳) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، کتاب الآداب، رقم: ۲۱۳۳
۲۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۹۰، کتاب الادب، رقم: ۵۸۴۳
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۳۰۸، رقم:
۴۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۳۳۷

اس جہان رنگ و بو میں حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ و نائب ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بخششوں اور عطاؤں کی تقسیم کے متولی بھی ہیں۔ دنیا و آخرت میں جس کسی کو بھی کوئی نعمت ملی وہ حضور ﷺ ہی کے وسیلے اور واسطے سے ملی۔ آپ ﷺ ہر ایک کو اس کی طلب کے مطابق عطا فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ ہی کے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانوں کی چابیاں ہیں، ان خزانوں میں سے جو کچھ بھی کسی کو عطا ہوتا ہے وہ آپ ﷺ ہی کے ہاتھوں عطا ہوتا ہے۔ اس حوالے سے چند روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إنی أعطیت مفاتیح خزائن الأرض۔ (۱)

''بیشک مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں۔''

۲۔ قاضی عیاضؒ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قد أوتی ﷺ خزائن الأرض و مفاتیح البلاد۔ (۲)

''مجھے زمین کے خزانوں اور شہروں کی کنجیاں عطا کی گئیں۔''

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۴۵۱، کتاب الجنائز، رقم: ۱۲۷۹
۲۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۴۹۸، کتاب المغازی، رقم: ۳۸۵۷
۳۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۳٦۱، کتاب الرقاق، رقم: ٦۰٦۲
۴۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۴۰۸، کتاب الرقاق، رقم: ٦۲۱۸
۵۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۷۹۵، کتاب الفضائل، رقم: ۲۲۹٦
٦۔ ابن حبان، الصحیح، ۷: ۴۷۳، رقم: ۳۱۹۸
۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۱۸، رقم: ۳۲۲۴
۸۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۴۹، ۱۵۳

(۲) ۱۔ قاضی عیاض، الشفا، ۱: ۲۰۷
۲۔ نبہانی، جواہر البحار، ۱: ۲۰

فبینا أنا نائم رأیتنی أتیت بمفاتیح خزائن الأرض، فوضعت فی یدی۔(۱)

’’میں نے عالم خواب میں خود کو دیکھا کہ میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور وہ میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔‘‘

۴۔ حضرت ابو مویہبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قد أوتیت بمفاتیح خزائن الدنیا و الخلدِ۔(۲)

’’مجھے تمام خزائنِ دنیا اور جنت کی کنجیاں دی گئیں ہیں۔‘‘

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضور ﷺ نے فرمایا:

أعطیت مفاتیح الأرض۔(۳)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۰۸۷، کتاب الجہاد، رقم: ۲۸۱۵
۲۔ بخاری، الصحیح، ۶:۲۵۷۳، کتاب التعبیر، رقم:۶۶۱۱
۳۔ بخاری، الصحیح، ۶:۲۶۵۴، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ، رقم: ۶۸۴۵
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۶۴، رقم: ۷۵۷۵
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۶۸، رقم: ۷۶۲۰
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۹۵، رقم: ۹۱۳۰
۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۴۵۵، رقم:۹۸۶۷
۸۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۲۷۷، رقم: ۶۳۶۳
۹۔ ابویعلی، المسند، ۱۱:۱۷۶، رقم: ۶۲۸۷
۱۰۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۴۸، رقم: ۱۳۰۹۶
۱۱۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۳:۳، رقم: ۴۳۹۵
۱۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۳:۴، رقم: ۴۲۹۷۔
۱۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۱:۱۶۱، رقم: ۱۳۹
(۲) دارمی، السنن، ۱:۵۰، رقم: ۷۸
(۳) ۱۔ احمد، المسند، ۱:۹۸، رقم: ۷۶۳

←

’’مجھے زمین (کے خزانوں) کی کنجیاں عطا کی گئیں۔‘‘

۱۸۔ تشریعی اختیارات

اسلام میں قانون عطا کرنے کے حوالے سے حضور ﷺ کی دو حیثیتیں ہیں: ایک حیثیت شارح کی ہے اور دوسری شارع کی۔ پہلی حیثیت میں قرآن کے مجمل احکام کی تفصیل اور تشریح کا اختیار آپ ﷺ کو عطا کیا گیا اور دوسری حیثیت کے اعتبار سے آپ ﷺ کو ان چیزوں کے بارے میں حکم صادر فرمانے کا اختیار عطا ہوا جن کے متعلق قرآن کریم خاموش ہے یا اس میں کوئی واضح حکم نہیں دیا گیا۔ چنانچہ شریعت میں اوامر و نواہی اور حلال وحرام صرف وہی نہیں جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں بلکہ سنت سے بھی ان کا ثبوت متحقق ہوتا ہے۔ اوامر و نواہی اور تحلیل و تحریم کے یہی اختیارات حضور ﷺ کے تشریعی اختیارات ہیں جو قرآن حکیم کی متعدد آیات اور آپ ﷺ کی متعدد احادیث سے ثابت ہیں

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔(۱)

’’وہ انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور اُن کے بارِ گراں اور طوق (قیود) جو ان پر (نافرمانیوں کے باعث مسلط) تھے، ساقط فرماتے (اور انہیں نعمتِ آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔‘‘

۲۔ طبرانی نے ’المعجم الکبیر (۱۷:۲۷۸، رقم:۷۶۷)‘ میں یہ حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۰۴، رقم:۳۱۶۴

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱:۲۱۳، رقم:۹۶۵

(۱) القرآن، الاعراف، ۷:۱۵۷

آیتِ مذکورہ میں صراحتاً حضور ﷺ کے تشریعی اختیارات کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے بطور شارعِ اسلام آپ ﷺ کی پیغمبرانہ عظمت و جلالت کا اظہار ہوتا ہے۔

۲۔ ارشادِ خداوندی ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ۔ (۱)

’’اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہلِ حق) صاحبانِ امر کی، پھر اگر کسی مسئلے میں تم باہم اختلاف کرو تو اُسے (حتمی فیصلہ کے لئے) اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف لوٹا دو۔‘‘

مذکورہ آیت میں اللہ ربّ العزت نے یہ حکم دیا ہے کہ کسی معاملے میں حتمی فیصلے کیلئے نہ صرف قرآن سے رہنمائی حاصل کرو، بلکہ رسول ﷺ کی طرف بھی رجوع کرو۔ آیت میں کسی معاملے کو اللہ کی طرف لوٹانے سے مراد کتاب اللہ کی طرف لوٹانا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹانے سے مراد حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں براہِ راست آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے اور بعد از وصال آپ ﷺ کی سنت کی طرف رجوع کرنا ہے۔

۳۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ۔ (۲)

’’اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔‘‘

قرآنِ حکیم میں جہاں جہاں بھی اطاعتِ رسول کو اطاعتِ خداوندی کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے وہاں اطاعتِ خداوندی سے وہ اوامر و نواہی پر عمل پیرا ہونا ہے جو قرآن میں مذکور ہیں، اور اطاعتِ رسول سے مراد ان احکام کی پیروی ہے جو نبی اکرم ﷺ نے صادر فرمائے اور قرآن میں ان کا ذکر نہیں۔ یہ احکام اگر قرآن میں مذکور ہوتے تو ان احکام کو بھی اطاعتِ خداوندی کے زمرے میں شمار کیا جاتا۔

۴۔ ارشادِ خداوندی ہے:

---

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۵۹

(۲) القرآن، المائدہ، ۵: ۹۲

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحیٌ يُّوْحٰی○(۱)

''اور وہ اپنی (یعنی نفس کی) خواہش سے کلام نہیں فرماتے ○ وہ تو وہی فرماتے ہیں جو (اللہ کی طرف سے) اُن پر وحی ہوتی ہے○''

آیتِ مذکورہ میں بیان کیا گیا ہے کہ نطقِ رسول ﷺ کا انحصار وحی پر ہے، لفظ یَنْطِقُ اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں مراد صرف قرآن ہی نہیں بلکہ حدیثِ رسول بھی اس میں شامل ہے، کیونکہ قرآن کے لئے تلاوت یا قرأت کے الفاظ مخصوص ہیں۔ وَمَا یَنْطِقُ فرما کر واضح کر دیا گیا ہے کہ وحی سے محض قرآن مراد نہیں بلکہ اس میں حضور ﷺ کی قول و فعل پر مبنی سنتِ مطہرہ بھی داخل ہے۔

۵۔ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔(۲)

''اور جو کچھ رسول تم کو دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رُک جاؤ (یعنی جو کچھ رسول ﷺ اپنا تشریعی اختیار سمجھتے ہوئے عطا فرمائیں، خوشی خوشی لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے اپنے لئے خیر بھلائی سمجھ کر رُک جاؤ)۔''

حضور ﷺ کے تشریعی مقام پر متعدد احادیث بھی موجود ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ألا! هل عسٰی رجل یبلغهُ الحدیث عنّی و هو متکئ علی أریکته، فیقول: بیننا و بینکم کتاب الله عزوجل، فما وجدنا فیه حلالا استحللناه، وما وجدنا فیه حراما حرمناه، وإن ما حرم رسول الله ﷺ کما حرم الله۔ (۳)

---

(۱) القرآن، النجم، ۵۳:۳، ۴

(۲) القرآن، الحشر، ۵۹:۷

(۳) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۳۸، کتاب العلم، رقم: ۲۶۶۴

←

’’سن لو! عنقریب ایک آدمی کے پاس میری حدیث پہنچے گی اور وہ اپنی مَسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوا کہے گا: ہمارے اور تمہارے درمیاں اللہ کی کتاب (کافی) ہے، ہم جو چیز اس میں حلال پائیں گے اُسے حلال سمجھیں گے اور اُسے حرام سمجھیں گے جو اس میں حرام پائیں گے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے جس کو حرام کیا وہ ویسا ہی ہے جیسے اللہ کا حرام کیا ہوا۔‘‘

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے ہی مروی کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ألا! إنی أوتيت الكتاب و مثله معه، ألا! يوشک رجل شبعان على أريكته، يقول: عليكم بهذا القرآن، فما وجدتم فيه من حلال فأحلوه، وما وجدتم فيه من حرام فحرموه۔ ألا! لا يحل لكم الحمار الأهلی و لا كل ذی ناب من السبع و لا لقطة معاهد إلا أن يستغنی عنها صاحبها، و من نزل بقوم فعليهم أن يقروه فإن لم يقروه فلهٔ أن يعقبهم بمثل قراه۔(۱)

.... ۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۶، المقدمہ، رقم:۱۲

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۱۳۲

۴۔ دارمی، السنن، ۱:۱۵۳، رقم:۵۸۶

۵۔ دارقطنی، السنن، ۴:۲۸۶

۶۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴:۲۰۸

۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰:۲۷۴، رقم:۶۴۹

۸۔ حاکم، المستدرک، ۱:۱۹۱، رقم:۳۷۱

۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۷۶، رقم:۱۳۲۲۰

۱۰۔ مزی، تہذیب الکمال، ۶:۲۷

۱۱۔ عسقلانی، لسان المیزان، ۱:۳

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۲۰۰، کتاب السنۃ، رقم:۴۶۰۴

۲۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۲:۱۳۷، رقم:۱۰۶۱

۳۔ مروزی، السنۃ، ۱۱۱، رقم:۴۰۳

’’آگاہ رہو! مجھے کتاب (قرآن) عطا کی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس جیسی ایک اور چیز بھی۔ خبردار رہو! قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا شخص اپنی مسند سے ٹیک لگائے ہوئے کہے گا: (لوگو!) صرف قرآن تمہارے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے، لہٰذا قرآن میں جسے حلال پاؤ اُسے حلال سمجھو اور جسے قرآن میں حرام پاؤ اُسے حرام سمجھو۔ آگاہ رہو! تمہارے لئے گھریلو گدھا حلال نہیں اور نہ کوئی درندہ اور نہ معاہد کا گرا پڑا مال، مگر جبکہ مالک کو اس کی ضرورت نہ ہو۔ اگر کوئی شخص کسی بستی میں (بطور مسافر) ٹھہرے تو اس کے باشندوں پر لازم ہے کہ اس کی مہمان نوازی کریں، اگر وہ ایسا نہ کریں تو وہ ان سے اس مہمانی کے برابر تاوان وصول کرسکتا ہے۔‘‘

۲۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا ألفين أحدكم متكئا على أريكته يأتيه أمر مما أمرت به أو نهيت عنه، فيقول: لا أدرى، ما وجدنا فى كتاب الله اتبعناه۔(۱)

’’میں تم میں سے کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس میرا کوئی حکم یا ممانعت پہنچے تو وہ اس کے جواب میں یہ کہے: میں نہیں جانتا، ہمیں جو کچھ اللہ کی کتاب میں ملا اُس کی پیروی کریں گے۔‘‘

۳۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أيحسب أحدكم متكئا على أريكته قد يظن أن الله لم يحرم شيئا إلا ما فى هذا القرآن؟ ألا! و إنى و الله قد وعظت و أمرت و

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۳۷، کتاب العلم، رقم: ۲۶۶۳
۲۔ ابو داؤد، السنن، ۴: ۲۰۰، کتاب السنۃ، رقم: ۴۶۰۵
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۶، المقدمہ، رقم: ۱۳
۴۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۱۹۰، رقم ۳۶۸
۵۔ حمیدی، المسند، ۱: ۲۵۲، رقم: ۵۵۱
۶۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۲۰۹

نهيت عن أشياء إنها لمثل القرآن أو أكثر، و أن الله تعالیٰ لم يحل لكم أن تدخلوا بيوت أهل الكتاب إلا بإذن، و لا ضرب نسائهم و لا أكل ثمارهم إذا أعطوكم الذی عليهم۔(۱)

''کیا تم میں سے کوئی اپنی مسند پر ٹیک لگا کر یہ سمجھتا ہے کہ اللہ نے کوئی چیز حرام قرار نہیں دی مگر وہی جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے؟ سن لو! میں نے نصیحت کرتے اور حکم دیتے ہوئے اور بعض چیزوں سے منع کرتے ہوئے جو کہا وہ بھی قرآن کی طرح ہے بلکہ اس کی تعداد زیادہ ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہیں اہلِ کتاب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے کی اجازت دی، نہ ان کی عورتوں کو مارنے کی، نہ ان کے پھل کھانے کی، جب وہ اپنے واجبات تم کو ادا کریں۔''

۴۔ حضور ﷺ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو قاضی بنا کر یمن روانہ فرمانے لگے تو ان سے پوچھا کہ آپ فیصلہ کیسے کریں گے؟ صحابی رسول رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! قرآن حکیم کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: اگر قرآن میں نہ پاؤ تو پھر کیسے فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: تو پھر سنتِ رسول کے مطابق فیصلے کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر سنت میں بھی نہ پاؤ تو پھر؟ انہوں نے عرض کی: تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

الحمد لله الذی وَفَّقَ رَسولَ رسولِ الله۔ (۲)

---

(۱) ۱۔ ابو داؤد، السنن، ۳: ۱۷۰، کتاب الخراج والإمارة والفئ، رقم: ۳۰۵۰
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۲۰۴
۳۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۷: ۱۸۵، رقم: ۷۲۲۶

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، ۳: ۶۱۶، کتاب الأحکام، رقم: ۱۳۲۷
۲۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۰۳، کتاب الأقضیة، رقم: ۳۵۹۲
۳۔ نسائی، السنن، ۸: ۲۳۱، کتاب آداب القضاة، رقم: ۵۳۹۹
۴۔ احمد، المسند، ۵: ۲۳۰، رقم: ۲۲۰۶۰

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

’’اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے بھیجے جانے والے نمائندے کو یہ توفیق عطا فرمائی۔‘‘

مذکورہ حدیث سے واضح ہو رہا ہے کہ ہم بعض احکام قرآن حکیم میں نہیں پاتے اور ہمیں حدیثِ نبوی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ یہ بات منشائے خداوندی کے عین مطابق ہے۔

۵۔ قرآن اور سنت قانونِ اسلامی کے دو بڑے ماخذ ہیں جن پر مضبوطی سے قائم رہا جائے تو انسان کبھی بھی گمراہی کی دلدل میں نہیں اُتر سکتا۔ فرمانِ رسول ﷺ ہے:

إنی قد ترکت فیکم شیئین، لن تضلوا بعدهما کتاب اللہ و سنتی۔(۱)

’’میں تمہارے اندر دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم انہیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو ہرگز ہرگز گمراہ نہیں ہو گے، وہ (دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے۔‘‘

۶۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین۔(۲)

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۱۷۲، رقم: ۳۱۹
۲۔ دارقطنی، السنن، ۴: ۲۴۵
۳۔ بیہقی، السنن الکبری، ۱۰: ۱۱۴

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، ۵: ۴۴، کتاب العلم، رقم: ۲۶۷۶
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۱۵، المقدمة، رقم: ۴۲
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶
۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۸: ۲۴۹
۵۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۱۷۴، رقم: ۳۲۹
۶۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۱: ۸۰، ۲۵۷
۷۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۸: ۶۶
۸۔ یوسف بن موسیٰ، معتصر المختصر، ۲: ۱۷۱

←

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

’’تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کی متابعت لازم ہے۔‘‘

۷۔ یہ بھی حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

فمن رغب عن سنتي فليس مني۔(۱)

’’جس نے میری سنت سے منہ موڑا پس وہ مجھ سے نہیں۔‘‘

یعنی حضور ﷺ کی سنت سے روگردانی کرکے دائرہ ایمان میں داخل ہونے کا تصور باطل ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ مقننِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور حضور ﷺ اس کے نائب اور مظہر ہیں، لہٰذا آپ ﷺ کے یہ اختیارات نیابتی اور تفویضی ہیں، پس حضور ﷺ کا امر و نہی اور تحلیل وتحریم درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اطاعتِ رسول ﷺ کو اطاعتِ خداوندی کا درجہ حاصل ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

......۹۔ مروزی، السنہ، ۱: ۲۷

۱۰۔ زرقانی، شرح الموطا، ۱: ۱۵۰

۱۱۔ ظاہری، المحلی، ۱۱: ۳۵۶

۱۲۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۲: ۲۷۰، رقم: ۲۲۹۳

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۱۹۴۹، کتاب النکاح، رقم: ۴۷۷۶

۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۱۰۲۰، کتاب النکاح، رقم: ۱۴۰۱

۳۔ نسائی، السنن، ۶: ۶۰، کتاب النکاح، رقم: ۳۲۱۷

۴۔ عبدالرزاق، المصنف، ۶: ۱۶۷، رقم: ۱۰۳۷۴

۵۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۱: ۹۹، رقم: ۱۹۷

۶۔ ابن ابی عاصم، السنہ، ۱: ۳۱

۷۔ یوسف بن موسی، معتصر المختصر، ۲: ۲۸۲

۸۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۳: ۲۲۸

۹۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۱: ۴۶، رقم: ۹۱

۱۰۔ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۱۹: ۳۴۰

۱۱۔ ظاہری، المحلی، ۴: ۱۶۶

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ ۔(١)

''جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی''

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

فمن أطاع محمداً ﷺ فقد أطاع الله، و من عصٰی محمداً ﷺ فقد عصی الله۔(٢)

''جس نے محمد (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد (ﷺ) کی نافرمانی کی اس نے یقیناً اللہ تعالٰی کی نافرمانی کی۔''

علامہ ابن تیمیہ نے اس تصور کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

فقد أقامه الله مقام نفسه فی أمره و نهيه و إخباره و بيانه، فلا يجوز أن يفرق بين الله و الرسول فی شئ من هذه الأمور۔(٣)

''اللہ تعالٰی نے اپنے اوامر و نواہی اور اخبار و بیان میں حضور ﷺ کو اپنے ہی مقام پر فائز فرما دیا ہے، لہٰذا ان امور میں سے کسی ایک میں بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان تفریق کرنا ہرگز جائز نہیں۔''

وہ احکام جن کا بیان قرآن میں مذکور نہ تھا اور ان کی تشریع (قانون سازی) براہ راست سنتِ نبوی ﷺ سے ہوئی، ان کی درج ذیل اقسام ہیں:

١۔ تشریعِ جنائی

اس سے مراد جرم و سزا سے متعلق وہ شرعی احکام ہیں جن کی تشریع براہ راست حضور ﷺ نے فرمائی، مثلاً حدِ شرب، حدِ رجم، وغیرہ۔

حرمتِ شراب کا حکم قرآنِ مجید میں ہے، جس پر درج ذیل آیہ کریمہ دلالت کرتی ہے:

---

(١) القرآن، النساء، ٤: ٨٠

(٢) بخاری، الصحیح، ٦: ٢٦٥٥، کتاب الاعتصام بالکتاب و السنہ، رقم: ٦٨٥٢

(٣) ابن تیمیہ، الصارم المسلول: ٤١

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ۔(۱)

’’بیشک شراب اور جوا اور (عبادت کے لئے) نصب کئے گئے بت اور (قسمت معلوم کرنے کے لئے) فال کے تیر (سب) ناپاک شیطانی کام ہیں، سوتم ان سے (کلیتًا) پرہیز کرو۔‘‘

لیکن قرآن میں کسی جگہ شراب پینے کی سزا بیان نہیں کی گئی۔ اس کا تعین حضور ﷺ نے فرمایا جو کہ اسی ۸۰ کوڑے ہے، یہ حکم احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے:

۱۔ عن أنس بن مالک: أن النبی ﷺ أتی برجل قد شرب الخمر، فجَلَده بجریدتین نحو أربعین۔ قال: وفعله أبوبکر فلما کان عمر استشار الناس، فقال عبدالرحمن: أخف الحدود ثمانین، فأمر به عمر۔(۲)

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی آپ ﷺ نے اس کو دو چھڑیوں سے چالیس بار مارا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو اُنہوں نے (اس کے بارے میں) لوگوں سے مشورہ کیا تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: کم از کم حد اسی کوڑے ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (مجرم کو) اسی کوڑے مارنے کا حکم دیا۔‘‘

۲۔ عن الحسن قال هم عمر بن الخطاب أن یکتب فی المصحف أن رسول اللہ ﷺ ضرب فی الخمر ثمانین۔(۳)

---

(۱) القرآن، المائدہ، ۵: ۹۰

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۳۳۰، کتاب الحدود، رقم: ۱۷۰۶

۲۔ ترمذی، الصحیح، ۴: ۴۸، کتاب الحدود، رقم: ۱۴۴۳

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۳: ۲۵۰، رقم: ۵۲۷۶

(۳) ۱۔ عبدالرزاق، المصنف، ۷: ۳۷۹، رقم: ۱۳۵۴۸

’’حضرت حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا کہ مصحف میں یہ لکھ دیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب نوشی پر اسی (۸۰) کوڑے مارے۔‘‘

۳۔ عن عبداللہ بن عمرو أن النبی ﷺ قال: من شرب بسقة خمر فاجلدوہ ثمانین۔(۱)

’’حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے شراب پی اُسے اسی (۸۰) کوڑے مارو۔‘‘

درحقیقت ابتدائے اسلام میں رسول اللہ ﷺ نے شراب نوشی کی کوئی معین حد مقرر نہیں فرمائی تھی۔ بعد میں حضور اکرم ﷺ نے اسی (۸۰) کوڑے مقرر فرما دیئے۔

اسی طرح حدِ رجم یعنی شادی شدہ مرد وعورت کو زنا کی صورت میں سنگسار کرنے کی سزا اور مرتد کی سزائے موت بھی سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے اور اسے حضور ﷺ نے اپنے تشریعی اختیار سے متعین کیا ہے۔

۲۔ تشریعِ سبب

وہ حکم جو کسی دیگر قانونی فعل کے سبب سے وجود میں آیا مگر اس کی تشریع سنت نبوی ﷺ سے ہوئی۔ اس کی مثال قاتل کا مقتول کی وراثت سے محروم ہونا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

۱۔ لا یرث القاتل شیئًا۔(۲)

’’قاتل (مقتول) کا وارث نہیں۔‘‘

---

(۱) ۱۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۳: ۱۵۸
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۶: ۲۷۹

(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۱۸۹، کتاب الدیات، رقم: ۴۵۶۴
۲۔ عبدالرزاق، المصنف، ۹: ۴۰۴
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶: ۲۲۰
۴۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۳: ۴۱۱، رقم: ۵۲۵۸

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

۲۔ لیس لقاتل میراث ۔(۱)

”قاتل کے لیے میراث نہیں“

۳۔ لیس للقاتل شیء ۔(۲)

”قاتل کے لئے (مقتول کی وراثت سے) کچھ نہیں۔“

قاتل قتل سے قبل شرعاً مقتول کی وراثت کا حقدار تھا، مگر حضور ﷺ نے قتل کے سبب قاتل کو مقتول کی وراثت سے محروم قرار دے دیا۔

۳۔ تشریعِ کفارہ

اس سے مراد ہے کہ کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی یا اس کی تکمیل میں کمی یا کوتاہی کے ازالہ کے لئے حضور ﷺ نے جو احکامات صادر فرمائے، اس کی ایک مثال کفارہ صوم (روزے کا کفارہ) ہے۔ قرآن حکیم میں جہاں روزے کے احکامات کا ذکر واضح طور پر بیان ہوا ہے وہاں روزہ توڑنے کا کفارہ بیان نہیں ہوا۔ اس کا کفارہ حضور ﷺ نے متعین فرمایا۔

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، ۲: ۸۸۴، کتاب الدیات، رقم: ۲۶۴۶
۲۔ دارقطنی، السنن، ۴: ۹۶، رقم: ۸۵
۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۲۷۹، رقم: ۳۱۳۹۴
۴۔ عبدالرزاق، المصنف، ۹: ۴۰۳

(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۱۸۹، کتاب الدیات، رقم: ۴۵۶۴
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۷۹، رقم: ۶۳۶۸
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۹، رقم: ۳۴۷
۴۔ مالک، الموطا، ۲: ۸۶۷، رقم: ۱۵۵۷
۵۔ شافعی، المسند، ۱: ۲۰۱
۶۔ دارقطنی، السنن، ۴: ۹۵، رقم: ۸۳
۷۔ عبدالرزاق، المصنف، ۹: ۴۰۳
۸۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۲۸۰، رقم: ۳۱۳۹۷

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھے کہ ایک شخص مجلس میں آیا اور عرض کرنے لگا:

یارسول اللہ! هلکتُ۔ قال: ما لکَ؟ قال: وقعتُ علی امرأتی وأنا صائم۔ فقال رسول اللہ ﷺ: هل تجد رقبة تعتقها؟ قال: لا۔ قال: فهل تستطیع أن تصوم شهرین متتابعین؟ قال: لا۔ فقال: فهل تجد إطعام ستین مسکینا؟ قال: لا ۔ قال: فمکث النبی ﷺ، فبینا نحن علی ذلک أتی النبی ﷺ بعرق فیه تمر، و العرق المِکتل۔ قال: أین السائل؟ فقال: أنا۔ قال: خذ هذا فتصدق به۔ فقال الرجل أعلی افقر منی یارسول اللہ؟ فواللہ ما بین لابتیها، یرید الحرتین، أهل بیت أفقر من أهل بیتی۔ فضحک النبی ﷺ حتی بدت أنیابهٗ، ثم قال: أطعمه أهلکَ۔(۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲:۶۸۴، کتاب الصوم، رقم:۱۸۳۴، ۱۸۳۵
۲۔ بخاری، الصحیح، ۲:۹۱۸، کتاب الهبه، رقم:۲۴۶۰
۳۔ بخاری، الصحیح، ۶:۲۴۶۷، کتاب کفارات الأیمان، رقم:۶۳۳۱
۴۔ بخاری، الصحیح، ۶:۲۴۶۸، کتاب کفارات الأیمان، رقم:۶۳۳۲
۵۔ مسلم، الصحیح، ۲:۷۸۱، کتاب الصیام، رقم:۱۱۱۱
۶۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۳:۱۰۲، کتاب الصوم، رقم: ۷۲۴
۷۔ ابوداؤد، السنن، ۲:۳۱۳، کتاب الصوم، رقم: ۲۳۹۰
۸۔ نسائی، السنن الکبری، ۲:۲۱۲، ۲۱۳، رقم: ۳۱۱۷۔۳۱۱۸
۹۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۴۱، رقم: ۷۲۸۸
۱۰۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۸۱، ۷۷۷۱
۱۱۔ عبدالرزاق، المصنف، ۴:۱۹۴، رقم: ۷۴۵۷
۱۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴:۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۴، رقم: ۷۸۲۹، ۷۸۳۳، ۷۸۳۶
۱۳۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۲:۶۰

’’یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟ اس نے عرض کیا کہ میں رمضان المبارک میں (بحالتِ روزہ) اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو ایک غلام یا لونڈی آزاد کر سکتا ہے وہ عرض کرنے لگا: نہیں یارسول اللہ۔ فرمایا: کیا تو مسلسل دو مہینے کے روزے رکھ سکتا ہے؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں۔ پھر وہ بیٹھا رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس ایک ٹوکرا کھجور کا آیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: سائل کہاں گیا؟ وہ کہنے لگا: حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تھیلا لے جا اور خیرات کر دے۔ وہ کہنے لگا خیرات تو اس پر کروں جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو۔ خدا کی قسم مدینے کی اس پوری بستی میں مجھ سے بڑھ کر کوئی محتاج نہیں۔ اِس پر آپ ﷺ مسکرائے یہاںتک کہ دندان مبارک اندر تک نظر آنے لگے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے لے جا اور اپنے گھر والوں کو کھلا (تیرا کفارہ ادا ہوجائے گا)۔‘‘

۴۔ تشریعِ اَمر

اس سے مراد وہ شرعی احکام ہیں جن کا وجوب براہِ راست فرمان رسول ﷺ سے ثابت ہے۔ حضور ﷺ کے اس اختیار کا اظہار درج ذیل احادیث سے ہوتا ہے:

۱۔ لو لا أن أشق علی أمتی لأمرتھم بالسواک مع کل صلوۃ۔(۱)

’’اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑ جانے کا خیال نہ ہوتا تو میں ان پر لازم قرار دے دیتا کہ ہر نماز کے وقت مسواک کریں۔‘‘

۲۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۳۰۳، کتاب الجمعۃ، رقم: ۸۴۷

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۱۰، رقم: ۲۳۵۳۳

۳۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۱: ۴۳

۴۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۱۹: ۵۸

۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۲: ۹۷

لو لا أن أشق علی امتی لفرضت علیهم السواک کما فُرضت علیهم الوضوء۔(۱)

''اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑ جانے کا خدشہ نہ ہوتا تو میں ان پر مسواک اُسی طرح لازم قرار دے دیتا جس طرح ان پر وضو لازم قرار دیا گیا ہے۔''

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں خطاب کیا اور فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے، پس تم حج کیا کرو۔ ایک صحابی نے کھڑے ہوکر پوچھا: کیا ہر سال حج کرنا لازمی ہوگا؟ آپ ﷺ خاموش ہوگئے، اس نے یہ بات تین مرتبہ کی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

لو قلت: نعم، لوجبت، ولما استطعتم۔ ثم قال: ذرونی ما ترکتکم، فإنما هلک من کان قبلکم بکثرة سؤالهم واختلافهم علی أنبيائهم، فإذا أمرتُکم بشیٔ فأتوا منه ما استطعتم، و إذا نهیتکم عن شیٔ فدعوه۔(۲)

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۱۴، رقم: ۱۸۳۵
۲۔ ابویعلی، المسند، ۱۲: ۱۷، رقم: ۶۷۱۰
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۶۴، رقم: ۱۳۰۱
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۲۲۱
۵۔ مقدسی، الأحادیث المختارہ، ۸: ۳۹۴

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۹۷۵، کتاب الحج، رقم: ۱۳۳۷
۲۔ نسائی، السنن، ۵: ۱۱۰، کتاب مناسک الحج، رقم: ۲۶۱۹
۳۔ نسائی، السنن، ۵: ۱۱۱، کتاب مناسک الحج، رقم: ۲۶۲۰
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۰۸، رقم: ۱۰۶۱۵
۵۔ دار قطنی، السنن، ۲: ۲۸۱، رقم: ۲۰۴
۶۔ دار قطنی، السنن، ۲: ۲۸۲، رقم: ۲۰۶
۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۱۸، رقم: ۳۷۰۴

←

’’اگر میں ہاں کر دیتا تو ہر سال حج واجب ہوجاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔ پھر فرمایا: جو میں چھوڑ دوں، اس بارے میں مجھ سے سوال نہ کرو۔ بے شک تم سے پہلے لوگ کثرت سوال اور انبیاء سے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو حسبِ استطاعت اس پر عمل کرو اور جب تمہیں کسی چیز سے منع کر دوں تو اُسے چھوڑ دیا کرو۔‘‘

لفظ **لوجبت** سے یہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اگر اپنے تشریعی اختیارات استعمال کرتے ہوئے کسی بات کا حکم فرمادیں تو وہ واجب ہوجاتی ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری اس حدیث کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

و ليعلم أن الفرض و الحرام يثبت بالحديث أيضا كما يدل حديث الباب۔(۱)

’’اور جان لو کہ فرض اور حرام کا ثبوت حدیثِ نبوی سے بھی ہو جاتا ہے، جیسا کہ مذکورہ حدیث اس امر پر دلالت کر رہی ہے۔‘‘

۵۔تشریع نہی

اس سے مراد وہ شرعی احکام ہیں جن کا حرام ہونا براہِ راست سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے، مثلاً آپ ﷺ نے مردوں پر ریشم اور سونے کا پہننا حرام قرار دے دیا۔ ارشاد فرمایا:

حرم لباس الحرير و الذهب على ذكور اُمتي۔(۲)

......۸۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۱۹، رقم: ۳۷۰۵

۹۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۴: ۱۲۹، رقم: ۲۵۰۸

۱۰۔ بیہقی، السنن الکبری، ۴: ۳۲۵، رقم: ۸۳۹۸

(۱) انور شاہ کشمیری، العرف الشذی، ۳۱۱

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۱۷، کتاب اللباس، رقم: ۱۷۲۰

۲۔ مقدسی، المغنی، ۱: ۳۴۴

۳۔ زیلعی، نصب الرایہ، ۴: ۲۲۳

←

”ریشم اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔“

۶۔ تشریعِ شہادت

اس سے مراد مقدمات میں عدالتی ضابطہ جات اور شہادات کے وہ قوانین ہیں جن کی تشریع (قانون سازی) براہِ راست سنتِ نبوی سے ثابت ہے، مثلاً اِرشادِ گرامی ہے:

البينة على المدعى و اليمين على المدعىٰ عليه۔(۱)

”مدعی پر دلیل پیش کرنا واجب ہے اور مدعا علیہ پر انکار کی صورت میں قسم واجب ہے۔“

۷۔ تشریعِ اِستثناء

اس سے مراد وہ استثنائی احکام ہیں جو براہ راست سنتِ نبوی ﷺ سے ثابت ہیں، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ ریشمی کپڑا پہننے کا اِستثنائی حکم

شریعتِ مطہرہ کی رُو سے مرد کے لئے ریشمی کپڑا پہننا حرام ہے، لیکن حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو کسی جسمانی عارضہ کے باعث ریشمی کپڑا پہننے کی خصوصی اِجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أن عبد الرحمن بن عوف و الزبير: شكوا إلى النبى ﷺ ...... يعنى القمل ...... فَأَرْخَصَ لهما فى الحرير، فرأيتُه عليهما فى غزاة۔(۲)

...... ۴۔ عسقلانی، تلخیص الحبیر، ۱: ۵۲

۵۔ شمس الحق، عون المعبود، ۱۱: ۷۳

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۳: ۶۲۶، کتاب الأحکام، رقم: ۱۳۴۱

۲۔ دارقطنی، السنن، ۴: ۱۵۷

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰: ۲۵۳

۴۔ شمس الحق، عون المعبود، ۱۰: ۲۳

(۲) بخاری، الصحیح، ۳: ۱۰۶۹، کتاب الجہاد والسیر، رقم: ۲۷۶۳

’’حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں جوئیں پڑنے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے انہیں ریشم پہننے کی اِجازت مرحمت فرمائی۔ پس میں نے غزوات کے دوران اُن دونوں کو ریشم پہنے دیکھا۔‘‘

اِسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے:

أن النبی ﷺ رخص لعبد الرحمن بن عوف و الزبیر رضی اللہ عنہما فی قمیص من حریر من حکة کانت بھما۔(۱)

’’نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو خارش کے سبب ریشمی کپڑا پہننے کی اجازت دی۔‘‘

۲۔ سونا پہننے کا استثنائی حکم

شریعت کا یہ حکم کہ سونے کا زیور پہننا مرد کے لئے حرام ہے، حضور ختمی مرتبت ﷺ کا عطا کردہ ہے اور یہ حکم قرآن مجید میں کہیں مذکور نہیں، لیکن حضور ﷺ کو یہ اِستثنائی اِختیار بھی حاصل تھا کہ آپ ﷺ اپنے اُمتیوں میں سے جس کسی کو چاہیں سونا پہننے کی اِجازت مرحمت فرما دیں۔ اِس ضمن میں کتبِ تاریخ و سیر میں سراقہ بن مالک کا واقعہ درج

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۰۶۹، کتاب الجهاد والسیر، رقم:۲۷۶۲، ۲۷۶۴

۲۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۱۹۶، کتاب اللباس، رقم:۵۵۰۱

۳۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۴۶، کتاب اللباس والزینه، رقم: ۲۰۷۶

۴۔ نسائی، السنن، ۸:۲۰۲، رقم:۵۳۱۱

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۲۷، رقم:۱۲۳۱۰

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۷۳، رقم:۱۳۹۱۲

۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲:۲۴۶، رقم:۵۴۳۰

۸۔ ابویعلی، المسند، ۶:۲۰، رقم:۳۲۴۹

۹۔ رویانی، المسند، ۲:۳۸۰، رقم:۱۳۵۵

۱۰۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۲۶۸، رقم:۵۸۷۰

ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ مکہ سے سفرِ ہجرت پر روانہ ہوئے تو کفار ومشرکینِ مکہ نے اِعلان کیا کہ جو کوئی (معاذ اللہ) آپ ﷺ کو گرفتار کر کے لائے گا اُسے ایک سو سرخ اُونٹ بطور انعام دیئے جائیں گے۔ انعام کے لالچ میں سراقہ آقائے دوجہاں ﷺ کی تلاش میں نکل پڑا اور گھوڑا سرپٹ دوڑاتے ہوئے اُس پتھریلے راستے کی طرف جا نکلا جدھر آپ ﷺ اپنے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جا رہے تھے۔ گھوڑے کے قدموں کی چاپ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو اُن کی نظر سراقہ پر پڑی اور وہ گھبرا گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! گھبراتے کیوں ہو؟ اُسے آنے دو۔ جب وہ قریب آیا تو حضور ﷺ نے پوچھا: سراقہ کس لئے آئے ہو؟ آپ ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ سراقہ کا گھوڑا گھٹنوں سمیت پتھریلی زمین میں دھنس گیا۔ وہ چیخ اُٹھا: میں غریب آدمی ہوں، اس لئے لالچ میں آ گیا تھا، مجھے معاف کر دیں، میں آپ صلی اللہ علیک وسلم کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں۔ اِس پر حضور ﷺ نے فرمایا: سراقہ! تم اپنے آپ کو غریب کہتے ہو، حالانکہ میں تمہارے بازوؤں میں کسریٰ ایران کے سونے کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔

روایت کے الفاظ ہیں:

و لما أراد الإنصراف، قال له: كيف بک يا سراقة إذا تسورت بسواری کسریٰ۔(۱)

''اور جب وہ رُخصت ہونے لگا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے سراقہ! اُس وقت تیری کیا شان ہوگی جب تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔''

بعض کتب میں یہ الفاظ منقول ہیں:

کیف بک إذا لبست سواری کسریٰ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ حلبی، إنسان العیون فی سیرۃ الامین المأمون، ۲: ۲۲۱

(۲) ۱۔ ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ۲: ۵۸۱

۲۔ نووی، تہذیب الاسماء واللغات، ۱: ۲۰۵، رقم: ۲۰۰

۳۔ عسقلانی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ۳: ۴۱، رقم: ۳۱۱۷

۴۔ مناوی، فیض القدیر، ۳: ۴۹۹

”تیری کیا شان ہوگی جب تو کسریٰ کے سونے کے کنگن پہنے گا!“

اس بات کو کئی سال گزر گئے حضور ﷺ کا وِصال ہو گیا اور خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلافت پر متمکن ہوئے ان کے عہدِ خلافت میں ایران فتح ہوا تو مسجد نبوی کے صحن میں مالِ غنیمت کے اَنبار لگ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مال کے ڈھیر میں کوئی چیز تلاش کرتے نظر آئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! کیا تلاش کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: شاہِ ایران کے سونے کے کنگن تلاش کر رہا ہوں اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ سفرِ ہجرت کے دوران میں میرے آقا ﷺ نے سراقہ سے فرمایا تھا کہ میں تیرے ہاتھوں میں کسریٰ ایران کے سونے کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔ اب یہ نہیں ہوسکتا کہ آقا ﷺ کی زبانِ حق ترجماں سے نکلی ہوئی کوئی بات غلط ہو جائے۔ مفتوحہ علاقے سے جو مال آیا ہے، اس میں یہ کنگن ضرور آئے ہوں گے۔ آپ یہ ذکر کر رہے تھے کہ ایک صحابی نے تین سونے کے کنگن نکال کر پیش کر دیئے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سراقہ بن مالک کو طلب فرمایا اور اُنہیں اپنے ہاتھوں سے سونے کے وہ کنگن پہنائے، جو ازروئے شرع کسی بھی دوسرے مرد کے لئے حرام ہیں۔(۱)

اِس ضمن میں امام شافعی کا کہنا ہے:

و إنما ألبسهما سراقة لأن النبی ﷺ قال لسراقة و أنظر إلی ذراعيه: کأنی بک قد لبست سواری کسریٰ۔(۲)

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو وہ دونوں (کنگن) پہنائے کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے سراقہ رضی اللہ عنہ کے بازو دیکھ کر فرمایا تھا: میں ان بازوؤں میں کسریٰ کے سونے کے کنگن پہنے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔“

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ بڑے فخر سے وہ طلائی کنگن زیب بازو کئے مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں خرامِ ناز سے چلتے اور کوئی انہیں روکنے والا اس لئے نہ ہوتا کہ خود آقا ﷺ نے یہ طلائی کنگن ان کے لئے حلال فرما دیئے تھے۔ اس سے یہ بات اَظہر من الشّمس ہے کہ جو

(۱) بیہقی، السنن الکبری، ۶: ۳۵۷، رقم: ۱۲۸۱۲

(۲) شافعی، الام، ۴: ۱۵۷

بات زبانِ مصطفیٰ ﷺ سے نکل گئی وہ حکمِ شریعت بن گئی۔

۱۹۔ تکوینی اِختیارات

اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، وہ جس شے کو چاہے امر کن سے عدم سے وجود میں لے آئے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَّقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ (۱)

’’(اس کے یہاں تو بس ارادہ کی دیر ہے) اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز (کو پیدا کرنے) کا ارادہ کرتا ہے اس سے کہتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے○‘‘

آیتِ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کی شانِ تکوین کا ذکر ہے۔ وہ اپنے مقرب اور برگزیدہ بندوں میں سے جسے چاہتا ہے مقامِ تکوین پر فائز فرماتا ہے۔ لفظ کُنْ کے ذریعے جو کہا جاتا ہے اِذنِ الٰہی سے وہی ہو جاتا ہے۔ مقبولانِ بارگاہِ اِلٰہی کی اس صفت سے شرک لازم نہیں آتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ذاتی، اور اس کے ان بندوں کی عطائی ہوتی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو جہاں اپنے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائیں وہیں آپ ﷺ کو تصرف و تکوین کے لامحدود اختیارات سے بھی نوازا۔ متعدد احادیث مبارکہ میں حضور ﷺ مقامِ تکوین پر جلوہ گر نظر آتے ہیں، ان میں سے بعض کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

۱۔ ایک لڑکی کا قبر میں زندہ ہونا

حضور رحمتِ عالم ﷺ کو یہ گوارا نہیں تھا کہ کوئی شخص جسے اسلام کی دعوت دی گئی اور اس نے ایمان لانا کسی چیز کے ساتھ مشروط کر دیا تو وہ شرط پوری نہ ہونے کے باعث دولتِ ایمان سے محروم رہ جائے، چنانچہ بہت سی روایات اس پر شاہد ہیں کہ حضور نبی اکرم

---

(۱) القرآن، یٰسین، ۳۶:۸۲

ﷺ نے اپنی نبوت کی تصدیق کے لئے اشجار سے اپنی رسالت کی گواہی دلانے اور پتھروں سے کلمہ پڑھوانے جیسے معجزات اتمامِ حجت کے لئے دکھلائے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو دعوتِ اسلام دی تو اس نے کہا کہ میں اس وقت تک اسلام قبول نہیں کروں گا جب تک آپ میری فوت شدہ بچی کو زندہ نہ کر دیں، پس حضور ﷺ اس بچی کی قبر پر تشریف لے گئے اور اسے آواز دی۔ وہ بچی قبر میں بول اٹھی اور کہا:

لبیک و سعدیک!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیك وسلم! میں حاضر ہوں اور سب سعادتیں آپ کے لئے ہیں۔''

آپ ﷺ نے اس بچی سے پوچھا: کیا تو دنیا میں واپس آنا چاہتی ہے؟ تو اس نے عرض کیا:

لا، و اللہ یا رسول اللہ! إنی وجدت اللہ خیراً لی من أبوی و وجدت الآخرۃ خیراً لی من الدنیا۔(۱)

''نہیں، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیك وسلم! خدا کی قسم میں نے اللہ کو اپنے حق میں اپنے والدین سے بہتر اور آخرت کو دنیا سے بہتر پایا۔''

۲۔ مردہ کا کلام کرنا

حضور رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میری امت میں سے ہی ایک شخص بعد از

(۱) ۱۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۵۷۷
۲۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۷: ۶۱
۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۳۶۹
۴۔ نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین: ۴۲۲
۵۔ قاضی عیاض، الشفا، ۱: ۲۱۱

وفات کلام کرے گا۔

۱۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

یکون فی أمتی رجل یتکلم بعد الموت۔(۱)

''میری امت میں ایک شخص ہوگا جو بعد اَز موت کلام کرے گا۔''

حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر افراد نے اپنی وفات کے بعد کلام کیا۔

امام حلبیؒ فرماتے ہیں:

و منها إخباره ﷺ أن رجلا من أمته یتکلم بعد الموت فکأن کذلک و هو زید بن حارثة و تکلم غیره أیضا۔(۲)

''حضور ﷺ کے معجزات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے خبر دی کی میری امت میں سے کوئی شخص بعداز وفات کلام کرے گا پس ایسا ہی ہوا اور وہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے علاوہ بھی کئی نے بعد از وفات کلام کیا۔''

۲۔ حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ نے بھی بعد از وفات کلام کیا۔

ان زید بن خارجة تکلم بعد الموت (۳)

''حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے بعد کلام کیا۔''

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۶:۷۲، رقم: ۵۸۲۶
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۹۱

(۲) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۳۶۹

(۳) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۱:۳۳۶، رقم: ۱۰۵۹
۲۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۲: ۵۴۷، رقم: ۸۴۴
۳۔ عسقلانی، الاصابہ، ۲: ۳۶۷، رقم: ۲۳۵۱

۳۔ اس حوالے سے ایک اور روایت ہے، جس میں حضرت زید بن خارجہ بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے منقول ہے:

زيد بن خارجه بن أبى زهير الخزرجى الأنصارى شهد بدرا، توفى زمان عثمان هو الذى تكلم بعد الموت۔(۱)

''حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر میں حصہ لیا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں فوت ہوئے، انہوں نے بعد اَز مرگ کلام بھی کیا۔''

۳۔ ذبح شدہ بکری کا زندہ ہونا

ایک دن جاں نثارِ مصطفیٰ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعوت کا شرف حاصل کیا۔ اُنہوں نے اِس دعوت میں ایک بکری ذبح کی۔ جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھانا تناول کر چکے تو آخر میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح ہونے والی بکری کی ہڈیاں اکٹھی کیں، اُن پر کچھ پڑھا تو وہ بکری زندہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

و كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لهم: كلوا و لا تكسروا عظما، ثم انه جمع العظام فى وسط الجفنة، فوضع يده عليها، ثم تكلم بكلام لم أسمعه، فإذا الشاة قد قامت تنفض أذنيها، فقال لى: خذ شاتک، فأتيت إمرأتى، فقالت: ما هذا؟ قلت: هذه و الله شاتنا

(۱) ا۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۳: ۳۸۳، رقم: ۱۲۸۱
۲۔ ابن حبان، الثقات، ۳: ۱۳۸، رقم: ۴۶۰
۳۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۳: ۳۵۳، رقم: ۷۴۷
۴۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۰: ۶۰
۵۔ عسقلانی، الاصابہ، ۸: ۱۴۸، رقم: ۱۱۸۳۵

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

ذبحنا، دعا اللہ فأحیاھا لنا، قالت : أشھد أنه رسول اللہ ﷺ۔(۱)

’’حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کرتے: کھاؤ مگر ہڈیاں مت توڑو، بعد میں ہڈیوں کو بڑے برتن میں جمع کیا گیا، حضور ﷺ نے ان پر ہاتھ مبارک رکھا اور کچھ پڑھا جس کو میں نہ سن سکا، پھر اچانک بکری کان جھاڑتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی بکری لے لو، میں وہ بکری لے کر گھر آیا تو میری بیوی نے حیرانی سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ میں نے جواباً کہا کہ یہ وہی بکری ہے جو ہم نے ذبح کی تھی، حضور ﷺ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اسے دوبارہ زندہ کر دیا۔ اس پر وہ بولی: ’’میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔‘‘

۴۔ لکڑی کی شاخ کا تلوار بننا

غزوۂ بدر میں حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ بن محصن کی تلوار دورانِ جنگ ٹوٹ گئی تو وہ آقائے نامدار ﷺ کی خدمتِ اقدس میں آ کر عرض پرداز ہوئے: یا رسول اللہ! میری تلوار ٹوٹ گئی ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے اپنے اس جاں نثار صحابی کو درخت کی ایک خشک شاخ عطا فرما دی۔

’’جب انہوں نے آپ ﷺ سے وہ چھڑی لے کر فضا میں لہرائی تو وہ لوہے کی انتہائی مضبوط اور چمکدار تلوار بن گئی، حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ اس سے لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ اس تلوار کا نام ’عود‘ تھا۔‘‘(۲)

---

(۱) ۱۔ نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین : ۴۲۱
۲۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۵۷۸
۳۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۷: ۶۶
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۱۰۹
۵۔ الخصائص الکبریٰ، ۲: ۱۱۲

(۲) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۳: ۱۸۵

←

اس طرح کی متعدد روایات کتب حدیث میں مذکور ہیں۔

۵۔ اُحد پہاڑ کا وجد میں آنا

ایک دن تاجدار کائنات ﷺ اپنے تین جلیل القدر صحابہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی معیت میں احد پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ پہاڑ اپنے بخت رسا پر وجد میں آ گیا۔ اتنی عظیم ہستیوں کی موجودگی کے احساس نے اسے اتنا بے خود بنا دیا کہ عالمِ وجد میں اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اس پر تاجدارِ کائنات ﷺ نے اپنے قدم مبارک سے اسے چمکارا اور ارشاد فرمایا: اے جبلِ احد! ٹھہر جا کہ تیرے اوپر نبی، صدیق اور شہید جلوہ گر ہیں۔(۱)

۶۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما پر آگ کا ٹھنڈا ہونا

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مشرکین نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو آگ میں ڈالا تو حضور ﷺ کا ادھر سے گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور یوں فرمانے لگے:

یا نار کونی بردا و سلاما علی عمار کما کنت علی إبراهیم۔

.... ۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۱۸۸

۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۴۲۹

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳: ۲۹۰

۵۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۱: ۴۱۱

۶۔ نووی، تہذیب الاسماء واللغات، ۱: ۳۱۰

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۴۸، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۳۴۸۳

۲۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۴۴، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۳۴۴۴

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۲۴، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۹۷

۴۔ ابو داؤد، السنن، ۴: ۲۱۲، کتاب السنہ، رقم: ۴۶۵۱

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۱۲، ۱۲۱۲۷

’’اے آگ عمار پر ایسے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا جیسے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہو گئی تھی۔‘‘(۱)

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے لئے وہ آگ گل و گلزار میں تبدیل ہو گئی۔

۷۔ کھجور کے خشک تنے کا گریہ و زاری کرنا

استن حنانہ کا واقعہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکوینی شان کا مظہر ہے۔ اُس ستون کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت اس طرح ہے:

كان النبي صلى الله عليه وسلم يخطب إلى جذع، فلما اتخذ المنبر تحوّل إليه فحن الجذع، فأتاه فمسح يده عليه۔(۲)

’’رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کھجور کے تنے کے ساتھ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ جب منبر تیار ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسے چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ اُس تنے نے رونا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے پاس تشریف لے گئے اور اُس پر دستِ شفقت رکھا۔‘‘

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما تنے کی کیفیت بیان کرتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۲۴۸

۲۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۴۴۳

۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۱۳۴

۴۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۸۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۱۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۹۰

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۹۴، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۲۷

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۴۳۵، رقم: ۶۵۰۶

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۱۹۵، رقم: ۵۴۸۹

فصاحت النخله صياح الصبی، ثم نزل النبی ﷺ فضمها إليه، تئن أنين الصبی الذی يسکن۔(۱)

''کھجور کے تنے نے بچوں کی طرح گریہ و زاری شروع کر دی تو حضور ﷺ منبر سے اُتر کر اُس کے قریب کھڑے ہو گئے اور اُسے اپنی آغوش میں لے لیا، اس پر وہ تنا بچوں کی طرح سسکیاں لیتا خاموش ہوگیا۔''

حضرت انس بن مالک اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اُس تنے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فسمعنا لذالک الجذع صوتا کصوتِ العشار، حتی جاء النبی ﷺ فوضع يده عليها فسکنت۔(۲)

''ہم نے اُس تنے کے رونے کی آواز سنی، وہ اُس طرح رویا جس طرح کوئی اُونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے تشریف لا کر اُس پر اپنا دستِ شفقت رکھا اور وہ خاموش ہوگیا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

لولم أحتضنه لحن إلی يوم القيامة۔(۳)

''اگر آپ ﷺ اس ستون کو بانہوں میں لے کر چپ نہ کراتے تو قیامت تک

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۱۴، رقم: ۳۳۹۱
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۹۵، رقم: ۵۴۸۹
(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۱۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۹۲
۲۔ دارمی، السنن، ۱:۳۰، رقم: ۳۴
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۹۵، رقم: ۵۴۸۷
۴۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ۱:۲۵۳
۵۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱:۹۸
(۳) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۴۵۴، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنہ فیہا، رقم: ۱۴۱۵
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۶۳

←

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

روتا رہتا۔‘‘

یہ آپ ﷺ کی پشتِ اقدس کے لمس کا اثر تھا کہ ایک بے جان اور بے زبان لکڑی میں آثارِ حیات نمودار ہوئے جس کا حاضرینِ مجلس نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔

۸۔ ایک گستاخِ رسول کا چہرہ بگڑنا

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان فلان يجلس إلى النبي ﷺ فإذا تكلم النبي ﷺ بشيء اختلج وجهه، فقال له النبي ﷺ: كن كذلك فلم يزل يختلج حتى مات۔(۱)

’’فلاں شخص (حکم بن ابی العاص) حضور ﷺ کے پاس بیٹھتا، حضور ﷺ جب کلام فرماتے تو وہ اپنا چہرہ بگاڑتا، حضور ﷺ نے اسے فرمایا: ایسا ہی ہو جا، تو مرتے دم تک اس کا چہرہ بگڑا رہا۔‘‘

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

ایک اور روایت میں یہ واقعہ اس طرح مذکور ہے کہ حکم بن عاص نے تضحیک کے طور پر حضور ﷺ کے چلنے کی نقل اتاری۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

...... ۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۱۹، رقم: ۳۱۷۴۶
۴۔ ابویعلی، المسند، ۶: ۱۱۴، رقم: ۳۳۸۴
۵۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۳۹۶، رقم: ۱۳۳۶

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۶۷۸، رقم: ۴۲۴۱
۲۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۳۷
۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۱۳۲
۴۔ ابونعیم، دلائل النبوہ، ۱: ۳۷
۵۔ عسقلانی، الاصابہ، ۲: ۱۰۵

کن کذلک۔ فکان یرتعش حتی مات۔(۱)

''ایسا ہی ہو جا، تو مرتے دم تک اس پر رعشہ طاری رہا۔''

مذکورہ بالا روایات اس بات کی شہادت فراہم کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو خالقِ کائنات نے تکوینی اختیارات عطا فرمائے تھے۔ آپ ﷺ کی زبان حق ترجمان سے جو بات نکل جاتی وہ پوری ہو کر رہتی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کے مقامِ تکوین کو کیا خوب بیان کیا ہے:

وہ زباں جس کو سب 'کُنْ' کی کنجی کہیں
اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

۲۰۔ ہوائے نفس سے حفاظت

اللہ ﷻ نے انسانی قالب میں عقل، قلب اور روح کی طرح نفس کو بھی ایک مستقل جوہر کے طور پر پیدا فرمایا ہے۔ اسی نفس کے بارے میں قرآن فرماتا ہے:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ۔(۲)

''بے شک نفس تو برائی کا بہت ہی حکم دینے والا ہے سوائے اس کے جس پر میرا رب رحم فرما دے۔''

عام انسان کا نفس جو نفسِ امّارہ ہے اسے برائی پر اکساتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے کچھ بندوں کا نفس اس خصلت سے پاک ہوتا ہے، وہ انہیں اس کے برعکس نیکی کا مشورہ دیتا ہے، اسے نفسِ مطمئنہ کہا جاتا ہے۔ انبیاء علیھم السلام کے نفوسِ قدسیہ یقیناً اسی درجہ پر فائز ہوتے ہیں اور ان کے توسل سے اولیاء کو بھی یہ مقامِ عطا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضور نبیِّ اکرم ﷺ کی ذات جس طرح شیطانی حملوں سے محفوظ تھی اسی طرح نفسانی خواہشات و

(۱) نبہانی، جواہر البحار، ۳:۱۹

(۲) القرآن، یوسف، ۱۲:۵۳

ملذّات سے بھی پاک اور مبرا تھی۔ آپ ﷺ اپنی ذاتی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے تھے اور آپ ﷺ کے فرمودات پر شیطانی اور نفسانی اثرات کا شائبہ تک نہ ہوتا۔ اسی لئے علمائے تحقیق کا کہنا ہے کہ حضور ﷺ کی زبانِ حق ترجمان سے نکلے ہوئے اِرشادات احکامِ شریعت اور اوامر و نواہی کا اسی طرح ماخذ ہیں جس طرح قرآنی احکام چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى ○ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى ○ عَلَّمَهٗ شَدِيۡدُ الۡقُوٰى ○ (۱)

''اور وہ اپنی (یعنی نفس کی) خواہش سے بات ہی نہیں کرتے ○ وہ تو وہی فرماتے ہیں جو (اللہ کی طرف سے) ان پر وحی ہوتی ہے ○ اُن کو سکھایا زبردست قوت والے نے ○''

حضور سید عالم ﷺ سے یہ اعلان بھی کرایا گیا کہ میں تو صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جو وحی الٰہی ہوتی ہے اور میرا کوئی قول یا عمل میری اپنی خواہش کے تابع نہیں ہوتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَالَ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا ائۡتِ بِقُرۡاٰنٍ غَيۡرِ هٰذَاۤ اَوۡ بَدِّلۡهُ ؕ قُلۡ مَا يَكُوۡنُ لِىۡۤ اَنۡ اُبَدِّلَهٗ مِنۡ تِلۡقَآئِ نَفۡسِىۡ ۚ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوۡحٰۤى اِلَىَّ ۚ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّىۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ○ (۲)

''وہ لوگ جو ہم سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ اس (قرآن) کے سوا کوئی اور قرآن لے آیئے یا اسے بدل دیجئے۔ (اے نبیِ مکرم!) فرما دیجئے: مجھے حق نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں میں تو فقط جو میری طرف وحی کی جاتی ہے (اس کی) پیروی کرتا ہوں، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بیشک میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں ○''

(۱) القرآن، النجم، ۵۳: ۳۔۵

(۲) القرآن، یونس، ۱۰: ۱۵

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی سیرتِ مطہرہ اس پر شاہد عادل ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی نجی زندگی میں بھی کبھی کوئی بات خلافِ حق یا خلافِ واقعہ نہیں کہی، ہر حال میں آپ ﷺ کے اقوال و افعال اللہ تعالیٰ کی متعین کردہ حدود کے اندر رہے۔ آپ ﷺ مزاحاً بھی کوئی بات فرما دیتے تو اس میں بھی کوئی پہلو خلافِ واقعہ نہ ہوتا، آپ ﷺ کے مزاح سے شگفتہ مزاجی کا اظہار ہوتا تھا اور اس میں بھی شائستگی اور تہذیب کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹتا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! إنک تداعبنا۔

''یا رسول اللہ! کبھی کبھار آپ ہم سے مزاح بھی فرما لیتے ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

إنی لا أقول إلا حقا۔(۱)

''بلاشبہ میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرا معمول تھا کہ جو کچھ حضور ﷺ کی زبان مبارک سے سنتا اسے قلم بند کر لیتا تاکہ وہ محفوظ رہے۔ قریش کے کچھ لوگوں نے اس پر ازرہِ اعتراض کہا کہ رسول اللہ ﷺ بھی آخر انسان ہیں، ممکن ہے آپ ﷺ کبھی بتقاضائے بشریت کوئی ایسی بات کہہ دیتے ہوں جو غصے میں آپ ﷺ کی زبان پر آ جاتی ہو۔ اس پر میں نے ہر بات لکھنے کا معمول ترک کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد میں

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۳۵۷، کتاب البر والصلہ، رقم: ۱۹۹۰
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۴۰، رقم: ۸۴۶۲
۳۔ بخاری، الادب المفرد، ۱: ۱۰۲، رقم: ۲۶۵
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰: ۲۴۸
۵۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۸: ۳۰۵، رقم: ۸۷۰۶
۶۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۱۷

نے اس بات کا ذکر حضور ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے اپنے دہنِ اقدس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

أکتب، فو الذی نفسی بیده! ما یخرج منه إلا الحق۔ (۱)

’’تم لکھتے رہو، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میری زبان سے کلمۂ حق کے سوا کبھی کوئی بات نہیں نکلتی۔‘‘

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے ہر قول مبارک کی طرح آپ ﷺ کا ہر عمل بھی وحی الٰہی کے تابع تھا۔ آپ ﷺ اپنی ذاتی خواہش سے کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ آپ ﷺ اپنے قول کی طرح فعل کے اعتبار سے بھی معصوم عن الخطاء تھے۔

قرآن میں آپ ﷺ سے کہلوایا گیا:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ ۔(۲)

’’آپ فرما دیجئے کہ میں کوئی نیا رسول (تو) نہیں آیا (مجھ سے پہلے بھی پیغمبر گزر چکے ہیں)، میں (ازخود یہ) نہیں جانتا کہ مجھے کن حالات سے گزرنا ہے اور تم کو کن حالات سے، مجھ کو تو اُس وحی کی اِتباع کرنا ہے جو میری طرف آتی ہے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۱۸، کتاب العلم، رقم: ۳۶۴۶
۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۳۱۳، رقم: ۲۶۴۲۸
۳۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۱۸۷، رقم: ۳۵۹
۴۔ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴: ۲۴۷
۵۔ مزی، تہذیب الکمال، ۳۱: ۳۸
۶۔ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ۱: ۷۱
(۲) القرآن، الاحقاف، ۴۶: ۹

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو ہر طرح کی بے راہروی اور گمراہی سے محفوظ کر دیا گیا، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

وَ النَّجۡمِ اِذَا ھَوٰیO مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَ مَا غَوٰیO (۱)

''قسم ہے ستارے (یعنی نورمبین) کی جب وہ (معراج سے) اترا O تمہارا رفیق (اللہ کا رسول) نہ بہکا اور نہ راہ سے بے راہ ہواO''

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی ذات کے حوالے سے ہر اس عمل کو خارج از امکان قرار دیا گیا جس سے آپ ﷺ کے کردار پر حرف آ تا۔ قرآن حکیم کے مطالعہ سے ایک بات کا خصوصیت کے ساتھ پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ اپنی پوری زندگی صراطِ مستقیم پر گامزن رہے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ ﷺ نے اس سے سرِ مو انحراف کیا ہو۔ آپ ﷺ کی سیرت و کردار کے اس پہلو کا ذکر درج ذیل ارشادات ربانی میں کیا گیا ہے:

۱۔ فَاسۡتَمۡسِکۡ بِالَّذِیۡ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ اِنَّکَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍO (۲)

''پس آپ اس کو جو آپ کی طرف وحی کیا گیا مضبوط پکڑے رہیں بیشک آپ صراطِ مستقیم پر ہیںO''

۲۔ فَلِذٰلِکَ فَادۡعُ وَاسۡتَقِمۡ کَمَا اُمِرۡتَ وَلَا تَتَّبِعۡ اَھۡوَاءَھُمۡ وَ قُلۡ اٰمَنۡتُ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنۡ کِتٰبٍ وَ اُمِرۡتُ لِاَعۡدِلَ بَیۡنَکُمۡ۔ (۳)

''پس (آپ ان کا خیال نہ فرمائیں) آپ ان کو اسی (دینِ حق) کی طرف بلاتے رہیے اور (حسبِ معمول) آپ اسی پر قائم رہیے جیسا کہ آپ کو حکم ملا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجئے، اور فرما دیجئے کہ میں تو ہر کتاب پر جو

(۱) القرآن، النجم، ۵۳:۱،۲

(۲) القرآن، الزخرف، ۴۳:۴۳

(۳) القرآن، الشوریٰ، ۴۲:۱۵

اللہ نے اتاری ہے ایمان رکھتا ہوں اور مجھ کو اس کا حکم ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو مطاعِ مطلق بنایا اور آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا، اس بنا پر آپ ﷺ کے ہر قول وعمل کی محافظت ونگرانی کی گئی اور آپ ﷺ کی ذات سے کسی خطا ونافرمانی کا صادر ہونا خارج از امکان قرار دیا گیا۔

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے اقوال و افعال کی عصمت سے مراد ہے کہ آپ ﷺ معصوم عن الخطا تھے۔ قرآن حکیم کی درج ذیل آیہ کریمہ بڑی وضاحت سے اس بات پر دلالت کرتی ہے:

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْکَ وَ رَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْکَ ط وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَکَ مِنْ شَیْءٍ۔(۱)

''اور (اے حبیب!) اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت نہ ہوتی تو ان (دغابازوں) میں سے ایک گروہ یہ اِرادہ کر چکا (تھا) کہ آپ کو بہکا دیں، جبکہ وہ محض اپنے آپ کو ہی گمراہ کر رہے ہیں اور آپ کا تو کچھ بگاڑ ہی نہیں سکتے۔''

۲۱۔ شیطان سے حفاظت

جب ابلیس نے تمرّد و اِنحراف کی راہ اختیار کی اور اس کے نتیجے میں اسے مردود و ملعون بنا کر راندۂ درگاہ کر دیا گیا تو اس نے برملا اسی موقع پر حلف اُٹھا کر اپنے اس عزم مذموم کا اظہار کیا کہ وہ بنی نوع انسان کو گمراہ کر کے چھوڑے گا۔ ابلیس کے اس ارادے کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح موجود ہے:

قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ ○ إِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ

(۱) القرآن، النساء، ۴:۱۱۳

الْمُخْلَصِيْنَ○ (۱)

’’(شیطان) بولا: تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا○ سوائے تیرے اُن برگزیدہ بندوں کے جو (میرے اور نفس کے فریبوں سے) خلاصی پا چکے ہیں○‘‘

اسی طرح ایک اور مقام پر شیطان کے اس عزم کا بیان ہے:

قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِيْ لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ○ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ○ (۲)

’’ابلیس نے کہا: اے پروردگار! اس سبب سے جو تو نے مجھے گمراہ کیا میں (بھی) یقیناً ان کے لئے زمین میں (گناہوں اور نافرمانیوں) کو خوب آراستہ و خوشنما بنا دوں گا اور ان سب کو ضرور گمراہ کر کے رہوں گا○ سوائے تیرے اُن برگزیدہ بندوں کے جو (میرے اور نفس کے فریبوں سے) خلاصی پا چکے ہیں○‘‘

مذکورہ بالا آیات سے واضح ہے کہ شیطان نسلِ اِنسانی کو راہِ ہدایت سے بھٹکانے اور ضلالت و گمراہی کے گڑھوں میں دھکیلنے کی ناپاک سعی کر رہا ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ طرح طرح کے حربے استعمال کرتا ہے۔ قرآن میں اس کا ذکر یوں آیا ہے:

قَالَ فَبِمَآ أَغْوَيْتَنِيْ لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ○ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ أَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِيْنَ○ (۳)

’’اس (ابلیس) نے کہا: پس اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے (مجھے قسم

(۱) القرآن، ص، ۳۸: ۸۲، ۸۳

(۲) القرآن، الحجر، ۱۵: ۳۹، ۴۰

(۳) القرآن، الاعراف، ۷: ۱۶، ۱۷

ہے کہ)میں (بھی) ان (افرادِ بنی آدم کو گمراہ کرنے) کے لیے تیری سیدھی راہ پر ضرور بیٹھوں گا (تا آنکہ انہیں راہِ حق سے ہٹا دوں)o پھر میں یقیناً ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے ان کے پاس آؤں گا اور (نتیجتًا) تو ان میں سے اکثر لوگوں کو شکر گزار نہ پائے گا o''

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور مقبول و منتخب بندے شیطان کے جال میں نہیں آسکتے کیونکہ وہ **اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ** (سوائے تیرے اُن برگزیدہ بندوں کے جو (میرے اور نفس کے فریبوں سے) خلاصی پا چکے ہیں) کے تحت شیطانی گمراہی سے محفوظ و مامون ہوتے ہیں۔ اُنہی بندگانِ خدا کے بارے قرآن فرماتا ہے :

اِنَّهٗ لَيۡسَ لَهٗ سُلۡطٰنٌ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ○(۱)

''بیشک اسے ان لوگوں پر کچھ(بھی)غلبہ حاصل نہیں ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیںo''

قرآنی شہادت کے مطابق اگرچہ تمام مقربانِ خدا شیطان لعین کے حملوں سے محفوظ و مامون کر دیئے گئے ہیں مگر حفاظت کا جو اہتمام اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے لئے کیا وہ کسی اور کے لئے نہیں کیا گیا۔ اس سلسلے میں خالقِ کائنات نے جو حفاظتی اِقدامات فرمائے ان میں واقعۂ شقِ صدر خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔

حضور ﷺ کی عمر مبارک کا تیسرا یا چوتھا سال تھا کہ آپ ﷺ کا پہلا شق صدر ہوا۔ ملائکہ نے انگلی کے اشارے سے آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا اور خون کی ایک پھٹکی نکالی اور یہ کہہ کر اسے الگ کر دیا:

هذا حظ الشيطان منک۔(۲)

---

(۱) القرآن، النحل، ۱۶:۹۹

(۲) ا۔ مسلم، الصحیح، ۱:۱۴۷، کتاب الایمان، رقم: ۱۶۲

←

’’(اے اللہ کے محبوب !) یہ شیطان کا حصہ ہے۔‘‘

پھر ملائکہ نے اس کی جگہ مشیتِ ایزدی کے مطابق علم و عرفان اور حکمت و بصیرت کے نورانی موتی بھر دیئے، قلب انور کو آبِ زمزم سے دھویا اور اُسے سینہ مبارک کے اندر رکھ کر بند کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں خوف زدہ ہو گئی اور آپ ﷺ کو بلا تاخیر آپ ﷺ کی والدہ کے پاس لے گئی۔ وہ اُنہیں اپنے درمیان پا کر متحیر ہوئیں اور کہا: حلیمہ تمہیں تو اسے اپنے پاس رکھنے کا بہت شوق تھا۔ اچانک تم میرے بیٹے کو چھوڑنے کیوں آ گئی ہو؟ وہ کہنے لگیں: ’’کچھ ایسے واقعات پیش آئے ہیں جن سے اندیشہ ہوا کہ کہیں ہمارے اس بیٹے کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔‘‘

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کہنے لگیں: حلیمہ مجھے سچ سچ بتاؤ کہ اصل ماجرا کیا ہے؟ ان کے اصرار پر حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے جو کچھ واقعہ ہوا تھا من وعن بیان کر دیا۔ وہ فرمانے لگیں:

كلا! و الله ما للشيطان عليه من سبيل، و إن لبنى لشأنا، أفلا أخبرک خبره، قالت: قلت بلى، قالت: رأيت حين حملت به، أنه خرج منى نور أضاء لى قصور بصرى من أرض الشام ثم حملت به فوالله مارايت من حمل قط كان اخف ولا أيسر منه، و وقع حين ولدته وانه لواضع يديه بألارض، رافع رأسه الى

------ ۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۴۲، رقم: ۶۳۳۴

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۴۹، رقم: ۶۳۳۶

۴۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۱: ۳۳۰، رقم: ۶۵۸

۵۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۶۷۵، رقم: ۳۹۴۹

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۸۸، رقم: ۱۴۱۰۱

۷۔ ابو یعلی، المسند، ۶: ۱۰۸، رقم: ۳۳۷۴

السماء۔(۱)

’’تمہیں اُن ﷺ کے بارے میں شیطان کا اندیشہ ہے۔ خدا کی قسم! شیطان ان کے پاس نہیں پھٹک سکتا، میرے بیٹے کی شان ہی نرالی ہے، کیا تمہیں اس کا حال بتاؤں؟ میں نے کہا ضرور۔ آپ فرمانے لگیں جب میں امید سے تھی تو میں نے خواب دیکھا کہ میرے اندر سے ایک ایسا نور برآمد ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے۔ بخدا اس دوران مجھے آپ ﷺ کا پیٹ میں اٹھانا اتنا آسان اور ہلکا محسوس ہوتا تھا کہ کبھی کسی عورت کو نہ ہوا ہوگا اور پیدائش کے وقت آپ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے اور سر مبارک آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔‘‘

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر ایک کے ساتھ شیطان لگا دیا گیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ازرہِ استفسار عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیك وسلم! آپ کے ساتھ بھی؟

اس پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جواباً فرمایا:

و إياى، إلا أن الله أعانني عليه فأسلم، فلا يأمرني إلا بخير۔(۲)

---

(۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۱:۳۰۲

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۲۱٦۷، ۲۱٦۸، کتاب صفۃ القیامہ والجنۃ والنار، رقم:۲۸۱۴

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۹۷، رقم:۳۷۷۹

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۳۲٦، رقم:٦۴۱٦

۴۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۱:۳۳۰، رقم:٦۵۸

۵۔ بزار، المسند، ۵:۲۵۴، رقم:۱۸۷۱

٦۔ ابویعلی، المسند، ۹:۷۷، رقم:۵۱۴۳

۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۷:۳۰۹، رقم:۷۲۲۲

۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰:۴۲۱، رقم:۱۰۱۷

’’ہاں، میرے ساتھ بھی، لیکن ربِ کائنات نے اُس کے مقابلے میں میری مدد و نصرت فرمائی، پس وہ مسلمان ہوگیا اور مجھ سے خیر کے سوا کوئی دوسری بات نہیں کہتا۔‘‘

کتبِ احادیث میں ایسی متعدد روایات ہیں جن سے مترشح ہے کہ مختلف جنات و شیاطین مکروفریب کا جال پھیلا کر آپ ﷺ کو اپنا نشانہ بنانا چاہتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص لطف و کرم سے ان کے حملوں اور مکارانہ چالوں سے آپ ﷺ کو محفوظ رکھا۔ چند روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ عن أنس رضی اللہ عنہ أن النبی ﷺ کان ساجدا بمکة، فجاء إبلیس فأراد أن یطأ علی عنقه، فنفخه جبریل نفخة بجناحه فما استوت قدماه علی الأرض حتی بلغ الأردن۔(۱)

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی اکرم ﷺ مکہ میں حالت سجدہ میں تھے کہ ابلیس آپ ﷺ کی گردن روندنے کے ارادے سے آیا، پس جبرئیل امین نے ایک زور دار پھونک ماری جس سے اس کے پاؤں زمین پر نہ ٹھہر سکے اور وہ اُردن میں جا گرا۔‘‘

۲۔ عن أبی التیاح قال: قلت لعبد الرحمن بن خنبش التمیمی ...... کیف صنع رسول اللہ ﷺ لیلة کادته الشیاطین؟ فقال: إن الشیاطین تحدرت تلک اللیلة علی رسول اللہ ﷺ من الأودیة و الشعاب، و فیھم شیطان بیده شعلة نار، یرید أن یحرق بھا وجه رسول اللہ ﷺ، فھبط إلیه جبریل علیہ السلام فقال: یا محمد! قل۔ قال: ما أقول؟ قال: قل: أعوذ بکلمات اللہ التامة من شر ما خلق و

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳: ۱۷۶، رقم: ۲۸۴۷
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۲۹
۳۔ ابن حبان، العظمہ، ۵: ۱۶۷۵، رقم: ۱۱۱۷۳۷

ذرأ و برأ، ومن شرما ينزل من السماء و من شرما يعرج فيها، و من شر فتن الليل و النهار، و من شر كل طارق إلاطارقاً يطرق بخير يا رحمان۔ قال: فطُفئت نارهم و هزمهم الله تبارک و تعالیٰ ۔(۱)

''ابو تیاح سے روایت ہے کہ انہوں نے عبدالرحمٰن بن خنبش سے پوچھا: ...... رسول اللہ ﷺ نے شیاطین کے ساتھ کیا سلوک کیا جس رات انہوں نے آپ ﷺ کو دھوکا دینا چاہا؟ تو (ابي التياح نے) فرمایا: اس رات پہاڑوں اور وادیوں سے شیاطین آئے جو رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں تھے، ان میں سے ایک شیطان کے ہاتھ میں آگ کا شعلہ تھا جس سے وہ رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور کو جلانا چاہتا تھا، پس آپ ﷺ کے پاس جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور کہا: اے محمد! فرمایئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: میں کیا کہوں؟ انہوں نے کہا: آپ فرمایئے: اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کی بدولت میں پناہ مانگتا ہوں اس کی مخلوق کی برائی سے جو اس نے پیدا کی، اور اس برائی سے جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اور اس سے جو آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے، اور دن رات کے فتنوں کی برائی سے، اور رات کے وقت آنے والے کی برائی سے مگر وہ جو خیر کے ساتھ رات کو آئے، اے رحم کرنے والے! پس ان شیاطین کی آگ بجھ گئی اور اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ہزیمت سے دو چار کیا۔''

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے مطابق حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن عفريتاً من الجن تفلّت عليّ البارحة ليقطع عليّ الصلاة

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۱۹

۲۔ ابن عبد البر، التمہید، ۲۴: ۱۱۳، ۱۱۴

۳۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۲: ۳۰۳، رقم: ۲۴۸۲

فأمكنني الله منه، فأردت أن أربطه إلى سارية من سواري المسجد، حتى تصبحوا و تنظروا اليه كُلّكم، فذكرت قول أخي سليمان: رب اغفرلي و هب لي ملكا لا ينبغي لأحد من بعدي۔ فرده خاسئاً۔(۱)

’’گذشتہ رات ایک بہت بڑا شیطان میرے پاس آیا تاکہ وہ میری نماز توڑ دے پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر غلبے کی طاقت عطا فرمائی، اور میں نے ارادہ کیا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں تاکہ (اے صحابہ) تم سارے کے سارے اسے دیکھو۔ پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آئی: **رب هب لي ملكا لا ينبغي لاحد من بعدي** (یا رب! مجھے وہ سلطنت عطا فرما کہ میرے بعد ویسی کسی کو حاصل نہ ہو)، سو اللہ نے اسے ناکام ونامراد واپس کیا۔‘‘

شیطان لعین کو خدا کی طرف سے ڈھیل دی گئی ہے، اُسے اختیار ہے کہ وہ دنیا کی ہر شے کا روپ دھار سکتا ہے مگر وہ کسی کے خواب میں بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی صورت اختیار نہیں کرسکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۱۷۶، کتاب الصلاۃ، رقم:۴۴۹
۲۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۲۶۰، کتاب أحادیث الأنبیاء، رقم: ۳۲۴۱
۳۔ بخاری، الصحیح، ۴:۱۸۰۹، کتاب تفسیر القرآن، رقم: ۴۵۳۰
۴۔ مسلم، الصحیح، ۱:۳۸۴، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، رقم: ۵۴۱
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۳۲۸۔۳۲۹، رقم: ۶۴۱۹
۶۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶:۴۴۳، رقم: ۱۱۴۴۰
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲:۲۱۹، رقم: ۳۰۰۱
۸۔ ابوعوانہ، المسند، ۱:۴۶۷، رقم:۱۷۳۱
۹۔ اسحاق بن راھویہ، ۱:۱۴۸، رقم: ۸۸

من رآني في المنام فقد رآني، فإن الشيطان لا يتمثل في صورتي۔(۱)

''جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔''

ربِ کائنات کا اپنے بندوں پر بے پایاں احسان ہے کہ اس نے انہیں ابلیسی حملوں سے بچاؤ کے لئے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی وساطت سے قرآنِ حکیم جیسا نسخۂ کیمیا عطا فرمایا جس میں درج الوہی ہدایات پر عمل پیرا ہونے سے وہ ابلیس لعین کے ہر شر سے محفوظ رہ سکیں گے۔

اِرشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ اِمَّا يَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّيۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ○(۲)

''اور (اے انسان) اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ (ان امور کے خلاف) تجھے ابھارے تو اللہ سے پناہ طلب کیا کر، بیشک وہ سننے والا جاننے والا ہے○''

۲۲۔ ہمہ وقت مستجابُ الدعوات ہونا

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو مقامِ محبوبیت پر فائز فرمایا اور قرب و وصال کے اعلیٰ ترین درجہ سے نوازا۔ آپ ﷺ کے فیضان کو کائنات میں عام کرنے کے لئے ربِ کائنات نے آپ ﷺ کو مستجاب الدعوات بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے محبوب ﷺ کو اپنی امت کے حق میں دعا کرنے کا حکم فرمایا اور اس امر کی یقین دہائی کرائی کہ آپ کی دعا

(۱) بخاری، الصحیح، ۱:۵۲، کتاب العلم، رقم:۱۱۰

(۲) القرآن، الاعراف، ۷:۲۰۰

اُمت کے لئے باعثِ تسکین ہو گی۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَ صَلِّ عَلَيۡهِمۡ‌ؕ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّهُمۡ۔(۱)

''اور اُن کے حق میں دعا فرمائیں، بیشک آپ کی دعا اُن کے لئے (باعث) تسکین ہے۔''

حضور ﷺ کی دعاؤں کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ ﷺ بارگاہ ایزدی میں ہاتھ اٹھاتے تو اِجابتِ حق دعا کے قبول ہونے کا مژدہ لئے والہانہ انداز سے لپکتی ہوئی آتی۔ روایات میں ہے کہ آپ ﷺ کی مانگی ہوئی ساری دعائیں بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئیں اور ان کے فوری اثرات بھی دیکھنے میں آئے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی دُعا میں تاثیر کے حوالے سے فرماتے ہیں:

إن النبی ﷺ کان إذا دعا لرجل أصابته و أصابت ولده و ولد ولده۔(۲)

''حضور ﷺ جب کسی کے لئے دُعا فرماتے تو اس کی برکت کے اثرات متعلقہ شخص اور اس کی اولاد اور پھر اولاد کی اولاد تک جاری رہتے۔''

حضور ﷺ کی چند دعاؤں کی تفصیل ذیل میں مذکور ہے:

---

(۱) القرآن، التوبہ، ۹:۱۰۳

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۳۸۵، رقم: ۲۳۳۲۵

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۹۳، رقم: ۲۹۷۳۸

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۶۸

۴۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۱۴۴، رقم: ۲۱۴

۵۔ مناوی، فیض القدیر، ۵:۱۳۲

۱۔ عطائے علم و حکمت کی دعا

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ا نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور دعا کی:

اللهم! علمه الحكمة۔(۱)

''اے اللہ! اسے حکمت و دانائی عطا فرما۔''

بعض کتب احادیث میں یہ الفاظ مذکور ہیں:

اللهم! علمه الحكمة و تأويل الكتاب ۔(۲)

''اے اللہ! اسے حکمت و دانائی اور کتابِ (قرآن) کی تفسیر کا علم عطا فرما۔''

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے:

ان النبی ﷺ دخل الخلاء، فوضعت له وضوءًا۔ قال: من وضع هذا؟ فأخبر، فقال: اللهم! فقهه فى الدين۔(۳)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۷۱، کتاب المناقب، رقم: ۳۵۴۶
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۸۰، ابواب المناقب، رقم: ۳۸۲۴
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۲۳۸، رقم: ۱۰۵۸۸
۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۳۴۵، رقم: ۱۱۹۶۱
۵۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۷: ۳۵۱، رقم: ۷۷۰۲

(۲) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۵۸، المقدمہ، رقم: ۱۶۶
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۳۶۵

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۶۶، کتاب الوضوء، رقم: ۱۴۳
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۳۵، رقم: ۳۱۰۲
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۵۳۱، رقم: ۷۰۵۵
۴۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۶۱۵، رقم: ۶۲۸۰

←

’’ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو میں نے آپ ﷺ کے لئے وضو کا پانی بھر کر رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ پانی کس نے بھرا ہے۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا تو آپ ﷺ نے یہ دعا دی: اے اللہ! اُسے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرما۔‘‘

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی اس دُعا کے نتیجے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو علم وحکمت کے وہ موتی عطا ہوئے کہ وہ مفسرِ قرآن بنے۔

۲۔ مال و اولاد میں کثرت و برکت کی دُعا

حضور ﷺ نے اپنے مقربین اور خدّام کو مال اور اولاد میں کثرت و برکت کی دُعائیں بھی دیں۔ ایک دفعہ حضور ﷺ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے اور ان کی درخواست پر آپ ﷺ نے اُن کے اہلِ خانہ کے لئے دُعائے خیر و برکت فرمائی، جس میں بالخصوص اپنے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مال و اولاد میں کثرت اور برکت کے لئے دعا فرمائی۔ اس کے الفاظ یہ تھے:

اللهم! ارزقه مالا و ولدا و بارک له۔(۱)

.... ۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۲۶۳، رقم: ۱۰۶۱۴

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۱۱۰، رقم: ۱۱۲۰۴

۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۰۷، رقم: ۱۲۵۰۶

۸۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۱۰: ۱۶۹، رقم: ۱۶۷

۹۔ اسحاق بن راہویہ، المسند، ۱: ۲۳۰، رقم: ۳۲

۱۰۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۳۶۵

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۹۹، کتاب الصوم، رقم: ۱۸۸۱

۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۹۷، رقم: ۸۲۹۲

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۰۸، رقم: ۱۲۰۷۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۸۸، رقم: ۱۲۹۷۶ ←

’’اے اللہ! انس کو مال و دولت اور اولاد عطا فرما اور اُن میں برکت عطا فرما۔‘‘

حضور ﷺ کی اس دُعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدائے رحیم و کریم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مال و دولت میں خوب برکت دی کہ وہ انصار میں سب سے مالدار صحابی بنے، اور اُن کی اولاد کا سلسلہ بھی بہت دراز ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میری والدہ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی: یا رسول اللہ! انس آپ کا خدمت گزار ہے اس کے لئے اللہ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں، تو آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

اللهم! أكثر ماله، و ولده، و بارک له فيما أعطيتهٔ۔(۱)

...... ۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۳: ۲۷۰، رقم: ۹۹۰

۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۶: ۱۵۳، رقم: ۷۱۸۶

۷۔ ابو یعلی، المسند، ۶: ۷۷، رقم: ۳۸۷۸

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۳۳۶، کتاب الدعوات، رقم: ۵۹۸۴

۲۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۳۳۳، کتاب الدعوات، رقم: ۵۹۷۵

۳۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۳۴۵، کتاب الدعوات، رقم: ۶۰۱۸

۴۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۴۵۷، کتاب المساجد، رقم: ۶۵۸

۵۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۲۸، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۴۸۰

۶۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۲۹، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۴۸۱

۷۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۸۲، ابواب المناقب، رقم: ۳۸۲۹

۸۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۹۳، رقم: ۱۳۰۳۶

۹۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۴۸، رقم: ۱۳۶۱۹

۱۰۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۴۳۰، رقم: ۲۷۴۶۶

۱۱۔ ابو یعلی، المسند، ۵: ۴۶۹، رقم: ۳۲۰۰

۱۲۔ ابو یعلی، المسند، ۶: ۱۶، رقم: ۳۲۳۸ ←

’’اے اللہ! اس کے مال و اولاد کو زیادہ کر اور جو اسے عطا فرمایا ہے اس میں برکت عطا فرما۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ کی مذکورہ دعا کی قبولیت کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فو اللہ! إن مالی لکثیر، و إن ولدی و ولد ولدی لیتعادّون علی نحو المائۃ، الیوم۔(۱)

’’اللہ کی قسم آج میرے پاس مال کی فراوانی ہے، آج میری اولاد اور اُن کی اولاد تقریباً سو (۱۰۰) افراد سے متجاوز ہے۔‘‘

یہی روایت ان الفاظ کے ساتھ بھی مذکور ہے:

فلقد دفنت من صلبی سوی ولد ولدی خمسا و عشرین و مائۃ، و إن أرضی لیثمر فی السنۃ مرتین و ما فی البلد شئ یثمر مرتین غیرھا۔(۲)

’’میں نے اپنی پشت سے اپنی اولاد کی اولاد کے علاوہ ایک سو پچیس نفوس دفن کئے اور میری زمین سال میں دو مرتبہ پھل دیتی ہے اور پورے علاقے میں میری زمین کے علاوہ کسی کی زمین نہیں جو سال میں دو مرتبہ پیداوار دے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۲۹، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۴۸۱
۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۱: ۱۴۵
۳۔ ابو علا مبارکپوری، تحفۃ الاحوذی، ۱۰: ۲۲۳

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۲۴۸، رقم: ۷۱۰
۲۔ بخاری، الادب المفرد، ۱: ۲۲۷، رقم: ۶۵۳
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷: ۱۹
۴۔ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ۸: ۲۶۷
۵۔ عسقلانی، الاصابہ، ۱: ۱۲۸

حضور ﷺ کی مذکورہ بالا دعا ان الفاظ کے ساتھ بھی مذکور ہے:

اللھم! أکثر مالہ و ولدہ و أطل عمرہ و اغفر لہ۔(۱)

''یا اللہ! اس کے مال و اولاد میں اضافہ فرما اور اس کی عمر دراز کر اور اس کی مغفرت فرما۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ اس دعا کا اثر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فکثر مالی حتی صار یطعم فی السنۃ مرتین، و کثر ولدی حتی قد دفنت من صلبی أکثر من مائۃ، و طال عمری حتی قد استحییت من أھلی، و اشتقت لقاء ربی، و أما الرابعۃ یعنی المغفرۃ۔(۲)

''پس میرا مال کثیر ہو گیا یہاں تک کہ سال میں دو مرتبہ کھایا جاتا ہے، میری اولاد کثیر ہوئی کہ میں نے خود اپنی پشت سے سو سے زائد نفوس کو دفن کیا، میری عمر اتنی لمبی ہوئی کہ مجھے اپنے خاندان میں شرم محسوس ہونے لگی اور مجھے اپنے رب کی ملاقات کا اشتیاق ہوا اور چوتھی بخشش (کی مجھے امید ہے)۔''

۳۔ قحط سالی میں بارش کی دُعا

متعدد روایات میں ہے کہ حضور ﷺ سے جب بارش کی دُعا کے لئے درخواست کی گئی تو آپ ﷺ کی دُعا سے بارش ہوئی اور قحط سالی دُور ہو گئی۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دفعہ قحط سالی میں لوگوں نے بارش نہ ہونے کا شکوہ کیا، جس پر حضور ﷺ نے لوگوں کو تلقین فرمائی کہ فلاں

(۱) ۱۔ ابویعلی، المسند، ۷: ۲۳۳، رقم: ۴۲۳٦
۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۱٦۲، رقم: ۵۰۷
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷: ۱۹
۴۔ ابوعلا مبارکپوری، تحفۃ الاحوذی، ۱۰: ۲۲۳
(۲) ابویعلی، المسند، ۷: ۲۳۳، رقم: ۴۲۳٦

دن ایک جگہ جمع ہو جائیں، اس دن بارانِ رحمت کے لئے دُعا کی جائے گی۔ چنانچہ اس روز صبح ہوتے ہی آپ ﷺ منبر پر تشریف لے آئے اور لوگوں سے فرمایا: تم نے خشک سالی کی شکایت کی ہے اور یہ کہ اس سال وقت پر بارش نہیں ہوئی۔ ایسے موقعوں پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں دُعا مانگنے کا حکم دیا ہے اور یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہاری دُعا قبول کرے گا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے:

الحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ العٰلَمِينَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ۔ اللهم! أنت الله لا إله إلا أنت الغنى و نحن الفقرآء، و أنزل علينا الغيث واجعل مآ أنزلت لنا قوة و بلاغا إلٰى حين۔

’’سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کی پرورش فرمانے والا ہے○ نہایت مہربان بہت رحم فرمانے والا ہے○ روزِ جزا کا مالک ہے○ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ الٰہی! تو ہی خداوند ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو غنی ہے اور ہم محتاج ہیں، ہم پر رحمت کی بارش نازل فرما اور اسے ایک مقررہ وقت تک ہمارے لئے قوت اور روزی کا وسیلہ قرار دے۔‘‘

آپ ﷺ نے دُعا کے لئے ہاتھ اتنے اُوپر اُٹھائے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، منبر سے نیچے اُترے اور دو رکعت نماز پڑھائی، اتنے میں بادل آیا، گرجا، چمکا اور خدا کے حکم سے برسا، ابھی آپ ﷺ مسجد تک نہیں پہنچے تھے کہ موسلا دھار بارش سے ندی نالے بہنے لگے، جب آپ ﷺ نے لوگوں کو جلدی جلدی سے گھروں کی طرف جاتے دیکھا تو (انسانی فطرت پر) مسکرا پڑے اور فرمایا:

أَشْهَدُ أَنَّ اللهَ عَلٰى كُلِّ شَيءٍ قَدِيْرٌ وَّ أَنِّيْ عَبْدُ اللهِ وَ رَسُوْلُهُ۔(۱)

---

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۱: ۳۰۴، کتاب الصلاۃ، رقم: ۱۱۷۳
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۳۴۹، رقم: ۶۲۰۲

←

’’میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے اور میں اس کا بندہ اور رسول ہوں۔‘‘

۴۔ موسمی شدائد سے بچنے کی دُعا

لوگ شدید گرمی اور سردی میں موسمی ناہمواریاں اور سختیوں سے بچنے کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ سے دُعا کے درخواست گزار ہوتے تو آپ ﷺ دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیتے۔ مثال کے طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے میرے لئے دُعا فرمائی:

اللھم! اذھب عنہ الحر و البرد۔

’’اے اللہ! تو اس سے گرمی اور سردی (کی تکلیف) ختم فرما دے۔‘‘

حضرت علی رضی اللہ عنہ سردیوں میں موسم گرما کے اور گرمیوں میں موسم سرما کے کپڑے پہنتے پھر بھی انہیں گرمی و سردی کوئی تکلیف نہ دیتی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فما وجدت حرا ولا برداً بعد یومئذ۔(۱)

...... ۳۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۶۷۴، رقم: ۱۲۲۵
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۳: ۲۷۱، رقم: ۹۹۱
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۷: ۱۰۹، رقم: ۲۸۶۰
۶۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۱: ۳۲۵
۷۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱: ۱۶۰، رقم: ۶۰۴
۸۔ اصبہانی، دلائل النبوہ، ۱: ۴۴

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۴۳، المقدمہ، رقم: ۱۱۷
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۱۵۲، رقم: ۸۵۳۶
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۹۹، رقم: ۷۷۸
۴۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۲: ۲۷۵، رقم: ۶۵۵
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۱۲۲

←

''اس دن (کی دعا) کے بعد آج تک میں نے کبھی گرمی محسوس کی نہ سردی۔''

۵۔ مغفرت و رحمت اور غنائے قلب کی دُعا

حضور نبی اکرم ﷺ اپنے رب سے اپنے غلاموں کی بخشش کے لئے رحمت اور غنائے قلب کی دعائیں مانگتے۔ حضرت ابوحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک وفد نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا، جس میں ایک نوعمر شخص بھی تھا۔ اس نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! اقض لی حاجتی۔

''اے اللہ کے رسول! میری حاجت پوری فرمایئے۔''

حضور ﷺ نے اس نوجوان سے استفسار فرمایا:

ما حاجتک؟

تمہاری حاجت کیا ہے؟

اُس نے عرض کیا: ''آپ میرے لئے مغفرت و رحمت اور غنائے قلب کی دُعا فرمائیں۔'' اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:

اللھم! اغفرلہ و ارحمہ و اجعل غناہ فی قلبہ۔

''اے اللہ! اس کی بخشش فرما اور اس پر رحمت نازل فرما اور اسے غنائے قلب عطا فرما۔''

راوی بیان کرتا ہے کہ وہ لوگ واپس چلے گئے۔ اگلے سال حج کے موقع پر منیٰ کے مقام پر اُنہوں نے حضور علیہ السلام سے دوبارہ ملاقات کی تو آپ ﷺ نے اس نوجوان کے بارے میں دریافت فرمایا۔ اُنہوں نے عرض کیا:

ما رأینا مثلہ أقنع منہ بمارزقہ اللہ۔

''ہم نے اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر اس سے بڑھ کر قناعت کرنے والا نہیں

دیکھا۔‘‘

اس پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إنی لأرجو أن یموت جمیعا۔(۱)

’’مجھے یقین ہے کہ وہ (مذکورہ بالا) تمام (صفات) کے ساتھ فوت گا۔‘‘

۶۔ درازئ عمر اور چہرے کی خوبصورتی کے لئے دُعا

حضور نبی اکرم ﷺ سے ایسی دُعائیں بھی منسوب ہیں جو آپ ﷺ نے بعض صحابہ کی درازئ عمر اور چہرے کی وجاہت و خوبصورتی کے لئے فرمائیں۔

حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے طلب کیا اور فرمایا:

أدن منی۔

’’میرے قریب ہو جا۔‘‘

جب میں آپ ﷺ کے قریب ہوا تو آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک میرے سر اور داڑھی پر پھیرا اور فرمایا:

اللهم! جمله و أدم جماله۔(۲)

’’اے اللہ! تو اسے خوبصورت بنا دے اور اس کی خوبصورتی کو قائم رکھ۔‘‘

روایات میں ہے کہ آپ ﷺ کے اس صحابی کی عمر سو برس سے زیادہ ہوئی اور نہ

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۳۲۳
۲۔ سیوطی، الخصائص الکبری، ۲:۴۷
۳۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱۰:۲۰۲

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۷۷
۲۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱۰:۲۰۸

صرف یہ کہ ان کے چہرے کی کشادگی اور زیبائی میں کوئی فرق نہ آیا بلکہ ان کے سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں سفیدی کا نام ونشان تک بھی نہ تھا۔

۷۔ تحفظِ عفت وعصمت کی دُعا

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نوجوان محسنِ انسانیت ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور درخواست کی: ''یارسول اللہ! مجھے بدکاری یعنی زنا کی اجازت دیجئے۔'' یہ سن کر حاضرین اس پر برس پڑے اور لعنت و ملامت کرنے لگے۔ حضور ﷺ نے لوگوں کو روکا اور نوجوان کو ملائمت اور پیار سے اپنے قریب بلایا اور پوچھا: **'أتحبه لأمک'** (کیا تم اپنی ماں سے یہ حرکت پسند کرو گے)؟ وہ لرز گیا اور عرض کرنے لگا: نہیں، یارسول اللہ! کیا کوئی ماں سے بھی ایسا کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم جس سے بھی کرو گے وہ کسی نہ کسی کی ماں ہی ہو گی۔'' آپ ﷺ نے نوجوان کو مزید جھنجھوڑا اور کہا: **'أفتحبه لإبنتک'** (کیا تم اپنی بیٹی سے ایسا کرنا پسند کرو گے)؟ اس نے کہا: نہیں، یارسول اللہ! پھر پوچھا: **'أفتحبه لأختک'** (کیا اپنی بہن سے ایسا کرنا پسند کرو گے)؟ اُس نے نفی میں جواب دیا۔ اس طرح خالہ اور پھوپھی کے بارے میں دریافت کیا اور وہ کہتا رہا کہ کوئی بھی اپنی بہن، بیٹی، خالہ، پھوپھی سے ایسا نہیں کرتا۔ آپ ﷺ فرماتے گئے کہ ہاں تم ٹھیک کہتے ہو، کوئی صحیح الدماغ شخص ایسا پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اُسے آغوش میں لے لیا اور اس پر ہاتھ رکھ کر دُعا کی:

اللهم! اغفر ذنبه و طهر قلبه و حصن فرجه۔(۱)

''الٰہی! اس نوجوان کا گناہ بخش دے اور اس کے دل کو پاک کر دے اور اس کی عصمت کی حفاظت فرما۔''

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۵۶، رقم: ۲۲۲۶۵
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۴: ۳۶۲، ۳۶۳، رقم: ۵۴۱۵
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۱۲۹

راوی بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد اس نوجوان کی کایا پلٹ گئی اور یہ حال ہو گیا کہ وہ اپنی نگاہیں نیچے کئے رہتا اور کسی کی طرف بھی بری نظر سے نہ دیکھتا۔

۸۔ صحت و شفایابی کی دُعا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی معیت میں مکہ مکرمہ گیا، وہاں جاکر بیماری نے آلیا جو اتنی شدت اختیار کرگئی کہ جان کے لالے پڑ گئے، نوبت یہاں تک پہنچی کہ وصیت نامہ تیار کرلیا۔ حضور ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس سرزمین پر موت آرہی ہے جہاں سے ہجرت کی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں تو زندہ رہے گا۔ پھر آپ ﷺ نے تین دفعہ یہ دعا کی:

اللھم! اشف سعدا۔(۱)

''الٰہی! سعد کو شفا عطا فرما۔''

چنانچہ حضور ﷺ کی دعا سے ان کو شفا ملی اور وہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۴۲، کتاب المرضیٰ، رقم: ۵۳۳۵
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۲۵۳، کتاب الوصیہ، رقم: ۱۶۲۸
۳۔ ابو داؤد، السنن، ۳: ۱۸۷، کتاب الجنائز، رقم: ۳۱۰۴
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۶۷، رقم: ۶۳۱۸
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۶۸، رقم: ۱۴۴۰
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۷۱، رقم: ۱۴۷۴
۷۔ بزار، المسند، ۴: ۴۲، رقم: ۱۲۰۴
۸۔ شاشی، المسند، ۱: ۱۵۱، رقم: ۸۶
۹۔ ابویعلی، المسند، ۲: ۱۱۶، رقم: ۷۸۱
۱۰۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۱۸
۱۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۵۳۹، رقم: ۹۲۰۳

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

پندرہ سال زندہ رہے اور ایران میں لشکر اسلام کے سپہ سالار مقرر ہوئے اور فاتحِ ایران بنے۔

روایت میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ ایک صحابی کی عیادت کے لئے گئے جو بیماری سے انتہائی شکستہ حال اور لاغر ہوگئے تھے۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: کیا تم صحت کی حالت میں اپنے اللہ سے کوئی دعا مانگا کرتے تھے؟ وہ کہنے لگے: ہاں میں دعا مانگتا تھا کہ بارِ خدایا جو عذاب مجھے آخرت میں دینا ہے وہ مجھے اسی دنیا میں دے دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! کیا تم میں اتنی تاب ہے کہ تم دنیا میں اخروی عذاب کے متحمل ہوسکو؟ تم نے یہ دعا کیوں نہیں مانگی:

اَللّٰهُمَّ! اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ○ (۱)

''اے اللہ! ہمیں دنیا میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بھلائی (سے نواز) اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ○''

آپ ﷺ نے پھر اس کی صحت یابی کی دعا مانگی اور اسے شفا ہوگئی۔(۲)

۹۔ ہدایت یابی کے لئے دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ بارہا دعوتِ اسلام دینے کے باوجود ایمان نہ لائی

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۲۰۱

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۲۰۶۸، ۲۰۶۹، کتاب الذکر والدعاء والتوبہ والاستغفار، رقم: ۲۶۸۸
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۲۱، ابواب الدعوات، رقم: ۳۴۸۷
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶:۲۶۰، رقم: ۱۰۸۹۲
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۰۷، رقم: ۱۲۰۶۸
۵۔ ابویعلی، المسند، ۶:۴۲۹، رقم: ۳۸۰۲
۶۔ بخاری، الادب المفرد: ۲۵۳، رقم: ۷۲۷
۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷:۲۳۸، رقم: ۱۰۱۴۷

تھیں اور بدستور حالت کفر پر جمی رہیں۔ ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو وہ حضور ﷺ کو برا بھلا کہنے لگی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر والدہ کی ہدایت یابی کے لئے دعا کے خواستگار ہوئے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

اللهم! اهد أم أبي هريرة۔(۱)

''اِلٰہی! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت سے نواز۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس دعا کی قبولیت کا اس درجہ یقین تھا کہ وہ خوش خوش گھر لوٹے اور گھر کے دروازے پر دستک دی جو اندر سے بند تھا۔ ماں نے کہا کہ دروازے پر ہی ٹھہرے رہو۔ پھر انہوں نے پانی گرنے کی آواز سنی جب وہ غسل کے بعد کپڑے پہن کر باہر آئیں تو دروازہ کھولتے ہی اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ الٹے قدموں واپس آئے اور حضور ﷺ کو یہ خوشخبری سنائی۔ آپ ﷺ نے دونوں کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

۱۰۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے لئے دعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے دعا کی:

اللهم! أعز الإسلام بأبي جهل بن هشام أو بعمر۔(۲)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۳۸، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۴۹۱
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۱۹، رقم: ۸۲۴۲
۳۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۶۷۷، رقم: ۴۲۴۰
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۶: ۱۰۷، رقم: ۷۱۵۴
۵۔ زرقانی، شرح الموطا، ۴: ۳۹۹

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۱۸، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۸۳
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۲۵۵، رقم: ۱۱۶۵۷
۳۔ مقدسی، الاحادیث المختارۃ، ۷: ۱۴۳

’’اے اللہ! ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو تقویت عطا فرما۔‘‘

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

اللهم! أعز الإسلام بأحب هذين الرجلين إليک بأبی جهل أو بعمر بن الخطاب۔(۱)

’’اے اللہ! ابوجہل اور عمر بن خطاب میں سے جو تجھے زیادہ پیارا ہے اس کے ذریعے دین کو تقویت عطا فرما۔‘‘

ان دونوں میں سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اللہ کو زیادہ پیارے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی دعا کو شرف قبول عطا فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہونے کے لئے خود چل کر حضور ﷺ کے قدموں میں آ گئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

فجعل الله دعوة رسوله ﷺ لعمر رضی اللہ عنہ فبنى عليه الإسلام و هدم به الأوثان۔(۲)

’’اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی دعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول فرمائی اور ان کے ذریعے اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی اور بتوں کو نیست و نابود فرمایا۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۱۷، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۸۱
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۳۰۵، رقم: ۶۸۸۱
۳۔ طبرانی، المعجم الأسط، ۵: ۸۸، رقم: ۴۷۵۲
۴۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۲۴۵، رقم: ۷۵۹
۵۔ بزار نے یہ روایت ’المسند (۶: ۵۷، رقم: ۲۱۱۹)‘ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت خباب بن ارث رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۱۵۹، رقم: ۱۰۳۱۴
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۶۱

۱۱۔ بچے کی ہدایت یابی کی دعا

رافع بن سنان مشرف بہ اسلام ہو گئے لیکن ان کی بیوی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کی ایک بیٹی بھی تھی، مذہب کی بنیاد پر لڑکی کے بارے میں نزاعی صورتِ حال پیدا ہوگئی جس کا مقدمہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ ﷺ نے فریقین کو بلایا اور علیحدہ علیحدہ بٹھا کر دونوں سے کہا کہ وہ لڑکی کو اپنی طرف بلائیں۔ وہ دونوں اسے اپنی اپنی طرف بلاتے رہے۔ لڑکی اپنی والدہ کی طرف بڑھی تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

اللهم! اهدها۔(۱)

''مولا! اسے ہدایت دے۔''

دعا مانگنے کی دیر تھی کہ لڑکی کا رُخ اپنے باپ کی طرف ہو گیا اور اس طرح لڑکی ہدایت یافتہ ہوئی۔

۱۲۔ سردارانِ مکہ کے حق میں بددعا اور اس کا اثر

حضور ﷺ نے کفارِ مکہ کے ان سرداروں کے حق میں جنہوں نے آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اذیتیں دیں اور اپنی سازشوں کے ذریعے اسلام کو بے حد نقصان پہنچایا تھا، نام لے لے کر ان الفاظ کے ساتھ بددعا کی جو قبول ہوئی:

---

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۲۷۳، کتاب الطلاق، رقم: ۲۲۴۴
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۸۳، رقم: ۶۳۸۵
۳۔ احمد بن حنبل، ۵: ۴۴۶، رقم: ۲۳۸۰۸
۴۔ دارقطنی، السنن، ۴: ۴۳
۵۔ بیہقی، السنن، ۸: ۳
۶۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۲۲۵، رقم: ۲۸۲۸
۷۔ رویانی، المسند، ۲: ۴۸۵، رقم: ۱۵۰۹

اللهم! عليک بأبی جهل بن هشام و عتبة بن ربيعة و شيبة بن ربيعة والوليد بن عقبة وأمية بن خلف و عقبة بن أبی معيط۔

''اے اللہ! ابو جہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ، امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کی گرفت فرما۔''

راوی بیان کرتے ہیں:

فوالذی بعث محمدا ﷺ بالحق! لقد رأيت الذين سَمّٰی صرعی يوم بدر، ثم سُحِبوا إلی القليب، قليب بدر۔(۱)

''مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں نے ان تمام کفار کو جن کے نام آپ ﷺ نے لئے تھے بدر کے دن مرا ہوا دیکھا، پھر ان کو کھینچ کر بدر کے کنویں میں ڈال دیا گیا۔

۲۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی جسمانی قوت

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو بے پناہ جسمانی قوت سے نوازا۔ جس طرح دوسرے خصائص میں آپ ﷺ کا کوئی ثانی نہیں اُسی طرح جسمانی قوت میں بھی آپ ﷺ

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۴۱۸، کتاب الجهاد و السیر، رقم: ۱۷۹۴
۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۹۴، کتاب الوضوء، رقم: ۲۳۷
۳۔ نسائی، السنن، ۱: ۱۶۲، کتاب الطهارة، رقم: ۳۰۷
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۱۷، رقم: ۳۹۶۲
۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۳۳۲، رقم: ۳۶۵۶۳
۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۳۵۵، رقم: ۳۶۶۷۷
۷۔ ابو یعلیٰ، المسند، ۹: ۲۱۱، رقم: ۵۳۱۲
۸۔ ابو عوانہ، المسند، ۴: ۲۸۵، رقم: ۶۷۷۰
۹۔ ابو عوانہ، المسند، ۴: ۲۸۶، رقم: ۶۷۷۳
۱۰۔ طیالسی، المسند، ۱: ۴۳، رقم: ۳۲۵

کا کوئی مدِّ مقابل نہیں تھا۔ آپ ﷺ کی اِس خصوصیت کا اِظہار کتبِ سیر و فضائل میں مذکور درجِ ذیل چند واقعات سے ہوتا ہے:

۱۔ خندق کا پتھر توڑنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إنا يوم الخندق نحفر، فعَرَضَتْ كُدْيَة شديدة، فجاؤوا النبي ﷺ فقالوا: هذه كدية عرضت في الخندق، فقال: أنا نازل۔ ثم قام و بطنه معصوب بحجر، ولبثنا ثلثة أيام لا نذوق ذوَاقًا، فأخذ النبي ﷺ المِعول فضرب في الكدية، فعاد كثيبا أهْيَلَ، أو أهْيَمَ۔(۱)

’’جب ہم خندق کھود رہے تھے تو ایک سخت پتھر نکل آیا (جو کوشش کے باوجود نہیں ٹوٹ رہا تھا) لوگ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک بہت بڑا پتھر نکل آیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں (خود خندق میں) اترتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ اس حال میں کھڑے ہوئے کہ شکم مبارک سے پتھر باندھا ہوا تھا اور ہم نے بھی تین دن سے کچھ کھایا پیا نہ تھا۔ پس آپ ﷺ نے کدال لے کر اس پتھر پر ماری تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔‘‘

۲۔ رکانہ پہلوان کو پچھاڑنا

مکہ کے مضافات میں ’رکانہ‘ نامی ایک پہلوان تھا۔ اس کا نسبی تعلق خاندانِ بنو ہاشم سے تھا، وہ بڑا ہی طاقتور، شہ زور، زبردست رعب و دبدبے کا مالک اور مار دھاڑ کرنے والا دھانسو قسم کا شخص تھا۔ کوہِ اَضم کے دامن میں ایک شاداب وادی تھی جہاں وہ

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۵۰۵، کتاب المغازی، رقم: ۳۸۷۵
۲۔ دارمی، السنن، ۱: ۳۳، رقم: ۴۲
۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۱۴، رقم: ۳۱۷۰۹

بکریاں چرایا کرتا تھا۔ اس وادی میں کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ لوگ اس کا سامنا کرنے سے کتراتے۔ کفار و مشرکین کے معاندانہ پروپیگنڈے کی وجہ سے وہ حضور ﷺ کے خلاف شدید نفرت کے جذبات رکھتا تھا، اس کی دشمنی اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ (معاذ اللہ!) وہ حضور ﷺ کے قتل کے درپے ہو گیا تھا۔

حضور ﷺ کسی قسم کے خطرے کو خاطر میں لائے بغیر ایک روز دعوتِ حق کے مشن پر رکانہ کی وادی میں تن تنہا تشریف لے گئے۔ رکانہ بھی اُدھر آ نکلا، حضور ﷺ کو دیکھ کر بپھر گیا اور تکبر و رعونت کے نشے سے بدمست ہو کر بولا:

یامحمد! أنت الذی تشتم آلهتنا اللّات و العزیٰ؟(۱)

''اے محمد! آپ ہی ہیں جو ہمارے معبود (بتوں) لات و عزیٰ کو گالیاں دیتے ہیں؟''

اس کے بعد وہ مزید ہرزہ سرائی پر اتر آیا اور کہنے لگا: اے محمد! آپ ہمارے معبودوں کو ناتواں ٹھہراتے ہیں اور اپنے خدا کی بڑائی بیان کرتے ہیں۔ اگر میرا آپ کے ساتھ خاندانی رشتہ نہ ہوتا تو آج میں آپ کا کام تمام کر دیتا لیکن میں آپ کو بغیر مقابلہ کئے جانے نہ دوں گا۔ اس کے بعد رکانہ نے حضور ﷺ کو اپنے ساتھ کشتی لڑنے کی دعوت دی اور کہا کہ میں اپنے خداؤں کو پکاروں گا اور آپ اپنے خدا کو مدد کے لئے پکاریں۔ اگر آپ نے مجھے پچھاڑ دیا تو میں آپ کو دس بکریاں دونگا۔ حضور ﷺ نے اس کا چیلنج قبول کر لیا اور اس سے کشتی لڑنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔

حضور ﷺ نے رکانہ کے ہاتھوں میں ہاتھ دیئے اور اس کا پنجہ مروڑا۔ رکانہ کے ہوش اڑ گئے اور وہ درد سے تڑپنے لگا۔ حضور ﷺ نے اسے جھٹکا دیا تو وہ خشک پتے کی مانند زمین پر آ رہا۔ رکانہ کو اپنی قوتِ بازو پر ناز تھا، وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ حضور ﷺ آنِ واحد میں اُسے اس طرح نیچا دکھا دیں گے۔ جو کچھ ہوا اس کی توقع کے برعکس تھا لیکن اسے

(۱) ۱۔ ابونعیم، دلائل النبوہ، ۱:۱۸۹
۲۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۲۱۶

اتفاق سمجھتے ہوئے اس نے ہار نہ مانی۔ چنانچہ اپنے اوسان بحال کر کے اس نے دوبارہ کشتی لڑنے کی درخواست کی جو حضور ﷺ نے منظور فرما لی لیکن اس کا نتیجہ بھی پہلے سے مختلف برآمد نہ ہوا۔ رکانہ تصویرِ حیرت بنا حیران و ششدر رہ گیا کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ حضور ﷺ اِس آسانی سے اُسے پچھاڑ دیں گے، لیکن اُس کی رعونت اب بھی شکست قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔ تیسری بار پھر کشتی لڑنے کی اِستدعا کی جو حضور ﷺ نے قبول فرمائی۔ تیسری بار بھی شکست اس کا مقدر بنی اور وہ نبی اکرم ﷺ کے زورِ بازو کی تاب نہ لا کر چاروں شانے چت گر گیا، پھر وہ یوں گویا ہوا:

فلست الذی فعلت بی هذا، إنما فعله إلهک العزیز الحکیم و خذلنی اللّات و العزیٰ۔(۱)

''یہ سب کچھ آپ نے نہیں کیا بلکہ آپ کے غالب و قادر اور حکیم رب نے (آپ کی مدد کرتے ہوئے) کیا ہے، جبکہ لات وعزّیٰ نے مجھے رُسوا کروا دیا۔''

اکثر روایات میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ کی معجزانہ جسمانی قوت کا عملی مشاہدہ کرنے کے باوجود رکانہ اسلام کی دولت سے محروم رہا۔ تاہم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں رکانہ کے قبولِ اسلام کا ذکر ہے وہ فرماتے ہیں:

أن یزید بن رکانة صارع النبی فصرعه النبی ثلاث مرات کل مرة علی مائة من الغنم فلما کان فی الثالثة قال :یامحمد! ما وضع ظهری إلی الأرض أحد قبلک، و ما کان أحد أبغض إلیّ منک، و أنا أشهد أن لا إله إلا الله و أنک رسول الله۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ابونعیم دلائل النبوہ، ۱: ۱۸۹، ۱۹۰، رقم: ۲۴۵

۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲: ۲۳۵

۴۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۲۱۷

۳۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۶: ۲۵۲

(۲) ۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳: ۱۰۴

’’یزید بن رکانہ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے کشتی لڑی تو آپ ﷺ نے اسے تین بار پچھاڑا ہر دفعہ (پچھاڑنے پر اس نے آپ ﷺ کو) سو بکریاں دینے کا وعدہ (کیا) تھا (مگر آپ ﷺ نے اسے تین سو بکریاں معاف کر دیں اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی) تیسری بار شکست کھانے پر اس نے کہا: اے محمد! آج سے پہلے کسی نے زمین کے ساتھ میری پشت نہیں لگائی تھی اور مجھے آپ سے زیادہ کوئی شخص برا نہیں لگتا تھا، لیکن اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ معبودِ برحق ہے اور آپ اس کے رسول ہیں۔‘‘

۳۔ ابوالاسود جمحی پہلوان کو پچھاڑنا

ابوالاسود جمحی بھی سرزمینِ عرب کا ایک نامی گرامی پہلوان تھا۔ علاقے کے تمام پہلوان اس سے خوف کھاتے تھے۔ اس کی طاقت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ ایک گائے کی کھال پر کھڑا ہو جاتا اور دوسرے پہلوانوں کو حکم دیتا کہ وہ اس کے پاؤں کے نیچے سے کھال کھینچیں۔ دس پہلوان مل کر اس کھال کو کھینچتے اور اسی کشمکش میں جانور کی کھال پھٹ جاتی اور ہر مد مقابل پہلوان اس کھال کے ٹکڑے کو ہاتھ میں لئے اپنے ہی زور میں دور جا گرتا، لیکن کھال کا وہ حصہ جو ابوالاسود کے پاؤں کے نیچے ہوتا جوں کا توں رہتا۔

ایک روز ابوالاسود جمحی نے حضور ﷺ کو چیلنج کرتے ہوئے کہا:

إن صرعتني اٰمنت بک۔

’’اگر آپ مجھے پچھاڑ دیں تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔‘‘

حضور ختمی مرتبت ﷺ نے اس پہلوان کا چیلنج بھی قبول کر لیا اور مقابلے کے لئے میدان میں تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے پہلی ہی بار اسے زمین پر پٹخ دیا۔ اگرچہ اسے شکستِ فاش سے دوچار ہونا پڑا لیکن وہ بدبخت اپنے وعدے سے مکر گیا اور دولتِ ایمان

سے محروم رہا۔(۱)

۲۴۔ طہارتِ فضلات

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا جسمِ اطہر اتنا نظیف، لطیف اور پاکیزہ تھا کہ اس پر کسی ہلکی سی کثافت کا شائبہ تک بھی نہ تھا۔ آپ کا ظاہری سراپا تو پاک تھا ہی۔ آپ ﷺ کے جسمِ اطہر سے خارج ہونے والے فضلات مبارکہ بھی پاکیزہ اور طاہر تھے۔ ان کی طہارت متعدد روایات سے ثابت ہے:

۱۔ زمین کا فضلات نگل جانا اور وہاں سے خوشبو کا آنا

آپ ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو اس کے فضلات خوشگوار مہک اور خوشبو کے ساتھ جسمِ اقدس سے خارج ہوتے، آپ ﷺ بول و براز کے لئے جس قطعۂ زمین کا انتخاب فرماتے وہ اس فضلہ کو یوں نگل لیتا کہ وہاں سوائے خوشبو کی مہکار کے اور کچھ محسوس نہ ہوتا۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا: یا رسول اللہ! جب آپ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے ہیں تو کیا ماجرا ہے کہ آپ کے واپس آنے پر میں اندر جاتی ہوں تو

فلا أری شیئاً إلا أنی کنت أشم رائحة الطیب۔

’’مجھے وہاں (فضلات میں سے) کچھ بھی نظر نہیں آتا، میں وہاں صرف خوشبو کی مہکار پاتی ہوں۔

اس پر حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن أجسادنا تنبت علی أرواح أهل الجنة، وما خرج منها ابتلعته

(۱) ۱۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۳۶۵
۲۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۴: ۲۹۲

الأرض ۔(۱)

’’ہمارے (انبیاء علیہم السلام) اجسام اہل جنت کی ارواح کی مانند بنائے گئے ہیں ان سے جو کچھ بھی خارج ہوتا ہے زمین اسے نگل لیتی ہے۔‘‘

قاضی عیاض اس حدیث کے حوالے سے لکھتے ہیں :

و ھذا الخبر و ان لم یکن مشھورا فقد قال قوم من أھل العلم بطھارۃ ھٰذین الحدثین منه ﷺ۔(۲)

’’یہ حدیث اگر چہ مشہور نہیں ہے لیکن اہل علم کی ایک جماعت نے (اس کی بناء پر) کہا ہے کہ حضور ﷺ کے بول و براز پاک ہیں۔‘‘

علامہ خفاجی اس کی شرح میں لکھتے ہیں :

نفی المصنف عنه الشھرۃ دون الصحۃ، فلا وجه للإعتراض علیه بأنه لا یلزم من نفی الشھرۃ نفی الصحۃ۔(۳)

---

(۱) ۱۔قسطلانی، المواہب اللدنیہ،۲:۳۱۵
۲۔قاضی عیاض، الشفاء، ۱:۴۰
۳۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ،۵:۵۴۲
۴۔سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۲۰
۵۔ ابن جوزی، الوفاء:۴۹۲، رقم:۸۸۴
۶۔ ذہبی، میزان الاعتدال،۲:۲۹۹
۷۔خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۸:۶۲
۸۔ملا علی قاری، شرح الشفاء، ۱:۱۶۲
۹۔مقریزی، امتاع الاسماع، ۵ :۳۰۲
۱۰۔عسقلانی، الاصابہ، ۸ : ۱۰۸، رقم:۱۱۷۲۹
۱۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵ :۳۳۰
(۲) قاضی عیاض ، الشفا، ۱:۴۱
(۳) خفاجی، شرح الشفا، ۲:۲۱

''مصنف (قاضی عیاض) نے اس حدیث کی شہرت کی نفی کی ہے صحت کی نہیں، پس اس پر اس اعتراض کی کوئی وجہ نہیں کہ شہرت کی نفی سے صحت کی نفی لازم نہیں آتی۔''

امام قسطلانیؒ اور امام زرقانیؒ ایک صحابی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر کے موقع پر حضور ﷺ رفعِ حاجت کے لئے بیت الخلاء تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کے باہر تشریف لانے کے بعد وہ صحابی داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں بول و براز کا نشان تک نہیں تھا۔ اسکے بعد وہ صحابی فرماتے ہیں:

و رأیت فی ذلک الموضع ثلاثة أحجار فأخذتهن فوجدت لهن رائحة طیبة و عطرا۔(۱)

''میں نے وہاں تین ایسے پتھر پائے (جن کو آپ ﷺ نے استعمال فرمایا تھا)، میں نے انہیں اٹھایا تو ان سے خوشگوار مہک اور خوشبو آ رہی تھی۔''

ملا علی القاری نے یہ روایت اختلافِ الفاظ سے بیان کی ہے:

فأخذتهن فإذا بهن یفوح منهن روایح المسک۔(۲)

''میں نے انہیں اٹھایا تو ان سے کستوری کی خوشبو آ رہی تھی۔''

مذکورہ بالا روایت کے آگے یہ الفاظ بھی ہیں:

فکنت إذا جئت یوم الجمعة المسجد أخذتهن فی کمی، فتغلب رائحتهن رائحة من تطیب و تعطر۔(۳)

---

(۱) ۱۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۳۱۴
۲۔ عمر بن علی، غایۃ السول فی خصائص الرسول، ۱: ۳۰۱
(۲) ملا علی قاری، شرح الشفاء، ۱: ۱۶۲
(۳) ۱۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۵: ۵۴۲
۲۔ ملا علی قاری، شرح الشفاء، ۱: ۱۶۲

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

’’میں انہیں جمعہ کے دن مسجد میں اپنی جیب میں لیکر آتا (وہاں) ان کی خوشبو ان تمام خوشبوؤں اور عطروں پر غالب آجاتی جو دوسرے لوگ لگا کر آتے۔‘‘

امام زرقانیؒ نے اس روایت کا مفہوم یوں بیان کیا ہے:

فالمعنی و جدتهن عطراً أی: کالعطر مبالغة، کأن عینهن انقلبت من الحجرية إلی العطرية۔(۱)

’’مطلب یہ کہ میں نے اُنہیں عطر پایا، یعنی عطر کی طرح اس میں مبالغہ ہے، گویا پتھر اپنی ماہیت بدل کر عطر کی ماہیت اختیار کر چکے تھے۔‘‘

۲۔ صحابہ کرام کا فضلاتِ مبارکہ سے حصولِ برکت

احادیث میں متعدد واقعات اس مضمون کے ملتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبی اکرم ﷺ کے فضلاتِ مبارکہ کو استعمال کیا۔ جس کی وجہ سے انہیں برکت حاصل ہوئی اور انہیں ان کے عوارضِ جسمانی سے نجات مل گئی۔

۱۔ مشہور صحابیہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک برتن میں پیشاب فرمایا۔ مجھے پیاس محسوس ہوئی تو میں اٹھی اور،

فشربت ما فیها و أنا لا أشعر أنه بول لطیب رائحته۔(۲)

’’میں نے اس پیشاب کو پانی سمجھ کر پی لیا، وہ اپنی بھینی بھینی مہک کی وجہ سے مجھے پیشاب محسوس نہ ہوا۔‘‘

صبح حضور ﷺ نے مجھے بلا کر حکم دیا کہ فلاں برتن میں پیشاب ہے اسے باہر پھینک دو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اسے میں نے پانی سمجھ کر پی لیا ہے۔

---

(۱) زرقانی، شرح المواھب اللدنیہ، ۵:۵۴۲

(۲) ۱۔ زرقانی، شرح المواھب اللدنیہ، ۵:۵۴۸، ۵۴۹

۲۔ صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، ۱۰:۴۰

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

فضحک رسول اللہ ﷺ حتی بدت نواجذہ، ثم قال: أما أنکِ لا یفجع بطنکِ بعدہ أبدا۔(۱)

’’یہ سن کر حضور نبی مکرم ﷺ اتنا مسکرائے کہ آپ ﷺ کی مبارک داڑھیں نظر آنے لگیں اور پھر فرمایا: اے اُمِ ایمن! آج کے بعد تیرے پیٹ کو کوئی بیماری لاحق نہ ہوگی۔‘‘

۱۔ قاضی عیاض نے ’الشفاء (۱:۴۰)‘ میں اس حدیث کے بارے میں کہا ہے:

حدیث ھذہ المرأۃ التی شربت بولہ ﷺ صحیح الزم الدارقطنی مسلما و البخاری إخراجہ فی الصحیح۔

’’یہ حدیث صحیح ہے کہ عورت نے آپ ﷺ کا بول مبارک پیا، اور دارقطنی نے کہا ہے کہ اس کے راوی بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔‘‘

۲۔ شارح بخاری امام بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۴:۷۰، رقم:۶۹۱۱
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۵:۸۹
۳۔ قاضی عیاض، الشفا، ۱:۴۱
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۷۱
۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵:۳۲۶
۶۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۳۱۷
۷۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۵:۵۴۹
۸۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳:۲۰۷
۹۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲:۴۴۱
۱۰۔ صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، ۱۰:۴۰
۱۱۔ السیرۃ الحلبیہ، ۲:۵۱۵
۱۲۔ عسقلانی، الاصابہ، ۸:۱۷۱
۱۳۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۱:۱۰۶

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

قال بعض شراح البخاری فی بوله و دمه وجهان والالیق الطهارة۔(۱)

''بعض شارحینِ بخاری نے حضور ﷺ کے بول مبارک اور خون مبارک کے بارے میں کہا ہے کہ ان میں دوصورتیں ہیں اور ان کی طہارت کی صورت لائق تر ہے۔''

۳۔ امام عینی دوسری جگہ اس حوالے سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و هو یقول بطهارة بوله و سائر فضلاته۔(۲)

''وہ آپ ﷺ کے پیشاب اور تمام فضلات کو طاہر کہتے ہیں۔''

۴۔ اَحناف کی کثیر تعداد طہارتِ فضلات کی قائل ہے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

إختار کثیرون من أصحابنا طهارة فضلاته علیه الصلاة و السلام۔(۳)

''ہمارے کثیر احناف کا موقف ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے تمام فضلات پاک ہیں۔''

۵۔ ابن حجر عسقلانی علامہ ابن منذر اور علامہ خطابی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

و قد تکاثرت الأدلة علی طهارة فضلاته و عد الأئمة ذلک فی خصائصه فلا یلتفت الی ما وقع فی کتب کثیر من الشافعیة مما یخالف ذالک فقد استقر الأمر بین ائمتهم علی القول بالطهارة۔(۴)

---

(۱) عینی، عمدة القاری، ۳: ۳۵

(۲) عینی، عمدة القاری، ۳: ۷۹

(۳) ملا علی قاری، المرقاة شرح المشکوٰة، ۲: ۵۳

(۴) عسقلانی، فتح الباری، ۱: ۲۷۲

’’حضور نبی اکرم ﷺ کے فضلات کی طہارت پر کثیر دلائل موجود ہیں اور ائمہ نے اسے آپ ﷺ کے خصائص میں شمار کیا ہے،اس لیے اس چیز کی طرف توجہ نہ کی جائے جو بہت سے شافعی علماء کی کتابوں میں اس کے خلاف لکھی گئی ہیں کیونکہ ان کے تمام ائمہ سے فضلات کی طہارت کا قول ثابت اور مقرر ہے۔‘‘

ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

صحح بعض الائمة الشافعية طهارة بوله ﷺ و سائر فضلاته، و به قال أبو حنيفة كما نقله فی المواهب اللدنية عن شرح البخاری للعينی، و صرح به البيری فی شرح الأشباه، و قال الحافظ ابن حجر: تظافرت الأدلة علی ذالک و عد الأئمة ذالک من خصائصه ﷺ، و نقل بعضهم عن شرح المشكاة لملا علی القاری أنه قال: اختاره كثير من أصحابنا و أطال فی تحقيقه فی شرحه علی الشمائل فی باب ما جاء فی تعطره عليه الصلاة و السلام۔(۱)

’’بعض شافعی ائمہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے پیشاب اور تمام فضلات کو پاک قرار دینے کو صحیح کہا ہے، اور امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے جیسا کہ (قسطلانی) نے ’المواہب اللدنیۃ‘ میں ’عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری للعینی‘ کے حوالے سے نقل کیا ہے ، البیری نے ’الاشباہ‘ کی شرح میں اس کی تصریح کی ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں اس پر کثیر دلائل موجود ہیں اور ائمہ نے اس (طہارتِ بول و براز) کو حضور ﷺ کی خصوصیات میں شمار کیا ہے، بعض نے ملا علی قاری کی شرح مشکوۃ (المرقاۃ) سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب (احناف) کا قولِ مختار یہی ہے ، ملا علی قاری نے اس مسئلہ کی تحقیق پر ’شرح الشمائل‘ کے باب ’’حضور ﷺ کا خوشبو لگانا‘‘ میں طویل گفتگو کی ہے۔‘‘

(۱) شامی، ردالمختار، ۱:۲۲۳

۳۔ فضلات کی طہارت کا سائنسی و عقلی استدلال

فضلات وہ فاضل مادے ہیں جو جسم میں داخل ہونے والی غذا پر وارد ہونے والے عمل انہضام کے نتیجے میں اخراجی نظام (excretory system) کے ذریعے بول و براز کی صورت میں جسم سے خارج ہوتے ہیں۔ اخراج ہونے والے یہ غذائی مادے ناپاک اور بدبو دار ہوتے ہیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ غذا جو کھانے سے پہلے کُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ (پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ) کے ارشادِ ربانی کے مِصداق پاک اور طیب تھی، کھانے کے بعد ناپاک کیسے ہوگئی اور وہ کون سے عوامل ہیں جو اس تبدیلی کا باعث بنے، جبکہ کوئی نئی چیز انسان کے جسم میں داخل نہیں ہوئی۔

سائنس کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ غذا حلق کے ذریعے آنتوں کے راستے معدے میں داخل ہوتی ہے اور اس پر کار فرما ہونے والے عوامل داخلی ہوتے ہیں جبکہ خارجی عوامل میں سے کسی کا اس پر عمل دخل نہیں ہوتا۔ ذیل میں چند مثالوں سے اس کی وضاحت کی جاتی ہے:

ا۔ کیمیائی تبدیلیوں اور عملِ انہضام سے استدلال

غذا داخلِ معدہ ہوتی ہے تو اس پر کیمیائی تبدیلیاں واقع ہونے لگتی ہیں۔ معدے کے اندر جب غذا ہضم ہو جاتی ہے تو اس کو کیموس (chyme) کہتے ہیں۔ اس کی ہیئت غذاؤں کی نوعیت کے سبب مختلف ہوتی ہے، لیکن اس کا قوام آشِ جو (barleywater) کی طرح گاڑھا اور مزے اور بو میں تُرش ہوتا ہے۔ عملِ انہضام کے ذریعے جب غذا کیموس میں تبدیل ہوتی ہے تو اُس کا مواد اس طرح مخلوط ہو جاتا ہے کہ اس کے اجزائے ترکیبی کی باہمی تمیز دشوار ہو جاتی ہے۔ جب معدہ میں غذا لبلبہ کے عمل سے صفرا اور رطوبت کے ملنے سے تحلیل ہوجاتی ہے اور اس کی رنگت سفید اور دودھیا ہو جاتی ہے تب اسے کیلوس (chyle) کہتے ہیں۔ اس عملِ اِنہضام میں انجذاب کے ذریعے غذا جزو بدن بنتی ہے اور فاسد مادے (residues) فضلہ (faeces) کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔

سائنسی مطالعے سے ہمیں معلوم ہوا کہ ان فاسد مادوں کی بدبو اور ناپاکی کا سبب اندرونی کیمیائی عوامل ہیں، اس میں خارجی عوامل کا کوئی عمل دخل نہیں۔

اگر معجزاتی طور پر کسی کا اندرونی نظام اتنا لطیف اور نظیف ہو جائے کہ لعابِ دہن ڈالنے سے تو کھارا پانی میٹھے پانی میں تبدیل ہو جائے، آنکھوں کو لگانے سے آشوبِ چشم سے شفا مل جائے تو اس کے بدبو دار اور ناپاک ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب سرورِ کائنات ﷺ کا لعابِ دہن اتنا مصفّیٰ اور مطہر ہے تو آپ ﷺ کے بدنِ اطہر اور اندرونی نظام کے مواد کیسے غیر مصفّیٰ اور ناپاک ہو سکتے ہیں۔ درحقیقت اس کی تفہیم کا مسئلہ ان لوگوں کے لئے ہے جو حضور ﷺ کے اندرونی نظام کو اپنے اندر کارفرما نظام پر قیاس کر لیتے اور اس سے اخذ کردہ نتائج کو بھی من وعن اپنے اوپر منطبق کر لیتے ہیں۔ یہ ذہنیت ہی اس مسئلے کی روح کو سمجھنے میں سب سے بڑی رکاوٹ اور خرابی ہے جس کا ازالہ ہونا چاہیے۔ دراصل خرابی ہمارے ذہن میں ہے کہ وہ حضور ﷺ کے فضائل و خصائص کا ادراک نہیں کر پایا اور سرکارِ دوجہاں ﷺ کو اپنے جیسا بشر سمجھنے کی بیماری میں مبتلا ہے۔ اگر اس بات کا ادراک ہو جائے کہ حضور ﷺ بے مثل بشر ہیں اور آپ ﷺ کے بدنِ اقدس پر اس نظام کا اطلاق نہیں ہوتا جو سائنسی اور طبی اُصولوں کے مطابق عام انسانوں میں کارفرما ہے تو اس مسئلے کے مالۂ اور ما علیہ (pros and cons) کو سمجھنا چنداں مشکل نہ ہوگا۔

۲۔ صیامِ وصال سے استدلال

حضور ﷺ نے مسلسل روزے رکھنا شروع کئے تو آپ ﷺ کی اتباع میں بعض صحابہ بھی لگاتار روزے رکھنے لگے جس کے اثرات ان پر مرتب ہوئے اور وہ روز بروز کمزور ہوتے چلے گئے اور ان کے رنگ پیلے پڑ گئے۔ آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو انہیں منع کر دیا اور فرمایا:

لست کھیئتکم۔(۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۷۸، کتاب الصوم، رقم: ۱۸۲۲
۲۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۹۳، کتاب الصوم، رقم: ۱۸۶۲

←

’’میں تمہاری طرح نہیں ہوں (یعنی میری جسمانی ہیئت تمہاری طرح نہیں ہے۔)‘‘

بعض جگہ یہ الفاظ ہیں:

إنی لست مثلکم ۔(۱)

’’میں تمہاری مثل نہیں ہوں ۔‘‘

اس ارشادِ نبوی ﷺ کے مضمرات پر غور کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ بیان روح کا نہیں جسم کا تھا کہ کمزور صحابہ رضی اللہ عنہم کے جسم ہو رہے تھے روح نہیں، ان کی روح تو بلا مبالغہ مزید طاقتور ہوگئی ہوگی۔ اس حدیث مبارکہ کے ذریعے واضح پیغام

...... ۳۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۹۴، کتاب الصوم، رقم: ۱۸۶۶

۴۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۷۴، کتاب الصیام، رقم: ۱۱۰۲

۵۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۷۶، کتاب الصیام، رقم: ۱۱۰۵

۶۔ ابو داؤد، السنن، ۲: ۳۰۶، کتاب الصوم، رقم: ۲۳۶۰

۷۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۳۰۷، کتاب الصوم، رقم: ۲۳۶۱

۸۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۲۸، رقم: ۶۱۲۵

۹۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۵۳، رقم: ۶۴۱۳

۱۰۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۸، رقم: ۱۱۰۷۰

۱۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۸۷، رقم: ۱۱۸۴۰

۱۲۔ مالک، الموطا، ۱: ۳۰۰، رقم: ۶۶۷

۱۳۔ مالک، الموطا، ۱: ۳۰۱، رقم: ۶۶۸

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۶۱، کتاب الاعتصام، رقم: ۶۸۶۹

۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۷۶، کتاب الصیام، رقم: ۱۱۰۴

۳۔ احمد، المسند، ۲: ۱۰۲

۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۵: ۳۵۵، رقم: ۵۵۳۹

۵۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۲: ۲۴۱، رقم: ۳۲۶۳

دیا گیا کہ حضور ﷺ کا بدن اقدس اور جسمانی نظام ہیئت میں ہماری مثل نہیں، حق بات تو یہ ہے کہ اس کائناتِ انسانی میں کسی فردِ بشر کا نظام بھی حضور ﷺ جیسا نہیں، عالم بشریت میں کسی کی ہیئت بھی حضور ﷺ جیسی نہیں، کوئی بھی آپ سے ہمسری یا مثلیت کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ جب نظام اور ہیئت میں کوئی بشر حضور ﷺ جیسا نہیں تو ہمارے اخراجی نظام کے ذریعے خارج ہونے والے فضلات کیسے آپ ﷺ کے فضلات جیسے ہوسکتے ہیں؟

اسی روایت میں حضور ﷺ کا فرمان ہے:

إنی أبیت یطعمنی ربی و یسقینی۔(۱)

''میں اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔''

یہ کھلانا اور پلانا ملکوتی عمل ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کی غذاؤں میں بھی ملکوتی تجلیات اور لاہوتی و جبروتی توانائیوں کا عمل دخل تھا۔ جب آپ ﷺ خوراک تناول فرماتے تو اس کے ساتھ ملکوتی برکتیں بھی شامل ہو جاتیں۔ ان کے ہوتے ہوئے بھی مضر اثرات کیسے مرتب ہوسکتے تھے؟ یہ ملکوتی و لاہوتی تجلیات خوراک میں کیمیائی تغیر واقع نہ ہونے دیتیں جس کی وجہ سے حضور ﷺ کے فضلات پاکیزہ اور خوشبودار رہتے۔

۳۔ پسینہ مبارک کی خوشبو سے استدلال

متعدد احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے پسینہ مبارک سے خوشبو آتی تھی، اور اسے شیشیوں میں محفوظ کر کے عطر و کستوری کے طور پر استعمال میں لایا جاتا تھا۔

۱۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں:

کان ریح عرق رسول اللہ ﷺ ریح المسک، بأبی و أمی! لم أر

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۶۱، کتاب الاعتصام، رقم: ۶۸۶۹
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۷۴، کتاب الصیام، رقم: ۱۱۰۳
۳۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۷۶، کتاب الصیام، رقم: ۱۱۰۴

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

قبله و لا بعده أحدا مثله۔(۱)

''حضور ﷺ کے مبارک پسینہ کی خوشبو کستوری سے بڑھ کر تھی۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! میں نے آپ ﷺ جیسا نہ کوئی آپ ﷺ سے پہلے دیکھا اور نہ بعد میں دیکھا۔''

حضور رحمتِ عالم ﷺ کا مبارک پسینہ کائناتِ ارض و سماوات کی ہر خوشبو سے بڑھ کر خوشبودار تھا۔ یہ خوشبو خوشبوؤں کے جھرمٹ میں اعلیٰ اور افضل ترین تھی۔ پسینے کی خوشبو لاجواب اور بے مثال تھی۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ما شممت عنبراً قط و لا مسکا و لا شیئا أطیب من ریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔(۲)

''میں نے حضور ﷺ (کے پسینے) کی خوشبو سے بڑھ کر خوشبودار عنبر اور کستوری یا کوئی اور خوشبودار چیز کبھی نہیں سونگھی۔''

---

(۱) ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۱:۳۱۹

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۱۴، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۰

۲۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۰۶، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۶۸

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۳۶۸، ابواب البر والصلہ، رقم: ۲۰۱۵

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۰۰

۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۱۵، رقم: ۳۱۷۱۸

۶۔ ابویعلی، المسند، ۶:۴۶۳، رقم: ۳۸۶۶

۷۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۷۸، رقم: ۱۲۶۸

۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۴، رقم: ۱۴۲۹

۹۔ ابونعیم، مسند ابی حنیفہ، ۱:۵۱

۱۰۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۲۸۵، رقم: ۳۴۶

۱۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۲۲۱، رقم: ۶۳۰۳

۳۔ تاجدارِ کائنات ﷺ کے مبارک پسینے کا ذکرِ جمیل حضرت علی رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

كان عرق رسول الله ﷺ فى وجهه اللؤلؤ، و ريح عرق رسول الله ﷺ أطيب من ريح المسك الأذفر۔(۱)

''حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر پسینے کے قطرے خوبصورت موتیوں کی طرح دکھائی دیتے اور اس کی خوشبو عمدہ کستوری سے بڑھ کر تھی۔''

عطر کا بدلِ نفیس......پسینہ مبارک

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جسمِ اَطہر کے مقدس پسینہ کو محفوظ کر لیتے اور وقتاً فوقتاً اُسے بطور عطر استعمال میں لاتے کہ اُس جیسا عطر رُوئے زمین پر دستیاب نہیں ہو سکتا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے محتشم حضور رحمتِ عالم ﷺ اکثر ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ عموماً آپ ﷺ ہمارے ہاں قیلولہ بھی فرماتے۔ ایک دن میری والدہ ماجدہ حضرت اِم سلیم رضی اللہ عنہا کسی کام سے گھر سے باہر گئی ہوئی تھیں، اُن کی عدم موجودگی میں تاجدارِ کائنات ﷺ ہمارے گھر میں جلوہ افروز ہوئے اور قیلولہ فرمایا:

فقيل لها: هذا النبى ﷺ نائم فى بيتك على فراشك۔

''انہیں اطلاع ملی کہ آپ کے ہاں تو سرور کونین حضور رحمتِ عالم ﷺ استراحت فرما رہے ہیں۔''

انہوں نے یہ مژدۂ جانفزا سنا تو جلدی جلدی اپنے گھر کی طرف لوٹیں اور دیکھا کہ سیدالمرسلین حضور رحمتِ عالم ﷺ استراحت فرما رہے ہیں اور جسمِ مقدس پر پسینے کے شفاف قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے ہیں اور یہ قطرے جسمِ اطہر سے جدا ہو کر بستر میں جذب ہو رہے ہیں۔

---

(۱) صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، ۲:۸۶

آ گے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جاء ت أمي بقارورة فجعلت تَسلُت العرق فيها۔

’’میری والدہ ماجدہ نے ایک شیشی لے کر اس میں حضور ﷺ کے پسینے کو جمع کرنا شروع کر دیا۔‘‘

اس اثنا میں والیٔ کونین ﷺ بیدار ہو گئے۔ آپ ﷺ نے میری امی جان کو مخاطب کر کے فرمایا:

ما هذا الذی تصنعين؟

’’تو یہ کیا کر رہی ہے؟‘‘

امی جان نے احتراماً عرض کی:

هذا عرقک نجعله فی طيبنا و هو من أطيب الطيب۔

’’(یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!) یہ آپ کا مبارک پسینہ ہے، جسے ہم اپنے خوشبوؤں میں ملاتے ہیں اور یہ تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبودار ہے۔‘‘

ایک روایت کے مطابق حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا جواب کچھ یوں تھا:

نرجو برکته لصبياننا۔

’’ہم اسے (جسمِ اطہر کے پسینے کو) اپنے بچوں کو برکت کے لئے لگائیں گے۔‘‘

حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

أصبتِ۔(۱)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۵، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۱
۲۔ نسائی، السنن، ۸: ۲۱۸، کتاب الزینہ، رقم: ۵۳۷۱
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۲۱
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱: ۲۵۴، رقم: ۱۱۳۵

←

’’تو نے درست کیا۔‘‘

اگر پسینہ بننے کے عمل پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ وہی زائد پانی جو گردوں کے عمل (process) سے گزرنے کے بعد پیشاب کی صورت میں خارج ہوتا ہے اگر جسم کے مساموں سے خارج ہو تو پسینہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ یہ پسینہ بننے کا عمل تمام انسانوں میں یکساں طور پر ہوتا ہے۔ اگر معجزۃً حضور ﷺ کے لئے پسینہ خوشبودار ہوسکتا ہے تو آپ ﷺ کا بول و براز کیوں خوشبودار اور پاک نہیں ہوسکتا؟

۴۔ لعابِ دہن سے شفایابی سے استدلال

عام انسانوں کے تھوک سے جراثیم پھیلتے ہیں جن سے متعدد بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، مگر حضور ﷺ کے لعابِ دہن سے بیماروں کو شفا اور امراض کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اس حوالے سے متعدد روایات کتبِ احادیث میں ملتی ہیں کہ حضور ﷺ کے مبارک لعاب دہن سے کسی کے آشوبِ چشم کا عارضہ ٹھیک ہوگیا، کسی کی ٹوٹی ہوئی ہڈی جڑ گئی، کسی کا بیمار بچہ تندرست ہوگیا، کسی کے کھانے میں اضافہ ہوگیا تو کسی کا کھارا کنواں میٹھا ہوگیا۔ اس قبیل کے بہت سے معجزے لعاب دہن کی برکت سے رونما ہوئے:

غزوۂ خیبر کے موقع پر تاجدارِ کائنات ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کل میں اُس شخص کو عَلَم دوں گا اور اُسے امیرِ لشکر مقرر کروں گا جس کے ہاتھ پر ربِ ذوالجلال نے خیبر کی فتح مقدر کر دی ہے۔ صبح جب صحابہ کرام ﷺ بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے تو ہر صحابی اِس اعزاز کے حصول کا آرزو مند تھا۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ پر طائرانہ نظر ڈالی اور معاً ارشاد ہوا کہ علی کہاں ہے؟ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ آشوبِ چشم

...... ۵۔ طیالسی، المسند، ۱:۲۷۶، رقم: ۲۰۷۸

۶۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۷۸، رقم: ۱۲۶۸

۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۵:۱۱۹، رقم: ۲۸۹

۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۴، رقم: ۱۴۲۹

۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۸:۴۲۸

میں مبتلا ہیں، اس وجہ سے حاضرِ خدمت نہیں ہو سکے۔ حضور ﷺ نے اُنہیں بلا بھیجا:

فلما جاء بصق فی عینیه، فدعا له، فبراء حتی کان لم یکن له وجع۔(۱)

''پس جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے اُن کی آنکھوں میں لعاب مبارک لگایا، پھر ان کے لئے دعا کی تو وہ اسی وقت یوں شفایاب ہو گئے جیسے ان کی آنکھوں میں کوئی درد ہی نہیں تھا۔''

اگر آپ ﷺ کا لعاب دہن جراثیم سے پاک اور صحت بخش ہوسکتا ہے تو جسمِ اقدس سے نکلنے والے فضلات کیوں پاک نہیں ہوسکتے؟

۵۔ جسم کی معجزانہ لطافت سے استدلال

حضور نبی اکرم ﷺ کے جسمِ اقدس کو دنیاوی آلائشوں اور کثافتوں سے کوئی تعلق اور سروکار نہ تھا۔ اسی لیے آپ ﷺ کے جسم اقدس پر مکھی نہ بیٹھتی تھی۔

۱۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا جب حضور ﷺ کو رضاعت کے لئے اپنے گھر کی طرف لے کر چلیں تو راستے خوشبوؤں سے معطر ہو گئے۔ وادئ بنو سعد کا کوچہ کوچہ حضور نبئ اکرم ﷺ کے بدنِ اقدس کی نفیس خوشبو سے مہک اٹھا۔ وہ بیان کرتی ہیں:

و لما دخلت به إلی منزلی، لم یبق منزل من منازل بنی سعد إلا شممنا منه ریح المسک۔(۲)

''جب میں حضور ﷺ کو اپنے گھر لائی تو قبیلہ بنو سعد کا کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ جس سے ہم نے کستوری کی خوشبو محسوس نہ کی۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۵۷، کتاب فضائل الصحابه، رقم: ۳۴۹۸

۲۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۵۴۲، کتاب المغازی، رقم: ۳۹۷۳

۳۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۷۲، کتاب فضائل الصحابه، رقم: ۲۴۰۶

(۲) صالحی، سبل الهدیٰ والرشاد، ۱: ۳۸۷

۲۔ حضور ﷺ کے بچپن کے بارے میں ایک روایت حضرت ابوطالب بیان کرتے ہیں:

فإذا هو فی غایة اللین و طیب الرائحة کأنه غمس فی المسک۔(۱)

’’آپ ﷺ کا جسمِ اطہر نہایت ہی نرم و نازک اور اس طرح خوشبو دار تھا جیسے وہ کستوری میں ڈبویا ہوا ہو۔‘‘

۳۔ خوشبوؤں کا قافلہ عمر بھر قدم قدم آپ ﷺ کے ہمرکاب رہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

کان رسول الله ﷺ أحسن الناس لوناً و أطیب الناس ریحاً۔(۲)

’’رسول اللہ ﷺ رنگ کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے اور خوشبو کے لحاظ سے سب سے زیادہ خوشبودار۔‘‘

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ یہ خوشبو آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کی تھی نہ کہ وہ خوشبو جو آپ استعمال کرتے۔ ذاتِ اقدس کسی خوشبو کی محتاج نہ تھی بلکہ خود خوشبو جسمِ اطہر سے نسبت پاکر معتبر ٹھہری۔ اگر حضور ﷺ خوشبو کا استعمال نہ بھی فرماتے تب بھی جسمِ اطہر کی خوشبو سے مشامِ جاں معطر رہتے۔

۱۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

کانت هذه الریح الطیبة صفتها و إن لم یمس طیبا۔(۳)

’’مہک حضور ﷺ کے جسمِ اطہر کی صفات میں سے تھی، اگرچہ آپ ﷺ نے خوشبو استعمال نہ بھی فرمائی ہوتی۔‘‘

۲۔ امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی تصریح کرتے ہیں:

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۳۱: ۲۱۴

(۲) ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۱: ۳۲۱

(۳) نووی، شرح صحیح مسلم، ۲: ۲۵۶

ان هذه الرائحة الطيبة كانت رائحة رسول اللهﷺ من غير طيب۔(۱)

’’یہ پیاری مہک آپ ﷺ کے جسمِ مقدسہ کی تھی نہ کہ اُس خوشبو کی جسے آپ ﷺ استعمال فرماتے تھے۔‘‘

۳۔ امام خفاجی رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی اس منفرد خصوصیت کا ذکر یوں کرتے ہیں:

ریحها الطیبة طبعیاً خلقیاً خصه الله به مکرمة و معجزة لها۔(۲)

’’اللہ تعالیٰ نے بطور کرامت ومعجزہ آپ ﷺ کے جسمِ اطہر میں خلقتاً اور طبعاً مہک رکھ دی تھی۔‘‘

۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یکے از طبقاتِ عجیبِ آنحضرت طیبِ ریح است کہ ذاتی ویﷺ بود بی آنکہ استعمال طیب از خارج کند و ہیچ طیب بداں نمی رسد۔(۳)

’’حضور ﷺ کی مبارک صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بغیر خوشبو کے استعمال کے حضور ﷺ کے جسمِ اطہر سے ایسی خوشبو آتی جس کا مقابلہ کوئی خوشبو نہیں کر سکتی۔‘‘

۵۔ علامہ احمد عبدالجواد دومی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

کان رسول اللهﷺ طیبا من غیر طیب، و لکنه کان یتطیب و یتعطر توکیدا للرائحة و زیادة فی الإذکاء۔(۴)

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۸۸

(۲) خفاجی، نسیم الریاض، ۱:۳۴۸

(۳) محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۱:۲۹

(۴) دومی، الاتحافات الربانیہ: ۲۶۳

’’حضور ﷺ کا جسمِ اقدس خوشبو کے استعمال کے بغیر بھی خوشبودار تھا لیکن حضور ﷺ اس کے باوجود پاکیزگی و نظافت میں اِضافے کے لئے خوشبو استعمال فرما لیتے تھے۔‘‘

۶۔ شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و قد کان ﷺ طیب الرائحة، و ان لم یمس طیبا کما جاء ذلک فی الأخبار الصحیحة لکنه کان یستعمل الطیب زیادة فی طیب الرائحة۔(۱)

’’احادیثِ صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ کے جسمِ اطہر سے خوشبو کی دلآویز مہک بغیر خوشبو لگائے آتی رہتی۔ ہاں، آپ ﷺ خوشبو کا استعمال فقط خوشبو میں اضافہ کے لئے کرتے۔‘‘

اگر آپ ﷺ کا ظاہری سراپا اِس قدر پاک، طاہر، مصفّٰی اور خوشبودار تھا تو آپ ﷺ کے باطن کو کسی آلائش سے کیا واسطہ ہوسکتا تھا؟ اس طرح کا کوئی امکان حیطۂ خیال میں بھی نہیں آ سکتا۔

۶۔ لمسِ مصطفیٰ ﷺ سے پیدا ہونے والی خوشبو سے اِستدلال

احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے مقدس ہاتھوں سے ہر وقت بھینی بھینی خوشبو پھوٹتی تھی۔ آپ ﷺ کسی کے رخسار یا بدن کے کسی اور حصے کو اپنے دستِ اقدس سے مس کرتے تو اس میں ایسی خوشبو پیدا ہو جاتی جو مدتوں باقی رہتی۔

۱۔ حضرت جابر بن سُمرہ رضی اللہ عنہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آقائے محتشم ﷺ مسجد سے باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے باری باری سب بچوں کے رُخساروں پر ہاتھ پھیرا۔ آپ ﷺ نے میرے رُخسار پر بھی ہاتھ پھیرا۔

(۱) ابراہیم بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ: ۱۰۹

فوجدتُ ليده برداً أو ريحاً كأنما أخرجها من جؤنةِ عطّار۔(۱)

’’پس میں نے آپ ﷺ کے دستِ اقدس کی ٹھنڈک اور خوشبو یوں محسوس کی جیسے آپ ﷺ نے اُسے ابھی عطار کی ڈبیہ سے نکالا ہو۔‘‘

۲۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ کے دستِ اقدس ہمیشہ معطر رہتے، جو لوگ حضور ﷺ سے مصافحہ کرتے وہ کئی کئی دن دستِ اقدس کی خوشبو کی سرشاری کو مشامِ جان میں محسوس کرتے رہتے:

و كأن كفه كف عطار طيب مسها بطيب أو لا مسها، فإذا صافحه المصافح يظل يومه يجد ريحاً و يضعها على رأس الصبى فيعرف من بين الصبيان من ريحها على رأسه۔(۲)

’’اور آپ ﷺ کے مبارک ہاتھ عطار کے ہاتھوں کی طرح معطر رہتے، خواہ خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں۔ آپ ﷺ سے مصافحہ کرنے والا شخص سارا دن اپنے ہاتھوں پر خوشبو پاتا اور جب کسی بچے کے سر پر دستِ شفقت پھیر دیتے تو وہ (بچہ) خوشبوئے دستِ اقدس کے باعث دوسرے بچوں سے ممتاز ٹھہرتا۔‘‘

۳۔ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نماز ادا فرمائی، اس کے بعد:

و قام الناس، فجعلوا يأخذون يديه فيمسحون بهما وجوههم، قال: فأخذت بيده فوضعتُها على وجهى، فإذا هى أبرد من الثلج،

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۴، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۲۹
۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۳، رقم: ۳۱۷۶۵
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۲۲۸، رقم: ۱۹۴۴
۴۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۵۷۳

(۲) ۱۔ ابنِ عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱: ۳۳۷
۲۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۳۰۵

و أطيب رائحة من المسک۔(۱)

''لوگ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کا دستِ اقدس پکڑ کر اپنے چہروں پر ملنے لگے، میں نے بھی آپ ﷺ کا دستِ انور اپنے چہرے پر پھیرا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔''

اگر آپ ﷺ کے چھو جانے سے نگہت سامانی کی یہ کیفیت پیدا ہوجاتی تھی تو وہ خوراک جس کو آپ ﷺ کے جسم مبارک کے اندر رہنا نصیب ہو جاتا تھا اس کی خوشبو اور مہک کا کیا عالم ہوگا۔

۷۔ بعد از وصال جسد اقدس کے سلامت رہنے سے استدلال

جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا جسم کیمیائی تغیرات سے گزرتا ہے۔ مٹی اس کے جسم سے مس ہوتی ہے تو اس پر کیمیائی طور پر اثر انداز ہوتی ہے جس سے جسم کی ٹوٹ پھوٹ اور گلنے سڑنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور ایک عرصہ گزرنے کے بعد اس کی ہیئت بالکل مسخ ہوکر رہ جاتی ہے۔ مگر یہ طے شدہ امر ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام پر مٹی اثر انداز نہیں ہوتی۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن الله قد حرم علی الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۶۰
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۰۹
۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۳: ۶۷، رقم: ۱۶۳۸
۴۔ دارمی، السنن، ۱: ۳۶۶، رقم: ۱۳۶۷

(۲) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۷، ۱۸، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنہ فیہا، رقم: ۱۰۸۵
۲۔ نسائی، السنن، ۳: ۹۱، کتاب الجمعہ، رقم: ۱۳۷۸
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۸
۴۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۴۱۳، رقم: ۱۰۲۹

’’بیشک اللہ تعالیٰ نے مٹی پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔‘‘

مٹی کے جسم نہ کھانے کا معنی یہ ہے کہ انبیاء کرام علیھم السلام کے اجسام پر کیمیائی تغیر اثر انداز نہیں ہوتا اس لئے ہزاروں سال گزر جانے کے بعد بھی ان کے اجسام سلامت اور ہر قسم کے تغیر سے پاک ہیں۔

سید الانبیاء حضور ﷺ کا جسمِ اقدس آپ ﷺ کی قبرِ انور میں زندہ و سلامت ہے اور قیامت تک زندہ و سلامت رہے گا۔ آپ ﷺ کے جسم اطہر پر کسی قسم کے کیمیائی تغیرات اثر انداز نہیں ہوتے تھے۔ لٰہذا جو غذا آپ ﷺ کے جسمِ اقدس میں داخل ہوتی تھی اس پر کیمیائی تغیر کیسے اثر انداز ہوسکتا تھا، اس لئے وہ جسمِ اطہر اس خوارک کو بھی جو آپ ﷺ تناول فرماتے ہر قسم کے کیمیائی تغیر سے محفوظ رکھتا تھا۔ یہی سبب تھا کہ آپ ﷺ کے فضلات بھی آلائش سے پاک ہوتے تھے۔

۸۔ نباتات کی نشوونما سے استدلال

اب ہم اس موقف کو ایک مثال کے ذریعے مزید واضح کریں گے:

آپ دو پودے لیں ایک پودے کو کھلی فضا میں لگائیں جہاں ہوا اور روشنی بلا روک ٹوک پہنچتی ہو جبکہ دوسرا پودا اس زمین میں لگائیں جہاں سورج کی روشنی نہ پہنچتی ہو۔ کئی دن گزرنے کے بعد آپ دیکھیں گے کہ پہلا پودا تروتازہ ہے جبکہ دوسرا پودا مرجھا گیا ہے۔ اس کی کیا سائنسی توجیہ ہوسکتی ہے؟ پہلا پودا جسے ہوا اور روشنی برابر پہنچتی رہی سلامت رہا ہے جبکہ دوسرا پودا جسے پانی ہوا اور غذا کھاد یکساں صورت میں برابر پہنچ رہے تھے مگر سورج کی روشنی سے محروم تھا زندہ و سلامت نہیں رہا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ فرق ہے کہ ایک کو سورج کی روشنی کے ذریعے توانائی ملی جبکہ دوسرے پودے کو سورج کی کرنوں سے محروم رہنا پڑا جس کی وجہ سے اس میں زندگی اور توانائی برقرار نہ رہ سکی۔ جس پودے کو توانائی اور خوراک باہر سے میسر آئی وہ تروتازہ رہا۔ اس تمثیل سے یہ نکتہ واضح ہو گیا کہ وہ خوراک جو حضور ﷺ کے جسم اقدس کے ماحول میں داخل ہوئی اس کی نورانی فضا نے اسے تروتازہ

رکھا۔ لہٰذا وہ کیمیائی تغیر سے پاک رہی اور اِس سے خارج ہونے والے فضلات پر بھی کسی قسم کا کیمیائی تغیر اثر انداز نہ ہوا۔

۹۔ بدبودار کھاد اور پھولوں کی مہک سے اِستدلال

ایک اور مشاہدہ جو ہم روزمرہ زندگی میں کرتے ہیں ہمارے اس دعوے کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کے فضلات بدبو اور آلودگی سے پاک تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مالی گلاب کا پودا لگاتا ہے تو زمین کو زرخیز بنانے کے لئے گوبر کی کھاد دیتا ہے جو غلاظت والی اور بدبو دار ہوتی ہے۔ گلاب کا پودا اس غلاظت اور بدبو والی کھاد سے خوراک جذب کرتا ہے مگر اس میں جو پھول لگتے ہیں وہ خوش رنگ اور خوشبودار ہوتے ہیں۔ جب گلاب غلیظ گوبر سے پرورش حاصل کرکے مہکار پیدا کرسکتے ہیں تو وہ غذا جو باہر تر و تازہ اور خوشبو دار تھی بطنِ مصطفیٰ ﷺ میں جاکر کیسے بدبودار ہوسکتی ہے، جبکہ آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کے اندر بدبو اور آلائشوں کا شائبہ تک بھی نہیں۔

۱۰۔ پاکیزہ فضا کی صحبت سے اِستدلال

اب غذا کے بارے میں غور کریں اس کا پاک اور طیب ہونا ایک مسلمہ امر ہے۔ جب اس غذا کو حضور ﷺ کے جسمِ اقدس میں داخل ہونے سے پہلے ظاہری طور پر صاف اور پاک فضا کی صحبت حاصل تھی جو اس کے ترو تازہ ہونے کا باعث تھی تو آپ ﷺ کے جسمِ اقدس کے اندر کی فضا کے باہر کی فضا سے زیادہ طیب و طاہر ہونے میں کونسی چیز مانع ہوسکتی ہے؟ اگر حضور ﷺ کا اندرونی جسمانی ماحول پاک وطیب ہے اور یقیناً ایسا ہے تو پھر اس میں بدبو، تعفن اور ناپاکی کا شائبہ کیسے پیدا ہوسکتا ہے؟ لہٰذا آپ ﷺ کے فضلات ہر قسم کی بدبو اور ناپاکی سے مبرا تھے۔

۲۵۔ نیند میں بھی قلبِ اَطہر کا بیدار رہنا

حضور ﷺ کا قلبِ اطہر ...... جس پر قرآن نازل ہوا ...... انوار وتجلیاتِ الٰہیہ کا

مرکز، نورِ رُشد و ہدایت کا منبع اور شعور و آ گہی کا مخزن تھا، وہ قلبِ اطہر غفلت کی ہر کیفیت سے نا آشنا اور حالتِ خواب میں بھی بیدار رہتا تھا۔

آپ ﷺ نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

يا عائشة! إن عينيّ تنامان و لا ينام قلبي۔(۱)

''اے عائشہ! میری آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے۔''

حدیثِ مذکورہ کی شرح میں علامہ خفاجی لکھتے ہیں:

و هذا دليل على أن ظاهره ﷺ بشري وباطنه ملكي، ولذا قالوا: إن نومه لا ينقض الوضوء كما صرحوا به، ولا يقاس عليه غيره من الأمة كما توهم و توضيه بعد نومه استحبابا أو تعليماً لغيره أو لعروض ما يقتضيه۔(۲)

''یہ حدیث مبارکہ حضور ﷺ کے مبارک سراپا کا ظاہر بشری اور باطن ملکوتی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اسی لئے فقہاء نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کی نیند ناقص وضو نہیں تھی اور اس معاملے میں اُمت میں سے کسی شخص کو آپ ﷺ پر قیاس

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۳۸۵، کتاب الجمعہ، رقم: ۱۰۹۶
۲۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۷۰۸، کتاب صلوٰۃ التراویح، رقم: ۱۹۰۹
۳۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۵۰۹، کتاب صلوۃ المسافرین، رقم: ۷۳۸
۴۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۲: ۳۰۲، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۴۳۹
۵۔ ابو داؤد، السنن، ۲: ۴۰، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۱۳۴۱
۶۔ مالک، الموطا، ۱: ۱۲۰، رقم: ۲۶۳
۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۱۸۶، رقم: ۲۴۳۰
۸۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۱: ۳۰، رقم: ۴۹
۹۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲: ۱۹۲، رقم: ۱۶۶

(۲) خفاجی، نسیم الریاض، ۳: ۵۴۵

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

نہیں کیا جاسکتا۔ نیند سے بیداری کے بعد آپ ﷺ کا بعض اوقات وضو فرما لینا یا تو مستحب ہوتا تھا یا تعلیمِ اُمت کے لئے تھا یا بصورتِ دیگر جس طرح بشری عوارض طاری ہو جانے پر وضو ضروری ہو جاتا ہے آپ ﷺ بھی بتقاضائے بشری وضو فرما لیتے تھے۔''

حضور ﷺ کے قلب بیدار کے بارے میں فرشتوں نے یوں کہا:

إن عينيه تنامان و قلبه يقظان۔(۱)

''بیشک حضور ﷺ کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے۔''

جب جبرائیل امین علیہ السلام نے شقِ صدر کے وقت آپ ﷺ کے قلبِ انور کو دھویا تو کہا:

قلب سديد فيه عينان تبصران و أذنان سمعان۔(۲)

''یہ مضبوط دل ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔''

۲۶۔ حالتِ نماز میں حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل

اگر حضور ﷺ کسی کو آواز دیں اور وہ حالتِ نماز میں آپ ﷺ کا حکم بجا لائے تو نہ صرف یہ کہ اس کی نماز میں خلل واقع نہ ہوتا بلکہ اُسے نماز لوٹانے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں نماز ادا کر رہا تھا کہ حضور ﷺ میرے قریب سے گزرے اور مجھے آواز دی۔ میں نماز ادا کرنے کی بنا پر تاخیر سے حاضرِ خدمت ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۱۴۵، ابواب الامثال، رقم: ۲۸۶۱

(۲) ۱۔ قاضی عیاض، الشفا، ۱: ۱۰۳

۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۳: ۴۸۱

ما منعک أن تاتینی؟ ألم یقل الله: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اسۡتَجِیۡبُوۡا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاکُمۡ۔(۱)

’’تجھے کس چیز نے میرے پاس آنے سے روکا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ’’اے ایمان والو! جب (بھی) رسول تمہیں کسی کام کے لئے بلائیں جو تمہیں (جاودانی) زندگی عطا کرتا ہے تو اللہ اور رسول کو فرمانبرداری کے ساتھ جواب دیتے ہوئے (فوراً) حاضر ہو جایا کرو۔‘‘(۲)

۲۷۔ نزولِ اسرافیل علیہ السلام

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

لقد ھبط علیّ ملک من السماء، وما ھبط علی نبی قبلی ولا یھبط علی أحد من بعدی وھو إسرافیل۔(۳)

’’میرے پاس آسمان سے وہ فرشتہ اُترا جو نہ مجھ سے پہلے کسی نبی پر اُترا اور نہ بعد میں اُترے گا۔ وہ اسرافیل ہیں۔‘‘

۲۸۔ چودہ نقباء یا وُزراء کا عطا کیا جانا

حضور ﷺ کو صحابہ کی کثیر تعداد عطا کی گئی ،ان میں سے ہر ایک صحابی لاتعداد

(۱) القرآن، الانفال، ۸:۲۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴:۱۷۰۴، کتاب تفسیر القرآن، رقم: ۴۳۷۰

۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵ :۱۱، رقم: ۸۰۱۰

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۳۷۵، رقم: ۱۱۲۷۵

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۵۰

۵۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲: ۳۸، رقم: ۸۶۲

(۳) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۳۴۸، رقم: ۱۳۳۰۹

۲۔ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ۳: ۲۵۶

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۱۹

خوبیوں کا مالک تھا، اس کثیر تعداد میں سے کچھ صحابہ وہ ہیں جنہیں حضور ﷺ کی طرف سے خصوصی ذمہ داریاں تفویض کی گئیں، انہیں حضور ﷺ کے رفقاء، وزراء اور نقباء کہا جاتا ہے۔ سابقہ انبیائے کو صرف سات نقباء دیئے گئے جبکہ آپ ﷺ کو چودہ نقباء عطا کیے گئے۔ حضور ﷺ نے ان خواص کا ذکر خود فرمایا:

ليس من نبی كان قبلی إلا قد أعطی سبعة نقباء، وزراء، نجباء، و إنی أعطيت أربعة عشر وزيرا نقيبا نجيبا، سبعة من قريش، و سبعة من المهاجرين۔ (١)

''مجھ سے قبل ہر نبی کو سات نقیب، وزیر، نجیب دیئے گئے جبکہ مجھے چودہ وزیر، نقیب، نجیب عطا کیے گئے، (ان میں سے) سات قریش میں سے اور سات مہاجرین میں سے ہیں۔''

ان چودہ نجباء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حمزة و جعفر و علی و حسن و حسين و أبوبكر و عمر و المقداد و عبد الله بن مسعود و أبو ذر و حذيفه و سلمان وعمار و بلال۔(٢)

''حضرت حمزہ، حضرت جعفر، حضرت علی، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت مقداد، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوذر، حضرت حذیفہ، حضرت سلمان، حضرت عمار اور حضرت بلال ﷺ۔''

۲۹۔ کثرتِ معجزات

معجزہ خاصۂ نبوت ہوتا ہے۔ اسے نبی کے علاوہ کسی اور سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ ہر معجزہ خرقِ عادت اور معمول سے ہٹے ہوئے واقعات پر مبنی ہوتا ہے جسے دیکھ کر

(١) احمد بن حنبل، المسند، ١: ٨٨، رقم: ٦٦٥

(٢) ١۔ احمد بن حنبل، ١: ١٤٨، رقم: ١٢٦٢

٢۔ بزار، المسند، ٣: ١١٠، رقم ٨٩٦

٣۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ٦: ٢١٦، رقم: ٦٠٤٩

انسان دنگ رہ جائے اور اس کی عقلی و مادی توجیہہ کرنے سے اپنے آپ کو قاصر پائے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ تک تمام انبیائے کرام کو معجزات عطا کیے گئے لیکن حضور ﷺ کو یہ منفرد امتیاز اور اعزاز حاصل ہے کہ آپ ﷺ کے معجزات تعداد میں دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے زیادہ ہیں۔ قرآن و حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کو ربّ ذوالجلال نے تینتیس (۳۳) معجزات عطا کئے تھے جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ کو اللہ رب العزت نے سراپا معجزہ بنایا۔ آپ ﷺ کے معجزات تعداد میں اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔

امام بیہقی حضور ﷺ کے معجزات کی کثرت کے بارے میں لکھتے ہیں:

فإنهٗ أكثر الرسل آياتٍ و بيناتٍ و ذكر بعض أهل العلم أن أعلام نبوته تبلغ ألفاً۔(۱)

''حضور ﷺ کے معجزات اور دلائل تمام اُنبیاء سے زیادہ ہیں، بعض علماء نے ان کی تعداد ایک ہزار بیان کی ہے۔''

امام سیوطی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

أنه أكثر الأنبياء معجزات، فقد قيل أنها تبلغ ألفاً و قيل ثلاثة آلاف۔(۲)

''حضور ﷺ کے معجزات تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے زیادہ ہیں، ان کی تعداد ایک قول کے مطابق ایک ہزار اور ایک قول کے مطابق تین ہزار کے قریب ہے۔''

حضور ﷺ کے معجزات نہ صرف تعداد کے اعتبار سے سے زیادہ ہیں بلکہ نوعیت کے لحاظ سے بھی کثیر ہیں، دیگر انبیاء علیہم السلام کو فقط زمینی معجزات عطا ہوئے جبکہ آپ ﷺ کو آسمانی معجزات سے بھی نوازا گیا۔

امام سیوطی حضور ﷺ کے معجزات کی جامعیت کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

(۱) بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۱۰

(۲) سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۱۸۶

انه جمع له كل ما أوتيه الأنبياء من معجزات وفضائل، ولم يجمع ذلک لغيره بل اختص كل بنوع۔ و عد ابن عبد السلام من خصائصه تسليم الحجر وحنين الجذع، قال: ولم يثبت لواحد من الأنبياء مثل ذلک وعد ايضاً نبع الماء من بين الأصابع، وقد عد هذه غيره و عد غيره أيضاً انشقاق القمر۔(۱)

''حضور ﷺ کی ذات میں تمام انبیاء علیہم السلام کے جملہ معجزات و فضائل کو جمع کر دیا گیا جبکہ یہ خصوصیت کسی اور نبی کو عطا نہیں کی گئی بلکہ ہر نبی کو مخصوص نوعیت کے معجزات دیئے گئے، ابن عبد السلام کے مطابق پتھروں کا سلام کرنا اور (کھجور) کے تنے کا رونا وہ معجزات ہیں جن کی مثل پہلے کسی نبی کو ئی معجزہ نہیں دیا گیا۔ نیز اُنگشتانِ مبارکہ سے پانی کے چشمے پھوٹنا اور چاند کا دو ٹکڑے ہونا بھی اسی قبیل کے معجزات ہیں، انہیں دوسرے علماء نے بھی بیان کیا ہے۔'' (۲)

۳۰۔ دجّال کے بارے میں تمام انبیاء سے زیادہ معلومات

حضور ﷺ کو دجال کذّاب کے بارے میں دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ معلومات دی گئیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے دوجہاں ﷺ نے فرمایا:

إنی خاتم ألف نبی و أكثر ما بعث نبی يتبع الا قد حذر أمته الدجال، و أنی قد بين لی من أمره ما لم يبين لأحد و انه أعور و ان ربكم ليس بأعور و عينه اليمنی عوراء جاحظة، و لا تخفی كأنها نخامة فی حائط مجصص، و عينه اليسری كأنها كوكب دریّ معه من كل لسان و معه صورة الجنة خضراء يجری فيها

(۱) سیوطی، الخصائص الکبری، ۲: ۱۸۷

(۲) معجزات کے متعلق تفصیل راقم کی کتاب 'سیرۃ الرسول ﷺ (جلد نہم)' میں دیکھی جا سکتی ہے۔

الماء و صورة النار سوداء تداخن۔(۱)

’’میں ہزار انبیاء کا خاتم ہوں اور انبیاء میں سے اکثر نے اپنی اُمت کو دجال سے ڈرایا۔ اور مجھے دجال کے معاملے میں وہ کچھ بیان کیا گیا جو کسی اور نبی کو نہیں بتایا گیا اور دجال یک چشم گل (کانا) ہوگا اور تمہارا رب ایسا نہیں (بلکہ وہ تو جسم و جسمانیت اور اس کے عوارض سے پاک ہے)، اور اس کی دائیں آنکھ اندھی ابھری ہوئی بدنما ہوگی اور یہ بدنمائی چونا کی ہوئی دیوار پر رینٹ کی طرح ہوگی اور بائیں آنکھ چمکدار ستارے کی مانند ہوگی، وہ ہر زبان جانتا ہوگا اور اس کے پاس سرسبز جنت کی صورت ہوگی جس میں پانی بہہ رہا ہوگا اور سیاہ ترین دھواں دار دوزخ کی صورت ہوگی۔‘‘

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ما بُعِث نبی إلا أنذر أمته الأعور الكذاب، ألا! إنه أعور، و إن ربكم ليس بأعور، و إن بين عينيه مكتوب كافر فيه۔(۲)

’’ہر نبی اپنی امت کو یک چشم کذاب (دجّال) سے ڈراتا رہا۔ خبردار! بیشک وہ ایک آنکھ سے اندھا (یعنی کانا) ہے اور بیشک تمہارا رب ایسا نہیں (بلکہ وہ جسم و جسمانیت اور اس کے عوارض سے پاک ہے)، اور اس (دجال) کی پیشانی پر کافر لکھا ہے۔‘‘

۳۱۔ افضلیتِ عہدِ نبوی ﷺ

عہدِ حضور ﷺ کا زمانہ سب زمانوں سے افضل ہے، اسے خیر القرون بھی کہتے

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۷۹، رقم: ۱۱۷۶۹
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۳۴۶

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۰۸، کتاب الفتن، رقم: ۶۷۱۲
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۲۴۸، رقم: ۲۹۳۳
۳۔ ابو داؤد، السنن، ۴: ۱۱۶، کتاب الملاحم، رقم: ۴۳۱۶
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۰۳، رقم: ۱۲۰۲۳

ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

خير الناس قرنی ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم۔(۱)

”سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر اُن کا جو اُن سے قریب ہیں، پھر جو اُن سے قریب ہیں۔“

اگرچہ ہر لمحہ حضور ﷺ کا لمحہ، ہر زمانہ حضور ﷺ کا زمانہ اور ہر صدی حضور ﷺ کی صدی ہے، لیکن وہ لمحہ، وہ زمانہ اور وہ صدی جس میں حضور ﷺ نے اپنی حیاتِ مقدسہ بسر کی سب سے افضل لمحہ، سب سے بہتر زمانہ اور سب سے عظیم صدی تسلیم کیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

بعثت من خير قرون بنی اٰدم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت فيه۔(۲)

”مجھے نوعِ انسانی کے بہترین زمانہ میں مبعوث فرمایا گیا۔ زمانے پر زمانے گزرتے رہے یہاں تک کہ مجھے اس زمانے میں رکھا گیا جس میں موجود ہوں۔“

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۹۳۸، کتاب الشہادات، رقم: ۲۵۰۹
۲۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۳۵، کتاب المناقب، رقم: ۳۴۵۱
۳۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۳۶۲، کتاب الرقاق، رقم: ۶۰۶۵
۴۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۶۳، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۵۳۳
۵۔ ترمذی، السنن، ۴: ۵۰۰، کتاب الفتن، رقم: ۲۲۲۱
۶۔ ترمذی، السنن، ۴: ۵۴۸، ۵۴۹، کتاب الشہادات، رقم: ۲۳۰۲، ۲۳۰۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۵، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۶۴
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۷۳، رقم: ۸۸۴۴
۳۔ ابو یعلی، المسند، ۱۱: ۴۳۱، رقم: ۶۵۵۳
۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۳۹، رقم: ۱۳۹۲

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

۳۲۔ اَزواجِ مطہرات سے تاابد حرمتِ نکاح

اللہ تعالیٰ نے امت کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے ساتھ نکاح کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا○(۱)

’’اور یہ تمہارے لئے زیبا نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرو بیشک اللہ کے نزدیک یہ بڑا (گناہ) ہے○‘‘

امام قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

فحرم الله نكاح أزواجه من بعده، و جعل لهن حكم الأمهات، و هذا من خصائصه تمييزا لشرفه و تنبيها على مرتبته ﷺ۔(۲)

’’اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح حرام قرار دیا اور انہیں امہات (یعنی امت کی ماؤں) کا درجہ دیا اور یہ خصوصیت آپ ﷺ کے شرف و تکریم اور علوِّ مرتبت کی وجہ سے ہے۔‘‘

اس کے بعد وہ امام شافعیؒ کا قول نقل کرتے ہیں:

لا يحل لأحد نكاحهن و من استحل ذالک كان كافرا۔(۳)

’’کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ امہات المؤمنین کے ساتھ نکاح کرے، جو کوئی اس کو جائز سمجھے وہ کافر ہے۔‘‘

(۱) القرآن، الاحزاب، ۳۳:۵۳

(۲) قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۱۴:۲۲۹

(۳) قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۱۴:۲۲۹

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

۳۴۔ صاحبزادی سے نسبی سلسلہ کا اِجراء

عام دستور اور قاعدہ یہی ہے کہ باپ کی وفات کے بعد اس کا سلسلۂ نسب اس کے بیٹوں سے چلتا ہے، لیکن حضور نبی مکرم ﷺ کا نسب آپ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی طرف سے چلا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما اس ضمن میں بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إنّ اللہ عزوجل جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہ، و إن اللہ تعالی جعل ذریتی فی صلب علی بن أبی طالب ۔(۱)

’’اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد (کا سلسلہ) اُس کی صلب سے جاری فرمایا اور میری اولاد (کا سلسلہ) علی بن ابی طالب (سیدہ فاطمۃ الزہراء کے شوہرِ نامدار) کی صلب سے چلے گا۔‘‘

(۱) ۱۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱:۱۷۲، رقم:۶۴۳
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۳:۴۳، رقم: ۲۶۳۰
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹:۱۷۲
۴۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۲:۱۵۷، رقم:۱۹۶۸
۵۔ شوکانی نے ’نیل الاوطار (۶:۱۳۹)‘ میں اس حدیث کو قابل حجت قرار دیا ہے۔